رُخِ مُصطفیٰ ﷺ

سیرت النبی ﷺ

پر خوبصورت جامع اور منفرد تحریر

مُصنّف:
مرزا ریاض احمد

زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ۔ لاہور

وما
ارسلنك
رحمة
علمين

Marfat.com

Marfat.com

رُخِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شاہکار

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پر خوبصورت جامع اور منفرد تحریر

مُصنّف:

مرزا ریاض احمد

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

Ph: 042-37248657- 37112954

Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466

Email:zaviapublishers@gmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2013ء

باراول..........1100

ہدیہ..........480

ناشر..........نجابت علی تارڑ

کمپوزنگ..........عقیل عباس

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

راولپنڈی کے سول ڈسٹری بیوٹر

اسلامک بک کارپوریشن

فضل داد پلازہ۔اقبال روڈ۔کمیٹی چوک ○ راولپنڈی 051-5536111

ادارہ تعلیم القرآن، اعوان ٹاؤن لاہور	0423-7845769
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
مکتبہ سبحانیہ، اردو بازار، لاہور	0315-4318640
نورانی ورانٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
کتب خانہ حاجی نیاز احمد، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	0313-8461000
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ گوجرانوالہ	055-4237699

Marfat.com

فہرست

1	اعترافِ حقیقت	23
2	گزارشِ احوال	24
3	**تخلیق نُورِ محمدی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	26
4	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد	27
5	نُورمبین کی پاکیزگی اور فیضان	29
6	آبِ زم زم کا چشمہ	30
6	مکہ مکرمہ کی آبادی	31
7	بیٹے کی قربانی	32
8	خانہ کعبہ کی تعمیر	34
9	مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	35
10	دعائے خلیل علیہ السلام	36
11	قریش کی وجہ تسمیہ	38

Marfat.com

12	ہاشم	39
13	حضرت عبدالمطلب	40
14	شیبہ سے عبدالمطلب	42
15	زم زم کی باریابی	43
16	عبداللہ بن عبدالمطلب	44
17	واقعہ اصحاب فیل	47
18	**ظہورِ قدسی**	50
19	مقبولیتِ دعائے خلیل	53
20	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ رضاعت	56
21	والدہ کی آغوش میں	61
22	سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سفرِ مدینہ منورہ	62
23	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دادا کی کفالت میں	63
24	شفیق اور مہربان دادا کا وصال	64
25	سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو طالب	64
26	حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ بچپن	65
27	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکریاں چرانا	66

Marfat.com

28	سفرِ شام	68
29	حربِ فجار	70
30	حلف الفضول	71
31	شام کا دوسرا سفر	72
32	ازدواجی زندگی کا آغاز	74
33	حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی کفالت	75
34	تعمیر کعبہ معظمہ	77
35	بعثت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسنِ سلوک	80
36	بعثت سے پہلے عرب کی معاشرتی حالت	83
37	آثارِ بعثت کا ظہور	85
38	بعثَتِ مبارکہ	87
39	نزول وحی کا آغاز	87
40	نماز	91
41	دعوتِ اسلام	92
42	دارارقم کا قیام	94
43	دعوتِ عام	95

Marfat.com

44	قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ حق	96
45	رؤساءِ عرب کی حضرت ابوطالب کو دھمکی	99
46	حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے حضرت ابوطالب کی فکرمندی	100
47	رؤسا قریش کا حضور ﷺ سے براہ راست گفتگو کرنے کا فیصلہ	101
48	ہادیِ عالم ﷺ پر ظلم و ستم	103
49	ابولہب کی انسانیت سوز حرکات	104
50	اسلام کی راہ میں سب سے پہلا شہید	106
51	قریش مکہ کی چیرہ دستیاں	106
52	صحابہ کرام اور جانثارانِ رسول اللہ ﷺ پر ظلم و ستم	108
53	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم و زیادتی	109
54	اسلام کی پہلی ہجرت	113
55	اہلِ ایمان پر مظالم کے اثرات	116
56	خطۂ عرب میں اسلام کا چرچا	119
57	**ہجرتِ حبشہ**	121
58	دوسری ہجرت حبشہ	123
59	مہاجرین حبشہ کے خلاف مشرکین کی سازش	124

Marfat.com

60	**حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام**	129
61	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	130
62	بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت پر راضی ہونا	133
63	**شِعبِ ابی طالب میں محصوری**	135
64	محصوری کے دوران تبلیغ اسلام	136
65	شعبِ ابی طالب سے محصوری کا خاتمہ	137
66	شعبِ ابی طالب کا تعارف	139
67	شق القمر کا معجزہ	139
68	عام الحزن (غم کا سال)	140
69	اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت	141
70	کفار مکہ کی بربریت	142
71	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	143
72	**طائف میں دعوتِ حق**	144
73	وادی نخلہ میں قیام	147
74	مکہ میں داخلہ	147

Marfat.com

75	**واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم**	149
76	عجائبات و مشاہدات	154
77	**قبائل میں دعوتِ اسلام**	156
78	قبیلہ اوس اور خزرج میں اسلام	156
79	بیعت عقبہ اُولیٰ	159
80	مدینہ منورہ میں اسلام کی اشاعت	159
81	بیعت عقبہ ثانی	159
82	**ہجرت مدینہ**	161
83	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کفار مکہ کا سلوک	166
84	حضرت ابوبکر کے اہل خانہ سے کفار کا سلوک	167
85	غارِ ثور سے مدینہ کی طرف عظمتِ اسلام کا سفر	167
86	سراقہ بن مالک بن جعشم کا تعاقب	168
87	اُمّ معبد سے ملاقات	170
88	اُمّ معبد کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنا	171
89	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات	172
90	بریدہ اسلمی سے ٹکراؤ	172

Marfat.com

91	قُباء میں تشریف آوری	172
92	مسجد قباء کی تعمیر	173
93	پہلا جمعہ	173
94	**مسجد نبوی کی تعمیر**	177
95	مدینہ جب مدینۃ النبی بنا	178
96	فضائل مدینہ	178
97	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	180
98	اصحاب صفہ	180
99	مواخات	182
100	حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام	183
101	**میثاقِ مدینہ**	185
102	میثاق مدینہ کی اہم شرائط کا خلاصہ	185
103	قریش مکہ کی فتنہ انگیزیاں	187
104	قریش مکہ کی مہاجرین کو دھمکی	189
105	جنگ کی اجازت کا حکم	190
106	حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت	191

Marfat.com

107	تحویل قبلہ	192
108	**غزوات وسرایا**	194
109	اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ۔غزوہ بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)	196
110	جنگ کے فوری اسباب	196
111	اسلامی لشکر کی تعداد اور کمان	198
112	مجاہدین اسلام کی مدینہ منورہ سے روانگی	198
113	لشکر اسلام مقام بدر میں	199
114	کفار مکہ کا جنگی جنون	199
115	ابوسفیان کا بچ نکلنا	200
116	کفار قریش بدر میں	200
117	نزول رحمت	201
118	سرداران قریش کے مقتل کی نشاندہی	202
119	عریش مقدس	203
120	معرکہ حق و باطل	204
121	لڑائی کا آغاز	205
122	فرشتوں کا نزول	206

Marfat.com

123	فتح مبین	207
124	ابوجہل کا قتل	208
125	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی سرفروشی	209
126	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہادری	210
127	حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار	210
128	مشرکین مکہ کی لاشوں سے خطاب	211
129	جنگ بدر اور نسبی رشتے	212
130	مدینہ منورہ واپسی	212
131	اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک	213
132	قیدیوں کا معاملہ	213
133	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار	214
134	حضرت عباس کا فدیہ	215
135	مکہ میں کہرام مچ گیا	215
136	ابولہب کا عبرتناک انجام	216
137	سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کا عقد	217
138	سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کا جہیز	219

Marfat.com

139	**غزوۂ احد** (شوال ۳ ہجری)	220
140	جنگ کے اسباب	220
141	قریش مکہ کا لشکر اور سامان جنگ	221
142	مدینہ منورہ میں اطلاع	221
143	بچوں کا جوشِ جہاد	223
144	لڑائی کا پہلا وار	224
145	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	224
146	لڑائی کا دوسرا دور	225
147	خالد بن ولید کا حملہ	226
148	صحابہ کرام کی جانثاری	227
149	عتابِ خداوندی	229
150	شہدا کا مُثلہ	229
151	مشرکین کا فرار	229
152	غزوہ حمراء الاسد (دشمنوں کا تعاقب)	230
153	غزوہ اُحد فتح یا شکست	231
154	۴ ہجری	232

Marfat.com

155	غزوہ بنی نضیر	233
156	غزوہ بدر دوم ذیقعدہ ۴ ہجری	234
157	**غزوہ خندق** (شوال ۵ ہجری)	235
158	رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت	236
159	معجزات کا ظہور	237
160	فتوحات کی بشارت	238
161	دورانِ محاصرہ کے اہم واقعات	241
162	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری	241
163	نصرت خداوندی	243
164	غزوۂ احزاب کے شہداء	245
165	غزوہ بنو قریظہ (شوال/ذیقعدہ ۵ ہجری)	245
166	**صلح حُدَیبیہ** (ذیقعد ۶ ہجری)	247
167	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ اور بیعت رضوان	251
168	حضرت ابو جندل کی واپسی	254
169	شرائط معاہدہ میں نصرتِ خداوندی	255
170	فتح مبین	256

Marfat.com

171	سلاطین کے نام دعوت اسلام	258
172	**غزوہ خیبر** (محرم ۷ ھ)	260
173	اموالِ غنیمت	264
174	یہودی عورت کی ناپاک سازش	265
175	**جنگ موتہ** (جمادی الاول ۸ ھ)	267
176	**فتح مکہ** (رمضان ۸ ھ)	272
177	مدینہ منورہ سے روانگی	276
178	ابوسفیان بن حرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں	277
179	لشکر اسلام کا جاہ وجلال	279
180	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں داخلہ	280
181	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی سے انصار کی محبت	284
182	**غزوۂ حنین** (شوال ۸ ھ)	285
183	دشمن کو شکست	286
184	محاصرہ طائف	287
185	تقسیم مالِ غنیمت اور بنو ہوازن کی آمد	287
186	مالِ غنیمت کی تقسیم اور انصاریوں سے خطاب	289

Marfat.com

187	**غزوۂ تبوک**	292
188	مسجد ضرار	297
189	مسجد ضرار کا انہدام	297
190	**حج ۹ھ**	299
191	وفود کا سال ۹ھ تا ۱۰ھ	300
192	حجۃ الوداع (ذی الحجہ ۱۰ ہجری)	301
193	خطبہ حجۃ الوداع	303
194	غدیر خم کا خطبہ	307
195	**جَیشِ اُسامہ رضی اللہ عنہ**	308
196	حیاتِ ظاہری کی آخری فوجی مہم	308
197	**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حیاتِ ظاہری سے وصال**	311
198	علالت کی ابتداء	312
199	ازواج مطہرات سے اجازت کا دن	313
200	حضرت صدیق اکبر کی امامت کا حکم	313
201	مسجد میں تشریف آوری	314
202	انصار کی وفاداری کا خیال فرما کر اُن کی نسبت فرمایا	314

Marfat.com

203	مسواک	316
204	تاریخ وصال	317
205	تجہیز وتکفین	317
206	جنازہ وتدفین	318
207	غم واندوہ کا ہجوم	318
208	مسجد میں خطبہ	319
209	**شمائل ومعمولات**	321
210	حلیہ اقدس	321
211	اعضائے مبارک کا ذکر قرآن میں	322
212	فضائلِ اخلاق	323
213	حجراتِ مقدسہ	326
214	ازواج مطہرات کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں	327
215	**اُمہات المومنین کا مختصر تعارف**	331
216	حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	331
217	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	332
218	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	333

Marfat.com

219	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	335
220	حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	336
221	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	336
222	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	337
223	حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	339
224	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	339
225	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	340
226	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	341
227	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	342
228	اولادِ اطہار	342
229	صاحبزادگان	343
230	حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	343
231	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	343
232	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ	343
233	صاحبزادیاں	343
234	بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجمالی تذکرہ	344

Marfat.com

235	حضرت زینب رضی اللہ عنہا	344
236	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	346
237	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	349
238	سیدہ خاتون جنت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا	350
239	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج وعمرے	357
240	**نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات**	358
241	خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین	358
242	عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین	359
243	خصوصی موذنین	359
244	خُدام	360
245	نزول قرآن وکاتبین وحی	361
245	اسمائے کاتبین وحی	361
246	**سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب**	363
247	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ	363
248	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس	365
249	کیفیتِ مزاج	366

Marfat.com

250	حضور ﷺ کے امتیازی خصائص	367
251	**نبی کریم ﷺ کے معجزات**	369
252	معجزہ اسراء اور معراج	370
253	معجزہ شق القمر	371
254	غروب کے بعد طلوع آفتاب کا معجزہ (ردّ الشّمس)	371
255	معجزات نزول باراں	372
256	قلیل پانی کے کثیر ہو جانے کا معجزہ	374
257	قلیل دودھ لاتعداد لوگوں کے لئے پورا ہو جانا	377
258	قلیل کھانے کا زیادہ ہو جانا	380
259	ستونِ حنانہ کا آہ و بکا کرنا	384
260	اُحد پہاڑ کانپنے لگا	386
261	بھیڑیئے کا گفتگو کرنا	386
262	ہرنی کی ضمانت	386
263	حضور ﷺ کو تمام زبانوں کا علم دیا گیا	388
264	تاریک رات میں دن کی طرح دیکھنا	389
265	رومال کا آگ میں نہ جلنا	389

Marfat.com

266	قبل از وقوع واقعات سے مطلع فرمایا	390
267	لکڑی اور کھجور کی ٹہنی کا تلوار بن جانا	392
268	نسیان کا ختم ہو جانا	392
269	**سید عالم ﷺ کے اُخروی خصائص**	393
270	شفاعت اور مقام محمود	393
271	آخری پناہ گاہ	395
272	مقام محمود	396
273	عالم برزخ میں آپ کے احوال وفضائل	397
274	مآخذ	399

Marfat.com

اعترافِ حقیقت

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو، تیرے دامن عفو نواز میں

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

❀❀❀❀

Marfat.com

گزارشِ احوال

محبوب ربّ العالمین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پوری انسانیت کے لئے خوبصورت نمونہ حیات ہے۔ آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی قرآن مجید فرقان حمید کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے، اس لیے کتاب اللہ کی تعلیمات کو کماحقہ، جاننے اور سمجھنے کے لئے سیرت طیبہ سے مکمل آگاہی حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔

سید الانبیاء حبیب کبریا ﷺ کی مبارک زندگی کا ہر لمحہ رشد و ہدایت اور فیوض و برکات کا ایسا سرچشمہ ہے جس کی اتباع اور پیروی محبت الٰہی کی ضامن اور ایمان و یقین کی شرطِ لازم ہے۔ حسنِ سیرت، حسنِ صورت، حسنِ کردار، حسنِ گفتار اور حسنِ اخلاق کے لحاظ سے اگر پورے عالم انسانیت کو دیکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضور پُرنور، شافع یوم النشور حضرت محمد ﷺ کی ذات تمام انسانوں بلکہ تمام حضراتِ انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے افضل و اکمل اور برتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا پاکیزہ عنوان ہے جس پر دنیا کی ہر زبان میں بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے۔ یہ تذکرہ اتنا پاکیزہ ہے کہ اِس موضوع پر رہتی انسانیت تک لکھا جاتا رہے گا۔ آپ کی حیات طیبہ انسانیت کے لئے خوبصورت نمونہ اور ظلمت شب میں چمکتا ہوا چراغ ہے۔

میرا بیٹا اعجاز احمد اور اس کا دوست عزیزم شہزاد احمد بھٹی کئی سال سے سیرت

Marfat.com

پاک پر لکھنے کے لئے اصرار کرتے رہے۔ مگر میں اپنے اندر اتنی اہلیت اور صلاحیت نہ پاتے ہوئے اعراض ہی کرتا رہا۔ جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو میں اپنے لیے توشۂ آخرت جانتے ہوئے اس بابرکت اور باعث سعادت موضوع ''سیرت النبی ﷺ'' پر لکھنے کی بتوکل علی اللہ جسارت کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو میرے لئے توشۂ آخرت اور عامۃ المسلمین کے لئے نفع رسانی کا باعث بنائے۔ آمین۔

آخر میں عزیز محترم محبوب الرحمن سلمہٗ مدیر ''ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ شریف'' کا ممنون احسان ہوں کہ جنہوں نے ادارتی مصروفیت کے باوجود تمام مسودے پر نظرثانی فرمائی اور اس کی اشاعت میں مفید مشوروں سے نوازا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں وسعت عطا فرمائے۔ آمین

ریاض احمد مرزا

❁❁❁❁

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تخلیق نورِ محمدی ﷺ

رسول اللہ ﷺ کاارشاد گرامی ہے:

اَوّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُورِیۡ وَالۡخَلۡقُ کُلُّھُمۡ مِنۡ نُورِیۡ۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نُور کو پیدا فرمایااور میرے ہی نُور سے تمام موجودات کی تخلیق فرمائی ۔(مدارج النبوت،جلد ۲)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پُرنُور ﷺ سے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ تو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَدۡ خَلَقَ قَبۡلَ الۡاَشۡیَاءِ نُوۡرَ نَبِیِّکَ مِنۡ نُوۡرِہٖ

(مصنف امام عبدالرزاق، مواہب اللدنیہ، زرقانی جلداول، سیرت حلبیہ جلد ا، نشرطیب)

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نُور اپنے نُور سے پیدا فرمایا

ایک روز صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آپ کی نبوت

Marfat.com

کب ثابت ہوئی؟ بروایت سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

(بخاری شریف' ترمذی' مشکوٰۃ)

میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ نیز فرمایا كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

جب آدم علیہ السلام کا وجود مسعود تیار ہو چکا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں بطور امانت رکھ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی پیشانی آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکنے لگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ نورِ محمدی ﷺ کی جلوہ افروزی دیکھ کر سب فرشتے سجدہ ریز ہو گئے لیکن ابلیس لعین حسد کی آگ میں جل گیا اور سجدہ کرنے سے انکاری ہوا۔ وہ راندۂ درگاہ ہو کر دربارِ خداوندی میں ابدی گستاخ اور ملعون قرار پایا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جو فرشتوں کو دیا گیا تھا' وہ اس وجہ سے تھا کہ اُن کی پیشانی میں حضرت محمد ﷺ کا نورِ پاک تھا۔

(تفسیر کبیر زیر آیت تلك الرسل فضلنا......)

رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد

حضور نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا مقدس نور پیدائش عالم کے وقت انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا۔ پھر نسل در نسل حضرت شیث علیہ السلام' حضرت ادریس علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں

Marfat.com

منتقل ہوا۔ تاآنکہ یہ نُور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا۔

حضور اکرم نُورِ مجسم ﷺ فرماتے ہیں:

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ قَرْناً فَقَرْناً حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْهِ۔

(بخاری شریف)

مجھ کو آدم کے بہترین طبقوں میں قرن کے بعد قرن پیدا کیا گیا یہاں تک کہ میں اس قرن (صدی) میں مبعوث ہوا جس میں میں (اب) ہوں۔

حضور پُرنُور شافع یوم النشور ﷺ کا یہ فرمان کہ میں پاک مردوں کے صلبوں سے پاک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام نسبی باپ اور ماؤں میں کوئی بھی کافر نہ تھا کیونکہ کافر کو پاک اور طاہر نہیں کہا جاتا۔

(سیرت حلبیہ، جلد اول)

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو اُن کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ پھر قبیلوں کو چُنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلہ میں بنایا۔ پھر گھروں کو چُنا تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے اُن سب سے اچھا ہوں۔ (ترمذی شریف)

حسنِ صورت اور حسن سیرت کے سارے حوالے آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی سے تو معتبر ہوئے۔ اخلاق اپنی پہچان کے لئے رسول اللہ ﷺ سے بہتر ذات تلاش نہ کرسکا۔ معاشرتی معاملات، یتیم پروری اور بے کسی کی اعلیٰ روایات، سرکار مدینہ ﷺ

Marfat.com

سے ہی عزت پاتی ہیں۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ قبیلہ قریش کے اس معزز اور بلند مرتبت خاندان میں آپ کے عالی نسبت ہونے کی وجہ سے کفار مکہ کو آپ کے حسب نسب پر کیچڑ اچھالنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اُس کی شریک نہیں' اُسی طرح پوری کائنات ارضی وسماوی میں سید البشر انسان کامل حضور محمد رسول اللہ ﷺ کی بشریت وعبدیت بھی یکتا اور لاشریک ہیں۔

نورِ مبین کی پاکیزگی اور فیضان

حضور نبی اکرم نُورِ مجسم ﷺ کا جسمِ اقدس اتنا لطیف ہے کہ اس میں کسی قسم کی جسمانی' عنصری اور مادی کثافت نہیں۔ اسی نورِ مبین کو پاک وصاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباء وامہات کو شرک وکفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے محفوظ رکھا۔ اسی نُور کی برکت سے آپ ﷺ کے تمام نسبی آباؤ اجداد نہایت حسین اور مرجع خلائق تھے۔ اسی نُور کی بدولت حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام فرشتوں کے مسجود بنے اور اسی نُور کے وسیلہ سے اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ یہی وہ نُور تھا جس کی برکت سے کشتی نوح طوفان میں محفوظ و مامون رہی۔ اسی نُور کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے آتش نمرود گلزار ہوگئی۔ غرضیکہ یہی وہ نُورِ مقدس ہے جس کے فیضان سے حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات ہوئیں۔

جب سید دوعالم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ ﷺ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے۔ جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کا گلزار ہو جانا بھی آپ ﷺ کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ (خصائص کبریٰ بحوالہ حاکم وطبرانی)

Marfat.com

آبِ زم زم کا چشمہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے اہل خانہ کو مکہ مکرمہ لائے تو اس وقت اس کے گردونواح میں پانی کا نشان تک نہ تھا۔ چاروں طرف خشک اور بے آب وگیا پہاڑوں کے درمیان پتھریلی زمین تھی جس پر ریت کی موٹی تہ بچھی ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں اسے بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ (ایسی وادی جس میں کھیتی باڑی نہیں) کے نام سے پکارا گیا ہے۔ (سورۃ ابراہیم:۷)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی پیاری زوجہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس بنجر اور خشک زمین میں لائے جہاں اب اللہ کے حکم سے حرم شریف ہے' اور ایک مشکیزہ پانی اور تھوڑی سی کھجوریں دے کر واپس جانے لگے تو سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے استفسار فرمایا کہ آپ ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

''میں تمہیں اللہ واحدہٗ لاشریک کے سپرد کر کے جا رہا ہوں''

یہ سُن کر سیدہ ہاجرہ علیہا السلام نے بڑے اطمینان سے فرمایا:

ٹھیک ہے اللہ وحدہٗ لاشریک ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔

چند روز گزرنے کے بعد پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں' بھوک اور پیاس کی شدت سے جناب اسماعیل علیہ السلام تڑپنے لگے۔ ماں کی ممتا معصوم بچے کی بے چینی اور پریشانی سے مضطرب ہو کر کوہِ صفا پر گئیں۔ دور دور تک دیکھا کہیں بھی آبادی کا نشان نہ ملا' وہاں سے اضطراب کی حالت میں کوہِ مروہ پر پہنچیں مگر وہاں بھی پانی کا کہیں سراغ نہ ملا۔ اسی پریشانی میں وہ بار بار کبھی کوہِ صفا پر اور کبھی کوہِ مروہ پر جاتیں اور ساتھ ہی

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف بھی نظر رکھتیں۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان نشیبی جگہ پر جب پہنچتیں تو دوڑ کر گزرتیں تاکہ کوئی درندہ ان کے لختِ جگر کو نقصان نہ پہنچائے۔

اسی اضطرابی کیفیت میں پانی کی تلاش میں سات چکر لگاتے ہوئے جب آپ کوہِ مروہ پر پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں معصوم اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے بسی کی حالت میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے، وہاں پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے۔ سیدہ ہاجرہ خوشی اور انبساط میں دوڑتی ہوئیں پانی کے چشمہ پر پہنچیں تو سب سے پہلے بہتے ہوئے پانی کے ارد گرد مٹی سے چاروں اطراف اوٹ بنائی کہ کہیں یہ پانی بہہ نہ جائے اور بے ساختہ پن میں فرمایا زم زم (ٹھہر جا، ٹھہر جا)۔ اللہ کی برگزیدہ بندی کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ اُبلتا ہوا پانی کا چشمہ مٹی کی رکاوٹ میں مقید ہو گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو جناب ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا کوہِ صفا اور کوہِ مروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑنا اور پانی کے چشمہ کو زم زم کہنے کی ادا اتنی پسند آئی کہ اسی دوڑنے کو حج وعمرہ کا رکن بنا دیا اور قیامت تک تمام زائرین حجاج کرام اس سُنّت کو ادا کرتے رہیں گے۔

سید عالم سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْلَا اَنَّهَا عَجَّلَتْ لَكَانَتْ زَمْ زَمْ عَيْنًا مَعِيْنًا (تاریخ طبری جلد اول)

کہ اللہ تعالیٰ اُمِ اسماعیل پر رحم فرمائے اگر وہ جلدی نہ کرتیں اور اس کے گرد مٹی کی اوٹ نہ بناتی تو زم زم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

مکہ مکرمہ کی آبادی

چشمہ زم زم کے بعد سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا اپنے نونہال لختِ جگر کے ساتھ تن تنہا وقت گزارتی رہیں۔ اسی اثنا میں قبیلہ بنو جرہم کے شام جانے والے ایک قافلے کا

Marfat.com

ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے خشک پہاڑوں میں پرندوں کو چہچہاتے سُنا تو حیران ہوئے۔ جستجو کرنے کیلئے پہاڑی پر چڑھے تو دیکھا کہ وادی میں میٹھے پانی کا چشمہ اُبل رہا ہے اور ایک فرشتہ سیرت عورت اپنے کمسن بچے کے ساتھ سکونت پذیر ہے۔ قافلہ والوں نے جناب سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا سے وہاں قیام کرنے کی اجازت چاہی اور کہا کہ وہ آپ کی اس تنہائی میں آپ کے امین و مددگار ہوں گے۔ آپ نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ چشمہ آب کی وہی مالک ہوں گی۔

چنانچہ بنو جرہم کا قبیلہ وہیں آباد ہوگیا۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بعد اس عظیم البرکت شہر کے پہلے مکین یہی لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جسے قرآن مجید میں بکہ کا نام دیا ہے۔ یہی بکہ اب مکہ کے نام سے متعارف ہوا اور ساری دُنیا کے مسلمانوں کیلئے مرکزِ ہدایت بنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بنی جرہم ہی میں جوان ہوئے اور اُنہی سے عربی زبان سیکھی۔

بیٹے کی قربانی

حضرت اسماعیل ابھی تیرہ برس ہی کے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے نورِ نظر لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے سب سے پیاری چیز کی قربانی چاہتا ہے۔

سراپا تسلیم و رضا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کسی تاویل کا سہارا لئے بغیر اس از حد صبر آزما حکم کو بجالانے کا بلا تامل فیصلہ کرتے ہوئے فوراً اپنے محبوب بیٹے کو قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمانے لگے کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بصد ادب و احترام اپنے والد بزرگوار سے قرآن مجید کے الفاظ

Marfat.com

میں بلا تاخیر فرمایا:

قَالَ يٰٓاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

عرض کیا میرے پدرِ بزرگوار! کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا گیا' اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے سعادت مند نو عمر بیٹے کا اللہ کے حکم کے سامنے بلا جھجک تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرنے پر کتنی مسرت ہوئی ہوگی؟ چنانچہ آپ اپنے لختِ جگر کو لے کر دور (منیٰ کے میدان میں) پہنچے، اُن کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا اور گلے پر چھری چلا دی۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ "اے ابراہیم بس! اپنا ہاتھ روک لیجیے، آپ نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اس کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا:

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ (سورۃ الصّٰفّٰت' ۱۰۴۔۱۰۵)

اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! (بس ہاتھ روک لو) بے شک آپ نے سچ کر دکھایا خواب کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں محسنوں کو۔

چونکہ حضرت اسماعیل کی پیشانی میں نُورِ محمدی اپنی آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھا، جس کے ظہور کے لئے یہ کائناتِ ارضی و سماوی وجود میں آئی لہٰذا چھری اُنہیں کیونکر نقصان پہنچا سکتی؟ ذبح کے حکم سے سارے جہان کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ امین نُورِ محمدی حکم خداوندی پر تسلیم و رضا کا پیکرِ عظیم کس طرح بخوشی سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ لہٰذا نورِ محمدی کی امانت اسی کے سپرد کی گئی ہے جو اس کا اہل اور اس مقدس بارِ امانت کو اُٹھانے کی

Marfat.com

قدرت رکھتا ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال کی تھی کہ ایک روز زم زم کے قریب درخت کے نیچے بیٹھے شکار کیلئے تیر بنا رہے تھے کہ اُن کے والد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تشریف لائے' بیٹا باپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں گلے لگایا اور فرمایا کہ بیٹے مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا' ابا جان! آپ کے رب نے آپ کو جس کام کا حکم دیا ہے' آپ وہ ضرور بجالائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا' بیٹے تم اُس کام میں میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا میں آپ کی ضرور مدد کروں گا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادیٔ مکہ کا جائزہ لیا اور ایک نمایاں مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اللہ نے مجھے ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ دونوں پیغمبر ایک باپ اور ایک بیٹا' تعمیر کعبہ میں مصروف ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بنیادوں کی نشاندہی فرمائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھروں کو ترتیب سے نصب کرتے جاتے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہ ابوقبیس سے ایک پتھر اُٹھا کر لائے اور اس پر کھڑے ہو کر دیواریں بنانا شروع کر دیں' دیواریں جیسے جیسے اونچی ہوتی جاتیں یہ پتھر اُسی قدر از خود اونچا ہو جاتا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشانات کافی نمایاں ہیں۔ اب یہ پتھر شش پہلو شیشے کے قبہ میں کعبہ شریف کے دروازہ کے سامنے مطاف میں محفوظ ہے۔ اس پتھر کو قرآن مجید میں مقام ابراہیم سے

Marfat.com

موسوم فرمایا گیا اور حکم دیا گیا:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (البقرہ ۱۲۵)

(اور انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز۔

بیت اللہ شریف کے جنوب مشرقی کونہ میں ایک مناسب بلندی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حجرِ اسود بھی نصب فرمایا۔ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم جنت کے دو پتھر ہیں۔ بیت اللہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں یہ عمارت منہدم ہوگئی اور اس کا نشان تک باقی نہ رہا جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی جگہ دوبارہ تعمیر فرمایا۔

مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

جس سرزمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جگر گوشہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لا کر بسایا تھا وہ اُس وقت تک قرآن مجید کی زبان میں بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ یعنی خشک بے آب و گیاہ وادی تھی۔ (سورۃ البقرہ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر مکمل فرمائی تو اس کے قریب کھڑے ہو کر دعا فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۶)

"اے میرے رب! بنادے اِس شہر کو امن والا اور روزی دے اِس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے"۔

سیدالانبیاء حبیب خدا ﷺ کی ولادت بھی اِسی بستی میں ہوئی جو خشک بے

Marfat.com

آب و گیا تھی۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زمانے تک نہیں بلکہ صدیوں بعد تک رہی۔ اس کے باوجود اِسی دعائے ابراہیمی کی برکت سے میووں اور پھلوں سے یہ آبادی محروم پہلے بھی نہ رہی اور اب تو یہ جگہ شاداب وگلزار بن گئی ہے۔

دعائے خلیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھاتے ہوئے رب کریم کی بارگاہ میں دعا کرتے جا رہے تھے جس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ البقرہ آیات نمبر ۱۲۷ تا ۱۲۹ میں موجود ہے۔

اے ہمارے پروردگار ہماری (یہ خدمت) قبول کر بے شک تو ہی (دعا کا) سننے والا اور (نیت) کا جاننے والا ہے اور اے میرے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرمان بردار بندہ بنا اور ہماری اولاد سے ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا فرمان بردار ہو اور ہمیں ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے اور ہماری توبہ قبول کر۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (اور) اے ہمارے پالنے والے (مکہ والوں میں) انہی میں سے ایک برگزیدہ رسول ﷺ کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائے اور ان (کے نفوس) کو پاکیزہ کر دے۔ بے شک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔ ''اے ہمارے پروردگار یہ خدمت ہم سے قبول فرمائیے بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے''۔

اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا اور زیادہ اطاعت گزار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا فرما جو تیری فرمانبردار ہو اور ہم کو حج کے طریقے بتا اور ہمارے حال پر توجہ رکھ اور بے شک تو ہی توجہ فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

''اے ہمارے پروردگار اور انہی میں سے ایک رسول بھیج جو اِن

Marfat.com

لوگوں کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے بلاشبہ تو ہی بہت زبردست اور بڑا حکمت والا ہے۔"

(مفہوم "سورۃ البقرۃ: ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور قریباً اڑھائی ہزار سال بعد ان کی اولاد سے سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے آنے سے قیامت تک کیلئے رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی خدمت اور عرب کے لوگوں کی ہدایت کا منصب بخشا، جب کہ اپنے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام کو شام اور فلسطین کے لوگوں کی ہدایات پر مامور فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے ایک قیدار تھے جن کی نسل حجاز میں پھیلی، اُن ہی کی نسل میں عدنان تھے۔ اس خاندان کا بہترین ثمر جناب رسول اکرم نُورِ مجسم ﷺ ہیں۔

حضور پُرنور شافع یوم النشور وجہِ تخلیق کائنات ﷺ کا سلسلہ نسب سیدنا عبداللہ تا عدنان اس طرح ہے:

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

سید المرسلین محبوب العالمین ﷺ کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عبداللہ تک سب کے سب طیب و طاہر اور توحید پر ایمان رکھنے والے تھے۔
اس ضمن میں چند احادیث نبوی ﷺ بطور تبرک پیشِ خدمت ہیں:

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جبرائیل امین نے مجھے بتایا کہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو کھنگالا اور اس میں مَیں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنی ہاشم سے مجھے اعلیٰ نظر نہیں آئے۔ (سبل الہدیٰ جلد اول)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے کنانہ اور کنانہ میں سے قریش کا اور قریش سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔ (ترمذی، صحیح مسلم کتاب الفضائل)

قبیلہ قریش عرب کا معزز ترین قبیلہ تھا اس کی ایک شاخ بنی ہاشم میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

مکہ اور بیت اللہ شریف کے انتظامات کی مختلف ذمہ داریاں قریش نے آپس میں بانٹ رکھی تھیں۔ اُن ذمہ داریوں میں سقایہ (حجاج کرام کو پانی پلانا) اور عمارہ (بیعت اللہ شریف کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا) بنی ہاشم کے سپرد تھیں۔ قریش چونکہ کعبہ کے متولی تھے۔ اس لئے سارے عرب میں اُن کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُن کا عمومی ذریعہ معاش تجارت تھا۔

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ فہر بن مالک ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی حاجتیں پوری کرتے اور خوف زدہ لوگوں کا خوف دور کرتے۔ اُن کے اِن اوصاف کی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوئے اور اُن کی اولاد بھی قریش کہلائی۔

(سیرت رحمت دارین بحوالہ تفسیر روح المعانی)

Marfat.com

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قبیلہ قریش عرب میں جگہ جگہ پھیل چکا تھا۔ اُن کو مکہ میں جمع کرنے، بیت اللہ کی تولیت کی ذمہ داری سنبھالنے اور مکہ میں ایک شہری ریاست کی بنیاد رکھنے کا سہرا فہد بن مالک کی چھٹی پشت میں پیدا ہونے والی تاریخی شخصیت قصی بن کلاب کے سر ہے۔ قصی کے پوتے ہاشم تھے جو رسول اکرم ﷺ کے پردادا تھے۔ انہی کے نام پر حضور ﷺ کے خاندان کو بنو ہاشم اور آپ ﷺ کو رسول ہاشمی کہا جاتا ہے۔

ہاشم

عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل۔ ہاشم بڑے وجیہہ، بہادر، دانا اور سخی تھے۔ مکہ میں قحط سالی کے زمانہ میں حضرت ہاشم شوربہ میں روٹیاں چورہ کرکے (ثرید بنا کر) کھلایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں قحط سالی کے باعث شدید فاقہ تک نوبت پہنچ گئی تھی اور لوگوں کو کئی کئی روز تک کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آتا تھا۔ حضرت ہاشم مکہ سے شام گئے اور وہاں سے غلہ خریدا اور حج کے ایام میں لدے ہوئے اونٹوں کے ساتھ مکہ واپس آئے، روٹیاں پکائی گئیں، اونٹ ذبح ہوتے رہے، اُن کے گوشت سے سالن پکا کر شوربے میں روٹیاں چورہ کرکے ڈالیں اور ثرید بنائی گئی، لوگوں کیلئے دسترخوان بچھایا گیا اور سب کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اس وجہ سے آپ کو ہاشم کہا جانے لگا۔ ہاشم کا مطلب ہے، روٹیاں چورہ کرکے شوربے میں ڈالنے والا۔ آپ کو ابوالبطحاء اور سید البطحاء بھی کہا جاتا تھا۔ تنگی اور خوشحالی میں آپ کا دسترخوان مہمانوں کیلئے ہمیشہ بچھا رہتا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ہاشم مسافروں کو سوار کیا کرتے تھے اور لوگوں کے مالی حقوق اپنی طرف

Marfat.com

سے دیا کرتے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا نُور حضرت ہاشم کے چہرہ پر ضوفشاں رہتا۔ جو بھی آپ کی زیارت کرتا آپ کے ہاتھ چوم لیتا۔ جب بھی جناب ہاشم کسی چیز کے پاس سے گزرتے تو وہ سجدہ میں گر جاتی۔ عرب میں آپ کی سخاوت کا شہرہ تھا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قریش میں ایک تجارتی سفر سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں قافلہ کی صورت میں روانہ کرنے کا آغاز فرمایا۔

ایام حج میں ہاشم تمام حجاج کرام کو گوشت، روٹی، ستو اور کھجوریں ملا کر کھانا کھلاتے اور زمزم کا پانی پلاتے۔ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں بھی اسی طرح کھانے پینے کا اہتمام فرماتے۔

جناب ہاشم کی تلقین و ترغیب پر قریش کے خاندان اس کارِ خیر میں بھرپور حصہ لیتے اور خود جناب ہاشم اپنے پاس سے زرِ کثیر خرچ کر کے حاجیوں کی ضیافت کرتے۔ اس مہمان نوازی اور جود و سخا کی بدولت وہ عرب کے تمام قبائل میں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ اسی وجہ سے قریش کے تجارتی قافلے عرب کے ہر حصے میں بلاخوف و خطر آ جا سکتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب

حضرت ہاشم تجارت کی غرض سے شام جاتے ہوئے اکثر و بیشتر مدینہ منورہ میں ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک تجارتی سفر کے دوران انہوں نے مدینہ کی ایک خاتون سلمیٰ بنت عمرو بن زید سے شادی کر لی۔ اس خاتون کا تعلق خزرج کے خاندان بنی نجار سے تھا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد جناب ہاشم شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب غزہ پہنچے تو بیمار ہو گئے اور وہ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

Marfat.com

حضرت ہاشم کی وفات کے بعد اُن کی بیوہ سلمٰی بنت عمرو بن زید جو قبیلہ خزرج کے خاندان بنی نجار سے تعلق رکھتی تھیں' نے مدینہ منورہ ہی میں رہائش اختیار کرلی اور وہیں اُن کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا، نومولود کے سر پر کچھ سفید بال تھے جس کی وجہ اس کا نام شیبہ رکھ لیا۔ (سیرت رحمت دارین ﷺ بحوالہ سیرۃ النبی' ابن ہشام)

آپ اپنی بیوہ والدہ کے پاس ہی پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ وہ سات سال کے ہوگئے۔ اسی زمانہ میں اتفاقاً بنو حرث میں عبد مناف کا ایک آدمی مدینہ منورہ سے گزرا اُس نے وہاں کمسن بچوں کو نشانہ بازی کرتے دیکھا۔ اُن میں سے ایک بچہ جو چہرہ بشرہ سے بڑا خوش خصال' خوبرو اور انتہائی خوبصورت نظر آتا تھا، جب اُس کا تیر نشانہ پر جا لگتا تو وہ بڑی مسرت اور فخر سے پکارتا ''میں ہی ہاشم کا فرزند ہوں' میں بطحا کی وادی کے سردار کا بیٹا ہوں''

جب وہ شخص مکہ واپس پہنچا تو وہ حضرت مطلب کے پاس گیا وہ مجلس جمائے بیٹھے تھے' اُس نے سارا واقعہ اُن کے گوش گزار کیا اور کہا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ تمہارے مرحوم بھائی ہاشم کا بیٹا مدینہ منورہ میں غریب الوطنی میں اپنی زندگی بسر کرتا رہے۔ جناب مطلب اُسی وقت اُٹھے اور فوراً مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر جناب مطلب نے اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ سلمٰی بنت عمرو بن زید کو کہا کہ وہ بچے سمیت اُن کے ہمراہ چلیں تاکہ بچہ صحیح ماحول میں مناسب تربیت اور پرورش پا سکے۔ والدہ نے خود تو مکہ جانے سے انکار کردیا لیکن اپنے لخت جگر کے مستقبل کی خاطر اسے مکہ بھیجنے پر رضامند ہوگئیں۔ چنانچہ جناب مطلب اپنے یتیم بھتیجے شیبہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا کر مکہ لے آئے۔

Marfat.com

شیبہ سے عبدالمطلب

قریش مکہ شیبہ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے انہوں نے سمجھا کہ جو بچہ جناب مطلب کے ساتھ آیا ہے وہ اُن کا عبد یعنی غلام ہے جسے وہ خرید کر لائے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کی زبان پر عبدالمطلب کے الفاظ تھے یعنی یہ بچہ حضرت مطلب کا غلام ہے۔ بعدازاں حضرت مطلب نے اُن کو بہت سمجھایا کہ یہ میرا غلام نہیں بلکہ میرے مرحوم بھائی ہاشم کا بیٹا ہے مگر عبدالمطلب کا نام کچھ ایسا مشہور ہو گیا کہ اُن کا اصلی نام شیبہ لوگوں کو بھول گیا۔

جب عبدالمطلب (شیبہ) سن بلوغت کو پہنچے اور اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل ہوئے تو آپ کے چچا حضرت مطلب نے آپ کے باپ ہاشم کی جائیداد اُن کے حوالے کر دی نیز افادہ اور سقایا (متولی کعبہ) کے مناصب جو آپ کے والد جناب ہاشم کے سپرد تھے وہ بھی اُن کے حوالے کر دیئے۔

حضرت عبدالمطلب قریش میں سب سے زیادہ وجیہ صاحبِ حکمت، سنجیدہ بردبار اور حلیم الطبع تھے۔ اُن کے چہرے سے نُور کی شعائیں نکلتی تھیں اور چہرہ کے خدوخال سے خیر و برکت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی تھی۔ آپ شراب نوشی سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔ وہ ایک اللہ کے ماننے والے تھے۔ ماہِ رمضان میں ہر سال غارِ حرا میں جا کر مصروف عبادت رہتے۔ مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور اپنے والدِ گرامی جناب ہاشم کی طرح وہ بھی زائرین کعبہ اور حجاج کرام کی بہت خدمت کرتے تھے۔ آپ کے دستر خوان سے پرندوں اور وحشی درندوں تک کیلئے خوراک مہیا کی جاتی۔ اُن کو اپنی قوم میں بڑی عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُن کی بات ٹالنے یا حکم عدولی کی کسی کو مجال نہ تھی۔ آپ کے جسم اطہر سے خاص کستوری کی خوشبو آتی۔ قریش کو جب قحط سالی کی مصیبت گھیر لیتی تو وہ آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نُورِ محمدی ﷺ کی برکت سے موسلا دھار بارش برساتا۔

زم زم کی باریابی

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بنو جرہم حضرت ہاجرہ کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد سے پھر گئے اور انہوں نے اپنی عددی اکثریت اور معاشی استحکام کی بنیاد پر بنو اسماعیل سے بیت اللہ شریف کی تولیت اور مکہ کی مسند اقتدار دونوں پر قبضہ کرلیا۔ اپنے دورِ اقتدار میں بنو جرہم مکہ کے زائرین کو لوٹ لیا کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے لئے جو نذرانے پیش کئے جاتے تھے اُن پر بھی وہ قبضہ کرلیا کرتے تھے۔

بنو خزاعہ، بنو بکر بن عبد مناف اور بنی عبد عمرو قبائل نے متحد ہو کر بنو جرہم کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی اور مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ بنو جرہم کو جب یقین ہو گیا کہ اُن کی شکست ناگزیر ہے تو انہوں نے مکہ چھوڑنے سے قبل حجرِ اسود کو کعبہ کی دیوار سے اکھاڑا اور دوسری نوادارات جو کعبہ شریف میں موجود تھیں اُن کو اٹھا کر زم زم شریف کے کنوئیں میں پھینک کر زم زم کے کنوئیں کو بند کر دیا اور اس کا نام ونشان تک مٹا دیا تاکہ فاتح قبائل اس سے مستفید نہ ہو سکیں۔ یہ چشمہ مدتوں تک بے نام ونشان رہا اور لوگ اُس کے پانی سے صدیوں تک محروم رہے۔ حضرت عبدالمطلب ایک روز حطیم میں سو رہے تھے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا جس میں انہیں زم زم کا چشمہ کھودنے کا حکم دیا گیا اور جگہ کی نشاندہی بھی کی گئی۔ اُس وقت اُن کا صرف ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ انہوں نے اس وقت اسی کو ساتھ لے کر خواب میں بتائی گئی جگہ پر کھدائی شروع کر دی اور کچھ ہی کھدائی کے بعد زم زم برآمد ہو گیا۔ اُس وقت سے آج تک اُس کا پانی جاری وساری ہے۔ اربوں لوگ آج تک اس سے فیضیاب ہو چکے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ چشمہ جاری وساری رہے گا۔

Marfat.com

عبداللہ بن عبدالمطلب

چاہ زم زم کی کھدائی کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اگر اللہ انہیں دس بیٹے عطا کردے اور وہ جوان ہو جائیں تو وہ اُن میں سے ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔ اللہ کریم نے اُن کی یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں دس بیٹے عطا فرمائے۔ جب یہ سب جوان ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب نے اپنی منت کے مطابق ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ بیت اللہ شریف کے فال نکالنے والے سے فال نکلوائی جائے تا کہ جس بچے کا نام نکلے اسے قربان کر دیا جائے۔ قرعہ میں حضرت عبداللہ کا نام نکل آیا۔ اگرچہ یہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے چہیتے اور خوبصورت بیٹے تھے مگر پھر بھی حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

جناب عبداللہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کیلئے حضرت عبدالمطلب نے چُھری منگوائی۔ فرمانبردار بیٹے نے بخوشی اللہ کی رضا کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ لیکن قریش کو جب اِس کا علم ہوا تو دوڑے ہوئے آئے اور انہوں نے جناب عبدالمطلب سے درخواست کی کہ وہ حضرت عبداللہ کو قربان نہ کریں اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ ہم سب مشہور کاہنہ قطبہ کے پاس چلتے ہیں اور وہ جو مشورہ دے اُس پر عمل کرلیا جائے۔

قطبہ ایک بہت ذہین عورت تھی اور مدینہ منورہ کے قریب حجر نامی بستی میں رہتی تھی۔ چنانچہ قریش کے معززین اُس کے پاس پہنچے اور صورتِ حال سے اسے آگاہ کیا۔ اُس نے پوچھا تمہارے ہاں آدمی کی دِیت کیا دی جاتی ہے۔ جناب عبدالمطلب نے فرمایا دس اونٹ۔

اُس نے کہا واپس جا کر دوبارہ فال نکلواؤ کہ عبداللہ کو قربان کیا جائے یا دس

Marfat.com

اونٹوں کو۔ اگر پھر عبداللہ کے نام کی فال نکل آئے تو دس اونٹ بڑھا کر پھر فال نکالنا۔ اسی طرح دس دس اونٹ اُس وقت تک بڑھاتے رہنا جب تک کہ قرعہ اُونٹوں پر نہ نکل آئے۔ جب اونٹوں پر قرعہ نکل آئے تو سمجھنا تمہارا رب راضی ہو گیا۔

چنانچہ مکہ واپسی پر یہی عمل کیا گیا۔ قرعہ ایک سو اونٹوں پر نکلا۔ حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا تین بار قرعہ اندازی کروا گر تینوں بار اونٹوں کے نام کا قرعہ نکلا تو تسلیم کروں گا ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت اسی میں تھی اور تینوں بار قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ سو اونٹ قربان کر دیئے گئے۔

اس وقت سے ایک آدمی کی دیت دس (۱۰) اونٹ کی بجائے سو (۱۰۰) اونٹ قرار پائی۔ اُس وقت جناب عبداللہ کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی۔ جب آپ ۲۴' ۲۵ سال کے ہو گئے تو آپ کے والد کو اپنے لختِ جگر کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اس وقت آپ کا عنفوان شباب تھا۔ حسن و جمال کا مرقع تھے۔ باحیا اور بلند اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پارسائی کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ (مواہب اللدنیا)

حضرت عبداللہ قریش میں ایک تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ان کے دامِ محبت میں اسیر تھیں لیکن آپ کی باحیا آنکھیں جھکیں ہی رہتیں۔ چہرہ انور پر شرم وحیا' شرافت و نجابت کے انوار ضوفشاں تھے۔ حضرت عبداللہ کا چہرہ حسن نور مبین کی کرنوں کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا وہ انہیں کب کسی کی طرف نگاہ اٹھانے کی اجازت دیتا تھا۔ (ضیاء النبی جلد اول)

حضرت عبدالمطلب کی نگاہِ حقیقت شناس نے اپنے نور نظر حضرت عبداللہ کے رشتہ ازدواج کے لیے قریش کے ذیلی قبیلہ بنوزہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی لختِ جگر حضرت آمنہ کا انتخاب فرمایا اور ان کے اہل خانہ سے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کے ساتھ حضرت آمنہ کے رشتہ کی درخواست کی۔ جناب وہب نے بنوہاشم کے

Marfat.com

سرداری اس خواہش کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے حضرت آمنہ کا رشتہ حضرت عبداللہ کو دینا منظور کرلیا اور جلد ہی تقریب نکاح انجام پذیر ہوئی۔

چند ماہ خوشگوار ازدواجی زندگی گزرنے کے بعد حضرت عبداللہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ فلسطین روانہ ہوئے۔ تجارتی مصروفیات سے فراغت پانے کے بعد جب آپ اپنے ساتھیوں کی معیت میں مکہ واپس آنے کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں بیمار ہو گئے۔ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو آپ کی طبیعت مزید خراب ہوگئی اور آپ اپنی دادی سلمیٰ بنت عمرو کے خاندان بنی عدی نجار کے ہاں ٹھہر گئے۔ آپ قریبا ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد وصال فرما گئے۔

یہی حضرت عبداللہ آقائے دوجہاں سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کے والد ماجد تھے۔ ان کے سفر آخرت سے پہلے ازلی نورجو وجہ وجود کائنات اور مسجود ملائیکہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک سے پشت در پشت نیک اور صالح ہستیوں میں بحکم خداوندی منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا وہ اب حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی پیشانی میں پوری آب و تاب کے ساتھ ضوفشاں ہوا۔ یہ عظیم امانت اب حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کے سپرد ہو چکی تھی۔

اہل عرب خشک سالی کی وجہ سے مصائب میں مبتلا تھے مگر نورِ محمدی سیدہ آمنہ کے سپرد ہوتے ہی ریگستان عرب پر گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور ایسی بارش ہوئی کہ سارا علاقہ جل تھل ہوگیا اور کھیتوں میں غلہ افراط سے پیدا ہوا۔

جب حضرت عبداللہ کے انتقال کی خبر مکہ پہنچی تو جناب آمنہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ بہت کم عمری میں بیوہ ہوگئیں۔ مرحوم شوہر کے ترکہ میں صرف پانچ اونٹ، بکریوں کا ریوڑ اور ایک کنیز تھی۔ اب ان کے پیش نظر ایک معصوم بچے کا مستقبل تھا جو ان کے شکم اطہر میں زیر پرورش تھا۔ ترکہ میں ملنے والی ام ایمنؓ (اُسامہ بن زیدؓ کی والدہ)

Marfat.com

تھیں۔حضرت ام ایمن وہ عظیم ہستی تھیں جنہوں نے سیدہ آمنہ طاہرہ کے وصال کے بعد نبی کریم ﷺ کی پرورش بڑی جانفشانی' محبت اور دلی لگاؤ سے کی اور اپنی ساری توجہ حضور ﷺ پر کئے رکھی۔جن کے متعلق آقائے دو جہاں ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری دوسری ماں ہیں۔

واقعہ اصحاب فیل

حضور پُرنور ﷺ کی ولادت سے پچاس یا پچپن روز قبل اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا۔اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں آیا ہے۔ابرہہ یمن کا بڑا سرکش بادشاہ تھا جو ضدی اور بدطینت بھی تھا۔اس نے یمن کے دارالحکومت صنعا میں ایک عظیم الشان گرجا گھر تعمیر کرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ کعبہ کا طواف کرنے کیلئے نہ جائیں بلکہ اس گرجا گھر کی طرف آئیں۔وہ کعبہ کی مرکزیت کو ختم کرنا چاہتا تھا مگر اپنی تمام تدابیر کے باوجود وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا۔چنانچہ اس نے کعبتہ اللہ کو مسمار کرنے کیلئے فوج کشی کا فیصلہ کیا۔

۵۷۰ء یا ۵۷۱ عیسوی کا زمانہ تھا کہ ابرہہ ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل فوج لے کر مکہ کے قریب وجوار میں پہنچ گیا۔اس فوج میں قوی ہیکل ہاتھی بھی تھے۔ابرہہ کے فوجی مکہ کے اطراف میں پھیلے ہوئے قریش کے مویشیوں کو پکڑ کر لے گئے،ان میں حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے دوسو اونٹ بھی تھے۔ابرہہ نے اپنے ایک سفارت کار کے ذریعہ مکہ کے سردار کو بات چیت کرنے کیلئے بلایا۔حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب اس وقت سب سے بڑے اور بااثر سردار تھے'وہ اہل مکہ کی جانب سے چند رؤسا کے ساتھ ابراہہ کے پاس گئے۔اللہ تعالیٰ نے جناب عبدالمطلب کو بے مثال حسن و جمال،عظمت و ہیبت' وقار اور دبدبہ عطا فرمایا تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص

Marfat.com

مرعوب ہو جاتا تھا۔ ابرہہ بھی جناب عبدالمطلب کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا' آپ کی انتہائی تعظیم کی اور تخت سے اُتر کر اُن کو اپنے برابر بٹھایا اور کہا:

''میں آپ سے لڑنے کیلئے نہیں آیا ہوں بلکہ اُس گھر کو مسمار کرنے کیلئے آیا ہوں۔ اگر آپ لوگ میرے راستہ میں رکاوٹ نہ بنے تو میں کعبہ گرا کر چلا جاؤں گا''

جناب عبدالمطلب نے جواب دیا یہ اللہ کا گھر ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا میں تو اپنے اونٹ واپس لینے کیلئے آیا ہوں جس کا میں مالک ہوں۔

ابرہہ نے غصہ سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا!

اُس گھر کا رب اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا اور میں اسے مسمار کئے بغیر نہ لوٹوں گا۔

جناب عبدالمطلب نے فرمایا! آپ جانیں اور اس گھر کا رب جانے یہ کہہ کر اُٹھ آئے۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے۔

واپس مکہ آ کر جناب عبدالمطلب نے قریش اور اہل مکہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں نکل جائیں۔ تاکہ آپ سب بربادی سے بچ جائیں۔ جناب عبدالمطلب چند قریشیوں کو ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے۔ اُس وقت نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بشکل ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا یہاں تک کہ اُس کی شعائیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ جناب عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ چلو یہ نُور اس طرح جو میری پیشانی میں چمکا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔ (نشر الطیب صفحہ ۲۱)

بعد ازاں خود چند سردارانِ قریش کو لے کر کعبہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور کعبہ معظمہ کا دروازہ پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر صمیم قلب سے یوں عرض کرنے لگے:

''اے اللہ! بندہ اپنے گھر کی جس طرح حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما تاکہ دشمنوں کا عقیدہ اور چاہتیں تیری حکمت پر غالب نہ آنے پائیں۔ اے

Marfat.com

میرے رب! میں تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں رکھتا' اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔ اپنی بستی کو تباہ ہونے سے بچا۔"

جب ابرہہ نے مکہ میں داخل ہونے کیلئے ہاتھیوں سمیت پیش قدمی شروع کی تو اچانک بڑا ہاتھی جس کا نام محمود تھا' بیٹھ گیا اور وہ ایک انچ آگے نہ بڑھا۔ اسی اثناء میں یکا یک چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول کے غول نظر آئے، ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں جو لشکر پر برسنے لگیں۔ جس پر وہ کنکریاں گرتی تھیں وہ ختم ہو جاتا تھا۔

یہ بڑا خوفناک منظر تھا۔ ابرہہ کے لشکریوں کی یہ حالت تھی کہ وہ سب کے سب حواس باختہ ہو کر جس کا منہ جدھر اُٹھا بھاگ کھڑا ہوا لیکن کسی کیلئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ ابرہہ اور اس کا لشکر ذلت آمیز حالت میں ہلاک ہو گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی۔

❀❀❀❀

Marfat.com

ظہورِ قدسی

حضرت عبداللہ کے نکاح کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں قیام پذیر ہوئیں۔ جب سرکار دو عالم سید الانبیاء ﷺ کا نُور حضرت عبداللہ کی جبیں مقدس سے جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کو منتقل ہو چکا تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُن کو خواب میں بشارت دی گئی کہ اس امت کے سردار کا مقدس نور آپ کے سپرد ہو چکا ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو اُن کا نام ''محمد'' رکھنا۔ (سیرت ابن ہشام)

یہ اس بات کی بشارت تھی کہ جس ہستی کا ظہور ہونے والا ہے وہ بالیقین غیر معمولی صفاتِ و برکات کی مالک ہوگی۔ یہ گمان اُس وقت پختہ ہوگیا جب خواب میں جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ آپ کے شکم میں اس امت کا سردار ہے، جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام ''محمد'' (ﷺ) رکھنا۔

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت جمہور امت کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے روز صبح صادق کے وقت ہوئی۔ جب آپ ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اس وقت جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ شفاء موجود تھیں۔

عثمان بن ابی العاص کی والدہ فرماتی ہیں کہ اُس وقت جدھر نظر جاتی تھی، نُور کا لامتناہی سلسلہ نظر آتا تھا اور آسمان کے ستارے نیچے کی طرف جھکتے اور زمین کے قریب ہوتے دکھائی دیتے تھے۔ دریں اثنا آپ ﷺ کا مقدس نور ظاہر ہوا جو چاروں

Marfat.com

طرف پھیل گیا ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی پیدائش کی رات اتنی روشن تھی کہ مکہ کے دروازوں سے لے کر شام تک کا سارا علاقہ جگمگانے لگا۔ مکہ اور شام ہی نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُور ہر جگہ پھیل گیا۔

ولادت باسعادت کے وقت محیر العقول واقعات رونما ہوئے جن میں ایوانِ قصریٰ کے محل میں زلزلہ آنا اور اس کے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ بحیرہ سادہ کا خشک ہو جانا اور آتش کدہ فارس جس میں ایک ہزار سال سے آگ جل رہی تھی اُس کا بجھ جانا شامل ہے۔ حضور ﷺ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ شکمِ مادر سے ہی قلبی، فکری اور جسدی آلودگیوں سے پاک اور معصوم پیدا ہوئے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وصف کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی آپ ﷺ تمام عیوب سے مبرا پیدا کیے گئے گویا کہ آپ ﷺ اپنی چاہت کے مطابق پیدا ہوئے۔

ایسے ہی خوبصورت خیالات کا اظہار ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم نور مجسم فخر آدم بنی آدم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں، آپ کی شان میں کہے گئے اپنے چند اشعار میں کیا جنہیں سن کر آقائے نامدار ﷺ بہت خوش ہوئے:

وَ مُبَرَّءٌ مِّنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَ دَاءٍ مُّغْيَلٍ

Marfat.com

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ بُرُوْقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

یعنی وہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں' ان کے روشن چہرے پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ نورانی اور روشن بجلی چمک رہی ہے۔

(رحمتہ اللعالمین' جلد ۳ 'بحوالہ خصائص الکبریٰ' جلد اول' صفحہ ۳۵)

بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن صبح کے وقت مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود! احمد (ﷺ) کا ستارہ آج شب طلوع ہو گیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی مکہ میں رہائش پذیر تھا، جب وہ رات آئی جس شب میں آپ ﷺ کا ظہور قدسی ہوا، صبح کے وقت اس یہودی نے کہا اے گروہ قریش! کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ کہنے لگا کہ دیکھو! کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشان ہے (جسے مہر نبوت کہتے ہیں)۔ چنانچہ قریش نے اس یہودی کی بات سن کر تحقیق کی تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے جس کو محمد (ﷺ) کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب اس یہودی کو لوگوں نے آ کر بتایا تو وہ سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا: ہائے افسوس آج بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ اے گروہ قریش سن لو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔''

(نشر الطیب بحوالہ فتح الباری' ضیاء النبی جلد دوم'')

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں:

Marfat.com

''میں اس رات کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سر کے بل گرے پڑے ہیں اور دیوارکعبہ سے یہ آواز آرہی تھی۔''

وُلِدَ الْمُصْطَفٰى وَ الْمُخْتَارُ الَّذِىْ تَهْلِكُ بِيَدِهِ الْكُفَّارُ وَ يَطْهُرُ وَ يَطْهُرُ وَ يَطْهُرُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَ يَأْمُرُ بِعِبَادَةِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ

مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوئے، ان کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کا حکم دیں گے جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

(ضیاءالنبی جلد دوم صفحہ ۳۲)

مقبولیتِ دعائے خلیل

جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی بنیادیں اُٹھا چکے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں پرسوز انداز میں التجا فرمائی تھی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ (البقرہ: آیت ۱۲۹)

اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے، تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کردے انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں دعائے اسماعیل و ابراہیم علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے دادا سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا خواب ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف فضائل سید المرسلین)

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے عظیم فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جس عطا کو طلب کیا تھا، اُس کا مدعا یہ تھا کہ اے باری تعالیٰ ان میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ارشاد ہوا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ﴿۲﴾

(سورہ الجمعۃ: ۲)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سُناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

یعنی وہی تو ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں سناتا ہے اور اُن کی زندگی کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم اور

Marfat.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس نعمت کی خواہش کی تھی وہ اللہ نے رسول کریم ﷺ کی شکل میں بنی نوع انسان کو عطا کر دی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے اکلوتے فرزند تھے۔ حضرت عبداللہ کا انتقال آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا۔

چنانچہ قرآن مجید اس بات کی تصدیق ان الفاظ میں کرتا ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾ (الضحیٰ:٦)

کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت پر آپ کے اہل خانہ بہت خوش تھے۔ جناب عبدالمطلب کی خوشی اس وجہ سے بھی تھی کہ آپ اُن کے سب سے چہیتے خوبرو اور خوش خصال فرزند کی نشانی تھے۔ جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا عقیقہ ساتویں روز کیا اور تمام قریش کو دعوت میں مدعو فرمایا۔ قریش کے معززین نے آپ سے اس موقع پر پوچھا کہ جس بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں آپ نے یہ اہتمام کیا ہے اُس کا نام ہمیں بتائیں۔ جناب عبدالمطلب نے فرمایا میں نے اُس کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے۔

سردارانِ قریش نے کہا یہ تو آپ کے خاندان کے ناموں سے بالکل مختلف ہے۔

جناب عبدالمطلب نے جواباً فرمایا:

میری آرزو ہے کہ میرا یہ بچہ آسمانوں اور زمین میں سب سے زیادہ تعریف کیا جانے والا ہو۔

ایک روایت کے مطابق حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی والدہ کو خواب میں آپ

Marfat.com

کا نام احمد (ﷺ) رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے خود فرمایا: اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ یعنی میرا نام محمد بھی ہے اور میرا نام احمد بھی ہے۔

حضور ﷺ کا زمانہ رضاعت

ولادت کے بعد سب سے پہلے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم نُورِ مجسم ﷺ کو دودھ پلایا پھر یہ شرف ثویبہ کو حاصل ہوا۔ ثویبہ ابولہب کی کنیز تھی۔ اُس نے ہی سب سے پہلے ابولہب کو حضور ﷺ کی ولادت کی خبر دی اور اُس نے اپنے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ کے ہاں بیٹے کی ولادت کی خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔ ثویبہ کے قبول اسلام پر متعدد اہل سیر متفق ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بعض محدثین نے ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

ثویبہ کے علاوہ متعدد خواتین نے بھی حضور اکرم ﷺ کو زمانہ رضاعت میں دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی جن میں خولہ بنت منذر ام ایمن اور حلیمہ سعدیہ شامل ہیں۔ ان میں سے حضرت حلیمہ سعدیہ کو سب سے زیادہ یہ شرف حاصل ہوا جو قریباً دو سال کا عرصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو رضاعی والدہ ہونے میں بہت زیادہ شہرت ملی۔ اکثر محدثین اور اہل سیر لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہ اور اُن کے شوہر نے اسلام قبول کیا اور درجہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ امام ابن جوزی اپنی تصنیف "الوفا" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اعلانِ نبوت کے بعد آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حلیمہ سعدیہ اور اُن کے شوہر حاضر ہوئے اور دونوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی۔ (بحوالہ "حضور کی رضاعی مائیں")

حافظ ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو جس خاتون نے بھی دودھ پلایا' وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ (زرقانی)

Marfat.com

اس زمانہ میں دستور تھا کہ عرب کے لوگ اپنے بچوں کو قریبی دیہات میں بھیج دیتے تھے۔ اس طرح دیہات کی صاف ستھری آب و ہوا میں بچوں کی جسمانی صحت بہت اچھی ہو جاتی تھی اور وہ صحیح عربی زبان سیکھ جاتے۔ قبیلہ بنی سعد کی عورتیں بچوں کو دودھ پلانے اور صحیح عربی زبان بولنے میں خاص شہرت رکھتی تھیں۔

قبیلہ ہوازن کے علاقہ میں سخت قحط سالی تھی' جانور سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے' دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔ گزر بسر بھی مشکل ہوتی تھی۔ ان حالات میں بنی سعد بن بکر کے چند گھرانوں کی عورتوں اور مردوں نے مکہ کے معزز ین گھرانوں سے رضاعت کیلئے بچوں کو لانے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح انہیں معقول معاوضہ ملنے کی اُمید تھی۔

نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد یہ خواتین مکہ میں آئیں اور ان آنے والیوں میں جناب حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ یہ خواتین گھر گھر گئیں اور اپنی پسند کے بچے لے کر واپس ہو گئیں۔ ان میں سے اکثر عورتوں نے یہ سوچ کر کہ حضور ﷺ یتیم ہیں' اُن کی طرف توجہ نہ دی۔ چونکہ سب کو معلوم تھا کہ یتیم بچہ ہے اور وہ بھی غریب ماں کا، اس لیے نہ تو معقول معاوضہ ملنے کی توقع ہے اور نہ ہی بہتر حسنِ سلوک کی اُمید۔ شروع میں حلیمہ سعدیہ نے بھی ایسا ہی سوچا۔ قافلہ میں آنے والی سبھی عورتیں بچے لانے میں کامیاب ہو گئیں مگر حلیمہ سعدیہ کی غربت اور خستہ حالی دیکھ کر رؤسا عرب میں کوئی بھی اپنا بچہ انہیں دینے کو تیار نہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں خالی ہاتھ واپس گاؤں نہ جاؤں گی۔ میں اس یتیم بچے کو ہی لے آتی ہوں، کم از کم خالی گود تو واپس نہ جاؤں۔ جناب حلیمہ سعدیہ کے خاوند حارث بن عبداللہ نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ ممکن ہے اللہ اسی میں ہمارے لئے بہتری کے اسباب پیدا فرما دے۔

چنانچہ جب حلیمہ سعدیہ پھر مکہ پہنچیں تو انہیں حضرت عبدالمطلب ملے' انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ جناب حلیمہ سعدیہ نے کہا کہ میں بنی سعد کی ایک خاتون

Marfat.com

ہوں ۔انہوں نے نام پوچھا تو کہا حلیمہ سعدیہ،یہ سُن کر حضرت عبدالمطلب خوشی سے مسکرانے لگے اور فرمایا: واہ واہ! سعد اور حلم ۔کیا کہنا وہ دو خوبیاں ہیں جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور عزت ہے ۔ پھر فرمایا! میرا ایک یتیم پوتا ہے،کسی نے اس کے یتیم ہونے کی وجہ سے اُسے قبول نہیں کیا۔آپ اس یتیم بچہ کو لینے کیلئے تیار ہیں؟

حضرت حلیمہ نے کہا کہ وہ بچہ مجھے دیجئے،میں اس کو دودھ پلانے کیلئے تیار ہوں ۔اُس وقت آپ ﷺ کپڑوں میں ملبوس سبز رنگ کے بچھونے پر سو رہے تھے ۔آپ کے جسم اقدس سے خوشبو کے حُلے پھوٹ رہے تھے اور چہرہ مبارک دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ چنانچہ حلیمہ سعدیہ کی نظر جب حضور ﷺ کے نُورانی چہرہ پر پڑی تو وہ فریفتہ ہو گئیں ۔ان کے دل میں حضور نبی مکرم ﷺ کی محبت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے حضور کو دودھ پلانے کی غرض سے گود لے لیا اور اپنی دائیں چھاتی پیش کی ۔حضور نے اس سے سیر ہو کر دودھ پیا، پھر جناب حلیمہ سعدیہ نے بائیں چھاتی پیش کی مگر آپ ﷺ نے اس طرف رغبت نہ فرمائی۔

جناب حلیمہ سعدیہ حضور اکرم ﷺ کو لے کر اپنے قافلے میں آئیں ۔اُن کی اونٹنی جو بہت کم دودھ دیتی تھی،اب حضور اکرم ﷺ کی برکت سے اُس کے تھن دودھ سے بھر گئے ۔جناب حلیمہ سعدیہ اور اُن کے شوہر نے پہلی بار سیر ہو کر دودھ پیا۔ جناب حلیمہ سعدیہ کا شوہر حضور ﷺ کی یہ برکتیں دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم حلیمہ تو نے بڑا ہی برکت والا بچہ لیا ہے۔

جناب حلیمہ سعدیہ جب اپنے گھر سے دوسری عورتوں کے ساتھ بچے لینے کیلئے مکہ روانہ ہوئی تھیں تو اُن کی سواری جس پر وہ سوار ہو کر آئی تھیں ،بہت ہی کمزور تھی اور کمزوری کے سبب تیز نہ دوڑ سکتی تھی اور وہ سب سے پیچھے رہتی تھی ۔مگر جب رحمت عالم ﷺ کو لے کر واپس روانہ ہوئیں تو وہ سواری جو پہلے قافلے میں سب سے پیچھے رہ جاتی

Marfat.com

تھی، اس قدر تیز چلنے لگی کہ دوسری سواریاں اس کی گرد راہ کو نہ پہنچتی تھیں۔ جہاں جہاں سے آپ کی سواری گزرتی، وہاں وہاں سبزہ اُگ جاتا، پتھر آپ کو سلام عرض کرتے، درخت اپنی ٹہنیوں سمیت جھک جاتے۔ (تفسیر المظہری)

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب ہم اپنے گھر پہنچے تو قحط کا زمانہ تھا، گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن حضور ﷺ کے گھر آتے ہی میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ میری بکریاں خوب پیٹ بھر کر چارہ کھا کر آتیں تھیں اور دودھ بھی خوب دیتی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا۔ دوسرے لوگوں کے ریوڑ بھوکے واپس آتے اور دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ ہوتا۔ وہ لوگ اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے تو ہماری بھیڑ بکریاں وہاں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ چراگاہ کی بات نہیں بلکہ حضور ﷺ کی برکتیں ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب تک ننھے حضور ﷺ میرے گھر میں قیام پذیر رہے، مجھے رات کو چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھی کہ بکریوں کا ایک ریوڑ میرے قریب سے گزرا، اُن میں سے ایک بکری آگے آئی اور حضور ﷺ کو سجدہ کیا اور سرِ مبارک کو بوسہ دیا، پھر بھاگ کر دوسری بکریوں میں مل گئی۔ آپ ﷺ کے جھولے کو فرشتے جھلاتے رہے۔ (تفسیر المظہری)

جب مدت رضاعت کے دو سال پورے ہو گئے تو آپ ﷺ کی صحت اتنی اچھی تھی کہ آپ اپنے ہم عمروں میں سب سے زیادہ توانا اور بڑے معلوم ہوتے تھے۔ جناب حلیمہ سعدیہ اس عالی وقار اور بلند صفات بچے کو اپنے آپ سے جدا کرنے کو ہرگز تیار نہ تھیں۔ وہ اپنے حقیقی بیٹے عبداللہ سے بھی زیادہ آپ ﷺ سے پیار کرتیں۔ جب آپ ﷺ کو لے کر حلیمہ سعدیہ جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئیں تو سیدہ آمنہ

Marfat.com

اپنے لختِ جگر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور حلیمہ سعدیہ کو بے شمار تحائف دیئے۔ جناب آمنہ اب مزید جُدائی کیلئے راضی نہ تھیں مگر اتفاق سے اس سال مکہ مکرمہ میں وبائی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔

جناب حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے وبائی بیماری، جو مکہ میں پھیلی ہوئی تھی، کا بہانہ کر کے جناب سیدہ آمنہ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مکہ کی خراب آب وہوا میرے اس چاند کو گزند نہ پہنچا دے لہٰذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضور ﷺ کو کچھ مزید مدت کیلئے میرے پاس رہنے دیں۔

جناب حلیمہ سعدیہ کا اصرار اور جذبہء محبت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل میں گھر کر گیا اور آپ نے حضور ﷺ کو واپس لے جانے کی اجازت دے دی۔ حلیمہ سعدیہ پھر حضور کو اپنے گھر لے آئیں۔ جناب حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ بچپن میں حضور ﷺ نے کبھی عام بچوں کی طرح بستر پر پیشاب وغیرہ نہیں کیا بلکہ ایک مقررہ وقت پر حاجات ضروریہ سے فارغ ہوتے۔ جب آپ ﷺ نے چلنا شروع کیا تو باہر نکل کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتے مگر خود کھیل کود میں شریک نہ ہوتے۔

ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک روز آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ چراگاہ میں چلے گئے۔ وہاں اچانک دو سفید پوش نورانی چہروں والے آئے اور آپ ﷺ کو اُٹھا کر پہاڑی کی طرف لے گئے۔ یہ منظر دیکھ کر جناب حلیمہ سعدیہ کا بیٹا دوڑتا ہوا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہنے لگا' اماں میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑوں والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور سینہ چاک کیا، میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سُن کر جناب حلیمہ سعدیہ اور اُن کے خاوند گھبرا کر دوڑتے ہوئے چراگاہ کی طرف گئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ اطمینان سے کھڑے ہیں۔ قریب پہنچے تو مشکبار خوشبو نے ان کا خیر مقدم کیا۔ جناب حلیمہ سعدیہ نے دوڑ کر آپ ﷺ کو اپنے

Marfat.com

سینے سے لگا لیا اور حقیقت حال دریافت فرمائی۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں میں نے پوچھا بیٹا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور مجھ کو یہاں اُٹھا لائے اور میرا سینہ چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور میرے دل کو پہلو سے نکال کر انہوں نے ایک سونے کے طشت میں رکھ کر آب زم زم سے دھویا' پھر اسے ایمان اور حکمت سے بھر دیا اور اُٹھا کر اسے میرے پہلو میں رکھ دیا اور میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور آسمان کی طرف پرواز کر گئے لیکن مجھے ذرہ بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ جناب حلیمہ سعدیہ نے قمیص کا دامن اُٹھا کر آپ ﷺ کا سینہ مبارک دیکھا زخم کا کوئی نشان تھا۔

جناب حلیمہ سعدیہ حضور اکرم ﷺ کو فوراً گھر لے آئیں اور شوہر سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا مجھے خوف ہے کہ محمد ﷺ کو کچھ نقصان نہ پہنچے، اب مناسب تو یہی ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس ہی مکہ پہنچا دیا جائے۔

والدہ کی آغوش میں

حضرت حلیمہ سعدیہ اور اُن کا خاوند اپنی پہلی فرصت میں ننھے حضور اکرم ﷺ کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے۔ سیدہ آمنہ نے اُن کو دیکھ کر حیرانگی سے پوچھا: حلیمہ تم کیسے اسے واپس لے آئی ہو تم نے تو اسے اپنے پاس رکھنے کیلئے بڑا اصرار کیا تھا۔ جناب حلیمہ سعدیہ نے گھبراتے ہوئے تمام واقعہ کہہ سُنایا اور اس خدشے کا اظہار کیا کہ بچے کو شاید آسیب کا اثر نہ ہو گیا ہو۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فوراً فرمایا میرے بچے کو کچھ نہیں ہوا۔ حلیمہ تمہیں اس بچے کے معاملہ میں شیطان کا ڈر ہے؟ خدا کی قسم شیطان اس کے قریب نہیں آسکتا۔ یہ تو پیدائش کے وقت ہی سے ایسا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو پیدائش کے زمانے کے بڑے عجیب و غریب واقعات سُنائے۔ اس کے بعد

Marfat.com

جناب حلیمہ سعدیہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئیں اور ننھے حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ رہنے لگے۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا بچپن تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ ﷺ کو اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ حضرت امِ ایمن وہ خوش قسمت کنیز تھیں جو حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کو ترکہ میں ملی تھیں۔ وہ بھی ننھے حضور ﷺ کی مکمل دیکھ بھال فرمایا کرتی تھیں اور انہیں کبھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھیں۔ حضور ﷺ بھی اُن کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سفرِ مدینہ منورہ

حضور اکرم ﷺ چھ سال کے ہوئے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے سسر جناب عبدالمطلب سے اجازت لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوئیں۔ اس سفر میں اُن کے ساتھ آپ کی کنیز اُمِ ایمن بھی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مقصد اپنے شوہر سیدنا عبداللہ کی قبر کی زیارت کرنا تھا جو مدینہ میں دفن تھے۔ یہ مختصر سا قافلہ مدینہ منورہ میں حضرت عبدالمطلب کے ننھال بنو عدی نجار کے ہاں ٹھہرا اور قریباً ایک ماہ وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران آپ ﷺ نے بنو عدی نجار کے تالاب میں تیرنے میں مہارت حاصل کی۔

امِ ایمن بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہودیوں کو جو حضور ﷺ کو دیکھنے کیلئے آتے تھے، انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ هُوَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهٰذِهٖ دَارُ هِجْرَتِهٖ یعنی اس امت کے یہ نبی ہیں اور یہ جگہ آپ کا دارِ ہجرت ہے۔

یہودیوں کی ان باتوں کو جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے سُنا تو مدینہ منورہ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے ننھے لختِ جگر (حضور اکرم ﷺ) کو

Marfat.com

لے کرام ایمن کے ساتھ اپنے شوہر جناب عبداللہ کی قبر کی زیارت کی اور براستہ آبواء مکہ کرمہ طرف روانہ ہوگئیں۔ جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو وہ مکان بھی دکھایا جس میں حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تھا۔ مختصر قافلہ اَبواء نامی بستی کے قریب پہنچا تھا کہ اچانک سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں اور اَبواء کے مقام پر جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان میں واقع تھا آپ کا انتقال ہوگیا اور اُنہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دادا کی کفالت میں

حضرت ام ایمن، حضور اکرم ﷺ کو لے کر مکہ پہنچیں اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو حالات و واقعات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ دادا ہمیشہ ہی سے آپ ﷺ کو بہت عزیز رکھتے تھے، لیکن جب حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا تو آپ ﷺ کے دادا کا پیار اور زیادہ بڑھ گیا۔ وہ آپ ﷺ کا ہر طرح سے خیال رکھتے اور اپنی اولاد سے زیادہ آپ ﷺ کو چاہتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب بڑے رعب و دبدبہ کے مالک تھے۔ قریش کا کوئی شخص آپ کے مقابل کھڑا نہ ہوسکتا تھا۔ خود اُن کے بیٹوں میں سے بھی کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ کعبہ معظمہ میں اُن کی نشست پر بیٹھ سکے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ جب تشریف لاتے تو بلاجھجک اپنے مکرم و محترم دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کیلئے آگے چلے جاتے۔ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے ایک چچا نے آپ ﷺ کو آگے جانے سے روکنا چاہا تو جناب عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے بچے کو مت روکو' اسے آگے آنے دو۔ خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہوگی۔

حضور ﷺ کے دادا جان ہمیشہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ بٹھاتے اور پیار سے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے۔ حضور ﷺ کی معصوم اداؤں کو دیکھ کر خوشی

Marfat.com

سے پھولے نہ سماتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ اپنے دادا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب ابوطالب فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو مُدلج کے قیافہ شناسی میں مہارت رکھنے والے چند افراد وہاں آ گئے۔ انہوں نے حضور پاک ﷺ کو بڑے غور سے دیکھا اور حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگے کہ اس بچے کی خصوصی حفاظت کرنا کیونکہ اس مبارک بچے کے قدموں کے نشان مقام ابراہیم کے نشان قدم سے ملتے ہیں اور ہم نے آج تک کوئی نشانِ قدم ایسا نہیں دیکھا جو مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانِ قدم سے اس قدر ملتا ہو۔

شفیق اور مہربان دادا کا وصال

حضرت عبدالمطلب سرورِ دو عالم ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی عمر مبارک ابھی آٹھ سال ہی کی ہوئی تھی کہ شفیق و مہرباں دادا جان کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ جناب عبدالمطلب نے وصال سے پہلے اپنے بیٹے حضرت ابوطالب کو بلایا اور حضور ﷺ کی نگہداشت اُن کے سپرد فرمائی۔ حضرت ابوطالب عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔

سیدِ دو عالم ﷺ اور حضرت ابوطالب

حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق سرورِ دو عالم ﷺ کی نگہداشت کی سعادت حضرت ابوطالب کے حصہ میں آئی۔ اگرچہ حضرت ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور آپ کثیر العیال بھی تھے لیکن اس کے باوجود آپ اپنے بچوں سے بھی زیادہ حضور ﷺ سے پیار کرتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ سُلاتے، جہاں جاتے ساتھ لے جاتے۔ کھانے کے وقت آپ ﷺ کو شریک کئے بغیر کھانا نہ کھاتے اور ایک پَل کیلئے بھی اپنی نظروں سے دور نہ ہونے دیتے۔ فاطمہ بنت اسد حضرت ابوطالب کی زوجہ تھیں۔ وہ بھی حضور ﷺ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

Marfat.com

آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں (طالب، عقیل، جعفر اور علی) پر ترجیح دیتی تھیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چچی کی محبت اور شفقت کو ہمیشہ یاد رکھا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد یہی (فاطمہ بنت اسد) میری ماں تھیں۔

حضورانور ﷺ کا پاکیزہ بچپن

حضرت ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی وقت جھوٹ بولا ہو یا کسی کو دھوکہ دیا ہو۔ آپ نے کبھی کسی کو تکلیف پہنچائی اور نہ ہی کبھی برے بچوں کی صحبت اختیار ہو۔ آپ ﷺ نے کبھی خلافِ تہذیب بات نہیں کی۔ آپ ﷺ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے۔

بچپن میں شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کعبہ کی دیوار کی مرمت کی جا رہی تھی، بچے اپنے تہبند اتار کر کندھوں پر رکھ کر پتھر لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی اپنے چچا کے کہنے پر ایسا کرنا چاہا تو حیا کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اہل مکہ کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ حضورِ انور ﷺ قریش کے دوسرے بچوں سے بالکل مختلف ہیں۔ کیونکہ وہ کسی کھیل تماشے میں دوسرے بچوں کی طرح شمولیت نہ فرماتے۔ لڑکپن ہی سے حضور ﷺ کی شخصیت پُر وقار تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت اللہ تعالیٰ خود ہی فرما رہا تھا۔ آپ ﷺ جب شکم مادر میں تھے تو والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ ابھی چھ سال ہی کے ہوئے تو والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ آٹھ سال کی عمر میں مہربان اور شفیق دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اس میں منشاءِ الٰہی شاید یہ تھی کہ جس منصب پر آپ ﷺ کو فائز کیا جانا تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ ہر قسم کے ظاہری اور دنیوی سہاروں سے آپ ﷺ کو بے نیاز کر دیا جائے۔

Marfat.com

ابن عساکر میں روایت ہے کہ ایک بار مکہ معظمہ میں لوگ سخت قحط سالی میں مبتلاء تھے۔قریش حضرت ابوطالب کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا کہ آپ چلیں اور بارش کی دعا مانگیں۔حضرت ابوطالب اپنے ساتھ حضور ﷺ کو لے کر خانہ کعبہ کے قریب گئے اور آپ ﷺ کی پشت خانہ کعبہ سے لگا کر آپ کو کھڑا کر دیا اور آپ ﷺ کے توسل سے بارش کیلئے دعا کی۔اس وقت آسمان پر بادل کا نشان تک نہ تھا۔حضور ﷺ نے بھی اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اُٹھائی۔آپ ﷺ کا انگلی سے اشارہ کرنا ہی تھا کہ ہر طرف سے بادل آنا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوب مینہ برسا یہاں تک کہ سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

حضور ﷺ کا بکریاں چرانا

حضور ﷺ نے بچپن میں بکریوں کی گلہ بانی بھی فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔میں نے بھی اجرت پر بکریاں چرائی ہیں۔(بخاری شریف)

ایک دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں:''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں' صحابہ کرام نے استفسار فرمایا کیا کہ آپ نے بھی اے اللہ کے رسول۔فرمایا ہاں میں نے بھی۔''

جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس قبیلہ بنو سعد میں رہتے تھے' تو اس وقت آپ ﷺ کا رضاعی بھائی (جناب حلیمہ سعدیہ کا بیٹا) جو عمر میں آپ ﷺ سے بڑا تھا' اپنی بکریاں چرانے جنگل کی طرف لے جایا کرتا تھا تو کبھی کبھی حضور ﷺ بھی اس کے ساتھ چلے جاتے تھے۔

Marfat.com

جب مکہ میں آپ ﷺ حضرت ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے تو چچا کی کمزور مالی حالت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے حضرت ابوطالب کا بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے آپ ﷺ نے اُجرت پر بکریاں بھی چرائیں۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک قریبا ۱۰۔ ۱۲ سال کے لگ بھگ تھی۔

❁❁❁❁

Marfat.com

سفرِ شام

حضور ﷺ کی عمر مبارک قریباً ۱۲ سال تھی کہ حضرت ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جانے کا قصد کیا۔ جب آپ ﷺ نے چچا حضرت ابوطالب کو عازم سفر ہوتے دیکھا تو اُن سے لپٹ گئے اور اصرار کیا کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ کیونکہ میری نہ ماں ہے اور نہ باپ' آپ مجھے کس کے پاس چھوڑے جارہے ہیں؟ اس جملہ نے حضرت ابوطالب پر ایسا اثر کیا کہ وہ آپ ﷺ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے۔

جب قافلہ بُصریٰ پہنچا تو وہاں عیسائیوں کی خانقاہ کے پاس شب بسری کیلئے قیام کیا۔ اُس خانقاہ میں بُحیریٰ نامی ایک راہب بھی رہتا تھا جو تورات اور انجیل کا بہت بڑا عالم تھا۔ جب وہ باہر نکلا تو اُس نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک اونٹ ایسا ہے جس کے سوار پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔

بُحَیریٰ نامی راہب نے آپ ﷺ کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ سارے جہان کا سردار ہے۔ رب العالمین کا رسول ہے۔ اللہ اس کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ قافلہ والوں نے پوچھا آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ جس وقت یہ گھاٹی پر چڑھے تو کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر سجدے میں گر پڑے۔

بُحَیریٰ راہب نے آپ ﷺ سے چند سوالات کئے' آپ ﷺ کے

Marfat.com

جوابات سُن کر اُس نے حضرت ابوطالب سے پوچھا آپ کا یہ کیا لگتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

بُحَیْرِیٰ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا کہ اس بچے کو میرے حساب سے یتیم ہونا چاہیے۔

حضرت ابوطالب نے کہا بے شک یہ یتیم ہے اور میرے بھائی کا بیٹا ہے۔

بُحَیْرِیٰ نے پوچھا اس بچے کے باپ کو کیا ہوا تھا؟

حضرت ابوطالب نے کہا کہ میرا بھتیجا ابھی پیدا نہیں ہوا تھا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا۔

بُحَیْرِیٰ نے کہا کہ بے شک تم نے سچ کہا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنے بھتیجے کو فوراً واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اسے بچاؤ۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس میں وہ نشانیاں دیکھ لیں جو میں دیکھتا ہوں تو وہ اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے کیونکہ تمہارا یہ برکت والا بھتیجا عظیم شخصیت کا مالک ہے۔

بُحیریٰ کی پیشین گوئی سے حضرت ابوطالب بہت فکر مند ہو گئے اور جلد ہی تجارتی کام ختم کر کے وطن واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

حربِ فجار

اہل عرب ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے چار مہینوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان مہینوں میں لڑنا گناہ سمجھا جاتا تھا۔ ان ایام میں نیزوں سے برچھیاں اُتار لی جاتی تھیں اور تلواریں نیام میں رہتی تھیں۔ اگر کبھی مجبوراً ان مہینوں میں لڑائی کی صورت بن جاتی تو عرب اُسے حَرْبِ فُجَار یعنی گناہ کی لڑائی کہتے۔

حضور پُرنور ﷺ کی عمر مبارک اس وقت قریباً ۲۰ سال کی تھی جب بنو ھوازن کے ایک سردار عروہ نے فرمانروائے حیرہ، نعمان بن منذر کے تجارتی قافلہ کو اپنی امان میں لے لیا تاکہ وہ اپنا سامان عکاظ کے بازار میں لے جائے۔ یہ بات بنی کنانہ والوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے موقع پا کر عروہ کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد دونوں قبائل آمنے سامنے آ گئے اور جنگ شروع ہوگئی۔ قریش اس جنگ میں حق پر تھے۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ بھی اپنے چچا کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوئے مگر آپ ﷺ نے کسی پر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ آپ صرف اپنے چچا کو ترکش سے تیر نکال کر دیتے رہے۔ اس لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری رہا اور جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ چونکہ یہ لڑائی رجب کے مہینہ میں ہوئی جسے محترم سمجھا جاتا تھا اس لئے یہ لڑائی حربِ فجار کے نام سے منسوب ہوئی۔

یہ جنگ ختم ہوئی تو صلح پسند لوگوں نے ایک اصلاحی تحریک چلائی تاکہ روز روز کی بدامنی اور لوٹ مار ختم ہو کیونکہ ان حالات میں کوئی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھتا تھا۔

Marfat.com

حلف الفضول

آخر کار بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو اسد، وغیرہ ان قبیلوں کے بڑے بڑے سردار عبداللہ بن جُدعان کے گھر جمع ہوئے۔ حضور ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے تجویز پیش کی کہ حالات کو درست رکھنے کیلئے کوئی معاہدہ ہونا چاہیے۔ اس اجلاس کے سبھی شرکاء نے حلف اٹھا کر عہد کیا:

۱۔ ہم عرب سے بدامنی دور کریں گے۔

۲۔ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

۳۔ غریبوں کی امداد کریں گے اور مظلوم کی حمایت کریں گے۔

۴۔ کسی ظالم کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

اس معاہدہ میں حضور ﷺ بھی شریک ہوئے۔ آپ ﷺ کو یہ معاہدہ اس قدر پسند تھا کہ اعلان نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے میں کوئی مجھے سُرخ اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ مزید فرمایا کہ اگر آج بھی کوئی شخص مجھے ایسے معاہدے کیلئے بلائے تو میں اُس کی دعوت قبول کروں گا۔

فضول، فضل کی جمع ہے۔ چونکہ جرہم قبیلہ کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے، اُن سب کا نام فضل سے شروع ہوتا تھا۔ یہ فضل بن حارث، فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔ اس لئے اس کو حلف الفضول سے موسوم کیا گیا۔ یہ معاہدہ ذی قعدہ ۲۰ عام الفیل میں ہوا۔ اسلامی تاریخ میں اس معاہدہ کی سب سے بڑی اہمیت رحمت للعالمین ﷺ کا اسے بہت پسند فرمانا اور خود بھی شریک ہونا ہے۔

Marfat.com

شام کا دوسرا سفر

آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق نے تمام مکہ والوں کو بہت متاثر کیا آپ ﷺ کی امانت، دیانت اور صداقت کا چرچا پورے عرب میں ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کی جوانی انتہائی پاکیزہ اور مثالی تھی۔ سب لوگ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ سرداران قریش بھی آپ ﷺ کی دانائی اور صدق و دیانت سے بے حد متاثر تھے۔ آپ ﷺ کے طرز تکلم، نیک نفسی، حکمت و دانشمندی، اعلیٰ حوصلگی، حلم، ضبط اور شرافت ونجابت کا پورے اہل مکہ میں شہرہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ کی آسودہ حال اور مالدار خاتون تھیں، اُن کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ اپنا مالِ تجارت دوسرے مُلکوں کو بھیجا کرتی تھیں۔ انہوں نے جب حضور اکرم ﷺ کی امانت و دیانت کی شہرت سُنی تو آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اُن کا مال تجارت ملک شام لے جائیں اور جو معاوضہ وہ دوسروں کو دیتی ہیں، آپ کی اچھی شہرت کی وجہ سے آپ (ﷺ) کو اُن سے دوگنا دیں گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن کی اس پیشکش پر اظہار رضامندی فرمایا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مکہ میں عفت شعار اور پاکیزہ سیرت خاتون تھیں۔ تجارتی سوجھ بوجھ بھی رکھتی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ اپنے غلام میسرہ کو بھی روانہ کر دیا تاکہ وہ راستے میں آپ ﷺ کی خدمت کرتا رہے۔

جب آپ ﷺ شام کے مشہور شہر بُصریٰ پہنچے تو ایک خانقاہ کے سامنے جا کر ایک درخت کے نیچے ٹھہرے۔ خانقاہ میں مقیم نسطورا راہب نے خانقاہ سے باہر آ کر

Marfat.com

حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ سے پوچھا کہ درخت کے نیچے کون ہے؟

میسرہ نے جواب دیا محمد ﷺ 'قریش مکہ کے ایک معزز اور محترم شخص ہیں۔ مکہ میں صادق اور امین کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

نسطورا نے کہا:

میں نے تورات اور انجیل میں اللہ کے آخری رسول کی جو نشانیاں پڑھی ہیں' وہ سب ان میں دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے وہ نبی امی ہیں جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام نے دی ہے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ پہلے ہی حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق' نیک نفسی' نرم گفتاری اور حسن معاملگی کا شیدائی تھا۔ اب وہ حضور ﷺ کی ایک ایک بات کو ذہن میں بٹھاتا رہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تجارت کا مال فروخت کر کے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ واپسی میں جب آپ کا تجارتی قافلہ شہر مکہ میں داخل ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کی چھت پر کھڑی منتظر نگاہوں سے قافلہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جب اُن کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو انہوں نے دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں جس سے آپ ﷺ دھوپ کی تمازت سے محفوظ رہتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل پر اس نورانی منظر کا خوش کن اثر پڑا۔ بعد ازاں جب قافلہ مکہ پہنچ گیا تو انہوں نے میسرہ سے اس نورانی منظر کا ذکر کیا تو میسرہ نے بتایا کہ میں پورے سفر میں یہی منظر دیکھتا رہا ہوں۔ پھر اس نے نسطورا راہب کی ساری گفتگو سے بھی حضرت خدیجہ کو آگاہ کیا۔ دورانِ سفر کے تمام واقعات و حالات اپنے غلام میسرہ سے سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں حضور ﷺ کی عظمت جاگزیں ہوگئی۔

مزید برآں یہ کہ اس دفعہ حضرت خدیجہ کو سابقہ تجارتی قافلوں سے دوگنا منافع ہوا جو اُن کی توقع سے بھی زیادہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے خوش ہو کر وعدہ کے مطابق جتنا حصہ بنتا تھا' اُس سے بھی زیادہ حصہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

Marfat.com

ازدواجی زندگی کا آغاز

جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد شریف النفس، بلند اخلاق اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کی پاک دامنی کے باعث مکہ کے لوگ انہیں ''طاہرہ'' (پاک دامن) کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر ۴۰ سال کی ہو چکی تھی اور وہ بیوگی کے دن گزار رہی تھیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداران سے نکاح کے خواہشمند تھے لیکن انہوں نے ان میں سے کسی بھی پیغام کو کبھی قابل توجہ نہ سمجھا۔ تاہم حضور ﷺ کے اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ عادات اور حسن معاملات سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہ نے ازخود اپنی ایک سہیلی نفیسہ بنت منیہ کی معرفت آپ ﷺ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ حضور ﷺ نے اس رشتہ کا اپنے چچا حضرت ابوطالب کو بتایا، تو انہوں نے بخوشی اس پیش کش کو منظور کر لیا۔

تاریخ مقررہ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے اُن کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے۔ حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ اس موقع پر حضرت حمزہ اور دوسرے اکابرین خاندان کے علاوہ حضرت ابوبکر اور متعدد دوسرے رؤسا و سرداران قریش بھی موجود تھے۔ جناب ابوطالب نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جوابی خطبہ دیا۔ آخر میں سیدہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے قبائل قریش! گواہ رہنا میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح

Marfat.com

محمد بن عبداللہ (ﷺ) کے ساتھ کر دیا ہے۔

اب آپ ﷺ کی توقیر و عظمت آپ کے اخلاق حسنہ ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ مالی اور مادی اعتبار سے بھی بہت بلند ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ کی صفات حسنہ مشرک معاشرے میں خیر کی علامت بن گئیں۔ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت پر یقین تو پہلے ہی تھا' اب لوگ اپنی امانتیں بھی آپ ﷺ کے پاس رکھوانے لگے۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ۲۵ سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہیں۔ ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ کے ایک فرزند ابراہیم (جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے) کے سوا آپ ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی سے تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب' حضرت رقیہ' ام کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن ہوئیں۔ حضور ﷺ کے تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی کفالت

حضرت ابو طالب کے زیر کفالت کنبہ میں افراد کی تعداد زیادہ تھی۔ یوں آپ کو ایک بڑے خاندان کی کفالت کرنا ہوتی تھی لیکن آپ کے مالی حالات بہت اچھے نہ تھے۔ خود حضور اکرم ﷺ بھی ان کے گھر رہ چکے تھے اور ان سے کوئی بات مخفی نہ تھی۔ اب جب کہ رسول کریم رؤوف رحیم ﷺ کی شادی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سے ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا تو آپ ﷺ نے اپنے چچا کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو' جن کی عمر مبارک اس وقت چار پانچ سال کی تھی' اپنی کفالت میں لے لیا۔ سید عالم ﷺ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنی اولاد کی

Marfat.com

طرح رکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعلیم و تربیت آغوش نبوت ہی میں ہوئی۔ یہ سعادت اور فضیلت کائنات عالم میں صرف حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کو حاصل ہے کہ ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کے گھر میں ہوش سنبھالا اور آشنائے رموزِ مزاج نبوت ہوئے۔

❁❁❁❁

Marfat.com

تعمیر کعبہ معظمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے ہی سے کعبہ معظمہ کی دیواروں پر چھت نہیں تھی۔ یہ عمارت وادی مکہ کے نشیب میں واقع تھی جس کی وجہ سے جب بھی بارش ہوتی تو گردونواح کا سیلابی پانی کعبہ معظمہ کی دیواروں کو توڑ کر اندر داخل ہو جاتا اور کعبہ معظمہ کی دیواریں ہر بار شکست و ریخت کا شکار ہو جاتیں۔ اندریں صورت حال قریش نے فیصلہ کیا کہ کعبہ معظمہ کی موجودہ عمارت کو شہید کر کے انہی بنیادوں پر عمارتی مسالے کے ساتھ ایسی پختہ عمارت بنائی جائے جو بارشوں کا مقابلہ کر سکے۔

جب قریش نے کعبہ معظمہ کی اس شکستہ عمارت کو شہید کر کے نئی عمارت تعمیر کرنے کا اتفاق رائے سے فیصلہ کر لیا تو اُن میں سے ایک بزرگ ابو وھب نے تمام قریش سے حلف لیا کہ وہ کعبہ معظمہ کی تعمیر میں اپنی پاک اور حلال کمائی ہی صرف کریں گے۔

سب سے پہلے ولید بن مغیرہ نے کدال سے کعبہ کو شہید کرنا شروع کیا۔ بعد ازاں قریش کے تمام قبائل بھی اس میں شامل ہو گئے۔ جب دیواریں شہید ہو چکیں تو عمارت کو از سر نو تعمیر کرنے کیلئے تعمیر کا کام مختلف قبیلوں کے سپرد کر دیا گیا۔

انہی دنوں ایک تجارتی بحری جہاز جدہ کے ساحل سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ جب مکہ والوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ولید بن مغیرہ کو جہاز کے تختے خرید نے کیلئے بھیجا۔ ولید تختوں کے علاوہ باقوم نامی ایک معمار کو بھی اپنے ساتھ لے آیا جو اسی

Marfat.com

جہاز میں سفر کر رہا تھا اور اُس کی نگرانی میں کعبہ معظمہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے چچا حضرت عباس کے ہمراہ کعبہ معظمہ کی تعمیر میں شریک رہے۔

کعبہ معظمہ کی تعمیر میں ہر ایک نے حصہ لیا۔ لیکن جب دیواریں اس بلندی تک تعمیر ہوگئیں جہاں حجرِ اسود نصب کرنا تھا تو قبیلوں کا آپس میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ ہر شخص اور قبیلہ کی خواہش تھی کہ حجرِ اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کی سعادت کا شرف اسے حاصل ہو۔ قبائلی رواج کے مطابق ہر ایک خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈبو کر عہد کر رہا تھا کہ وہ اس سعادت کے حصول کی خاطر جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ کشیدگی بڑھ رہی تھی لیکن کوئی ایثار کرنے کو تیار نہ تھا۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔

یہ صورت حال دیکھ کر ابواُمیہ بن مغیرہ جو قریش کا سب سے عمر رسیدہ اور جہاندیدہ آدمی تھا۔ اُس نے سارے دعویداروں کو جمع کیا اور تجویز پیش کی کہ کل صبح حرم شریف میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہو اسی سے حجرِ اسود نصب کرنے کے بارے میں فیصلہ کروالیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اسے سبھی مان لیں۔ اس تجویز پر اتفاق ہوگیا اور ہر شخص صبح کی انتظار میں مضطرب رہا۔

اگلی صبح حرم شریف کے دروازہ بنی شیبہ سے جو سب سے پہلے کعبہ معظمہ میں داخل ہوا وہ عظیم المرتبت ہستی حضور پُرنور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سبھی خوش ہوئے اور حاضرین بیک آواز پکار اُٹھے: هٰذَا الْاَمِيْنُ رَضِيْنَا بِهٖ حَكَمًا هٰذَا مُحَمَّدٌ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ امین ہیں۔ ہم سب اُن کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام قبیلوں کے لوگ جو حجرِ اسود کو اُس کے مقام پر رکھنا چاہتے ہیں وہ ایک ایک سردار چن لیں۔ ہر قبیلے نے اپنا اپنا سردار چُن لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچھا کر حجرِ اسود اس پر رکھا اور تمام سرداران کو فرمایا

Marfat.com

کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر حجرِ اسود کو اُٹھائیں۔ سب سرداروں نے اُس چادر کو اُٹھایا اور جب حجرِ اسود اُس مقام تک بلند ہو گیا جہاں اِسے نصب ہونا تھا تو آپ ﷺ نے اپنے پُرنور مقدس ہاتھوں سے اُسے اُٹھا کر کعبہ معظمہ کی دیوار پر نصب فرما دیا۔ حضور ﷺ کی اِس تدبیر سے قریش ایک خونی لڑائی سے محفوظ و مامون ہو گئے۔ اُس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

❁❁❁❁

Marfat.com

بعثت سے پہلے حضور ﷺ کا حسنِ سلوک

زید بن حارث یہ نام اصل بچپن میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ننھیال آئے ہوئے تھے۔ اس وقت اُن کی عمر ۸ سال تھی۔ آپ باہر کھیل رہے تھے کہ بنی قین قبیلہ کے لوگوں کا قافلہ ادھر سے گزر رہا تھا، انہوں نے زید کو پکڑا اور اپنے ساتھ غلام بنا کر مکہ مکرمہ کے قریب عکاظ کی منڈی میں انہیں فروخت کرنے کیلئے لے گئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے انہیں چار سو دینار میں خریدا اور اپنی پھوپھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی خدمت میں پیش کیا۔

جب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ سے ہوا تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے زید کو حضور ﷺ کی خدمت کیلئے تحفتاً پیش کیا۔ رحمت للعالمین ﷺ نے زید کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ ان سے محبت و شفقت سے پیش آتے۔ حضرت زید بھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہ کر بہت خوش تھے۔

دوسری جانب حضرت زید کے والد حارثہ اپنے بیٹے کی جُدائی کے صدمہ سے بے حال ہو رہے تھے اور صبح و شام اُس کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ بیٹے کے فراق میں انتہائی سوز و غم سے قصیدہ کہتے۔ جب سورج طلوع ہوتا تو بیٹے کے ملنے کی اُمید میں اس کی تلاش میں دن گزار دیتے اور جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو اس کے غم میں ساری رات روتے رہتے۔

قبیلہ بنی کلب کا ایک قافلہ حج کیلئے مکہ معظمہ آیا ہوا تھا' اتفاق سے زید نے

Marfat.com

انہیں دیکھا اور پہچان لیا اور قافلہ والوں نے بھی زید کو پہچان لیا اور انہوں نے زید کو بتایا کہ تیرا باپ تیری یاد میں شب و روز روتا رہتا ہے۔ زید نے انہیں کہا میرے باپ کو کہنا کہ میرے دل میں بھی آپ کی یاد رہتی ہے۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے ایک ایسے خاندان میں زندگی بسر کر رہا ہوں جو بڑے کریم النفس اور اپنے علاقہ کے رئیس ہیں۔

یہ قافلہ جب واپس اپنے وطن پہنچا تو انہوں نے زید کے والد کو زید کا پیغام پہنچایا۔ حارثہ اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ معظمہ آیا' حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے عبدالمطلب کے فرزند اور ہاشم کے نورِ نظر ہم اپنے بیٹے زید کے بارے میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ ہم پر آپ احسان فرمائیے' ہم فدیہ ادا کرنے کیلئے تیار ہیں' آپ ہمارے بیٹے زید کو آزاد فرما دیجئے۔

حضور ﷺ نے انتہائی شفقت سے انہیں فرمایا' کیا اس کے علاوہ بھی آپ کی کوئی خواہش ہے انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بیٹے کو بلاؤ اگر وہ بخوشی آپ کے ساتھ جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور میں اُسے بغیر فدیہ لئے تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔ لیکن اگر وہ میرے پاس رہنے کو پسند کرے اور ترجیح دے تو تمہیں بھی اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کی محبت و شفقت اور فراخدلی دیکھ کر انہوں نے کہا کہ آپ نے ہم پر لطف و احسان کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔

چنانچہ زید کو بلایا گیا اور اُن سے پوچھا کیا تم ان دونوں مہمانوں کو جانتے ہو۔ زید نے جواب دیا جی ہاں میں جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک میرے والد محترم اور دوسرے میرے چچا ہیں۔ زید کا جواب سُن کر آقائے رحمت ﷺ نے فرمایا اب تمہیں پورا اختیار ہے اگر چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔

زید نے جواباً کہا کہ میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔

Marfat.com

آپ ﷺ ہی میرے باپ اور چچا ہیں۔ باپ اور چچا دونوں کیلئے زید کا جواب غیر متوقع تھا۔ انہوں نے کہا زید کیا تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کو چھوڑ کر غیروں میں رہنا چاہتا ہے۔ زید نے جواب دیا کہ اس بابرکت ہستی کے اوصافِ حمیدہ اور مشفقانہ سلوک دیکھنے کے بعد میں دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ جناب زید اس وقت قریباً ۱۵ برس کے تھے۔

خوش بخت زید نے اپنے وطن واپس جانے پر نبی کریم ﷺ کی غلامی کو پسند کر لیا۔ شفیق آقا نے از راہ بندہ پروری زید کو اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ جب تک سورہ احزاب کی وہ آیات جن میں متبنیٰ کے احکام ہیں، نازل نہیں ہوئیں، زید کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہا جاتا رہا۔

یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے قریباً ۵ سال پہلے کا ہے۔ اس وقت حضور ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ یہ ہستی سارے عالم انسانیت کیلئے سراپا رحمت و ہدایت بن کر ظہور پذیر ہونے والی ہے۔

صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

❀❀❀❀

Marfat.com

بعثت سے پہلے عرب کی معاشرتی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل اہل عرب ایسی اخلاقی پستی میں گرے ہوئے تھے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اہل عرب میں کون سی ایسی بُرائی تھی جس میں وہ مبتلا نہ تھے۔ شراب نوشی، قتل و غارت گری عام تھی۔ بدکاری کو عیب نہ سمجھا جاتا تھا، عورتوں کے ساتھ ہر طرح کا ظلم روا رکھا جاتا۔ ظلم اور شقاوت کی بدترین شکل لڑکیوں کا قتل یا زندہ دفن کر دینا تھا۔

عرب معاشرہ میں ظہورِ اسلام سے پہلے معصوم بچیوں کے ساتھ جو ظلم و ستم ڈھایا جاتا رہا اس کا بخوبی اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جسے ایک ظالم باپ نے ضمیر کی ملامت سے بے بس ہو کر اسلام قبول کرنے سے پہلے از خود بیان کیا۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دورِ جاہلیت کا اپنا ایک کربناک واقعہ بیان کرنے لگا:

''حضور! میری ایک بہت پیاری پھولوں کی طرح نرم و نازک بیٹی تھی، وہ مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب میں باہر سے آتا میرے گلے میں بانہیں ڈال دیتی اور اپنی توتلی زبان میں نہ جانے کیا کیا کہتی رہتی۔

اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اُس نے کہا، میں جب اِسے بلاتا، وہ دوڑی دوڑی آتی۔ وہ میری آنکھوں کا نُور اور دل کا سرور تھی لیکن لڑکی تھی۔ جسے ہمارے معاشرے میں باعث ذلت و عار سمجھا جاتا تھا۔ ایک دن میں اُسے بہلا پھسلا کر جنگل

Marfat.com

میں لے گیا۔ وہاں جا کر میں نے ایک گڑھا کھودنا شروع کیا۔ کھدائی کے دوران جب مٹی میرے کپڑوں پر پڑتی ' میری بیٹی دوڑ کر میرے کپڑوں کو اپنے ہاتھوں سے جھاڑتی اور مجھے پوچھتی ابا آپ یہ کیوں کھود رہے ہیں؟ میں خاموشی سے گڑھا کھودتا رہا۔ جب گڑھا تیار ہوگیا تو میں نے اپنی اس معصوم بچی کو پکڑ کر سنگدلی سے گڑھے میں دھکا دے کر پھینک دیا اور کدال سے اُس پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ بچی روتی رہی اور چیخ چیخ کر پکارتی رہی ابا آپ مجھے مٹی میں کیوں دبا رہے ہیں؟ میری کیا غلطی اور میرا کیا گناہ ہے؟ جس کی آپ مجھے یہ سزا دے رہے ہیں۔ مگر میں سنگدلی سے مٹی ڈالتا رہا اور وہ ابا ابا کہتی رہی۔ یہ اُس کے آخری الفاظ تھے جو میرے کانوں میں گونجتے رہے۔ جو اَب میرے ضمیر پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔"

اِس غمناک روئیداد کو سنتے ہوئے ہر شخص غمگین اور ملول تھا۔ سرور کائنات ﷺ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ آنسو تھے کہ رکتے نہ تھے۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو رو نہ رہی ہو۔ جب حضور ﷺ کے چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تو صحابہ کرام کے دل پھٹنے لگے۔

جب رسول رحمت ﷺ کے دل کو ذرا سا قرار آیا تو ارشاد ہوا:

جاہلیت کے دور میں تجھ سے جو گناہ سرزد ہوا اُس سے توبہ کر اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ اور مسلمان ہو کر ایک نئی زندگی کی ابتداء کر۔

مذکورہ بالا انسانیت سوز واقع کو مدنظر رکھتے ہوئے عقل سلیم سے سوچیئے ' کیا یہ حقیقت نہیں کہ عورت کو جو مقام ' احترام ' عزت اور قدر و منزلت اسلام نے عطا کی ہے ' کیا دنیا کا کوئی نظام اور معاشرہ ایسی کوئی مثال پیش کرسکتا ہے؟ عورت جو معاشرہ میں ذلت ورسوائی کی علامت سمجھی جاتی تھی اُسے اعلیٰ وارفع مقام پیغمبر اسلام نے بیٹی کو اللہ کی رحمت کہہ کر اور ماں کے قدموں تلے جنت کا اعلان فرما کر دیا۔ حضور اکرم رحمت

Marfat.com

مجسم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ جس کے گھر میں ایک بیٹی ہوا گر وہ اس کی خوش دلی سے پرورش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں ملا کر فرمایا کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوگا۔

آثارِ بعثت کا ظہور

حیاتِ طیبہ کے چالیس سال مکمل ہونے کو تھے۔حضور اقدس ﷺ کی جسمانی نشوونما معراج کمال کو پہنچ چکی تھی۔اخلاق کی بلندی، کردار کی پختگی اور سیرت کی پاکیزگی اپنوں اور بیگانیوں کو اپنا گرویدہ بنا رہی تھی اور اب وہ ساعتِ سعید قریب تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نبوت ورسالت کی امانت عظمیٰ کا اظہار کرنے کا حکم ملنے والا تھا۔

مکہ معظمہ سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر جبل نور کی چوٹی پر غارِ حرا واقع ہے۔ غارِ حرا کا ماحول پُرسکون تھا۔آبادی سے دور گوشہ تنہائی اور مکمل یکسوئی، غور وفکر اور مراقبہ وتجسس رب کائنات کی یاد کے لئے اِس سے بہتر مقام اور کہاں ہوسکتا تھا۔مزید برآں یہاں سے بیت اللہ شریف کی ہمہ وقت زیارت بھی ہوتی رہتی تھی۔

حضور ﷺ بعثت سے کچھ عرصہ قبل شوقِ جستجوئے رب العالمین میں مراقب رہتے۔اُن دنوں آپ کا مبارک معمول یہ تھا کہ خورد ونوش کا کچھ سامان اپنے ساتھ لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے اور شب وروز تنہائی میں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔جب خورد ونوش کا سامان ختم ہو جاتا تو واپس گھر تشریف لاتے۔چند روز ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے پاس قیام فرماتے اور ضرورت کا سامان لے کر پھر غارحرا چلے جاتے۔بعض موقعوں پر آپ ﷺ مہینہ مہینہ بھی قیام فرماتے۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کی شریکہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا خورد ونوش کا کچھ سامان لے کر خود غارِ حرا میں چھوڑ آتیں۔شب وروز اس جستجوئے رب العالمین میں گزرتے رہے۔اُم المومنین سیدہ

Marfat.com

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے وحی کا آغاز سچی خوابوں سے ہوا۔

بعثت مبارکہ سے کچھ عرصہ پہلے آپ ﷺ کو سچے اور واضح خواب آنے لگے۔ آپ ﷺ جو خواب رات کو سوتے میں دیکھتے دن کے اجالے میں ہو بہو وہی ہوتا۔ حضور ﷺ مکہ کی گھاٹیوں سے جب گزر کر غارِ حرا کی طرف جاتے تو راستے کے درخت اور پتھر آپ ﷺ کو سلام کرتے اور آواز آتی

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

مسلم اور ترمذی شریف کی روایت کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں مکہ میں ایک ایسے پتھر کو اب بھی جانتا ہوں جو مجھ پر نزول وحی سے پہلے سلام بھیجا کرتا تھا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

بعثتِ مبارکہ

نزول وحی کا آغاز

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ ہوئی تو رمضان المبارک میں آپ ﷺ غارِ حرا میں حسب معمول مشغول عبادت تھے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حاضرِ خدمت ہو کر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ پڑھیے' حضور ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں ۔آپ ﷺ کے اس فرمانے پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور پاک ﷺ کو پکڑ کر بڑی گرمجوشی سے سینے سے لگا کر خوب دبایا اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیا اور پھر درخواست کی کہ پڑھیے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں ۔اب جبرائیل امین علیہ السلام نے پھر آپ ﷺ کو زیادہ زور سے سینہ سے لگایا اور چھوڑ کر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ (سورہ العلق:۱ تا ۵)

"آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے' پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے ۔جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے ۔اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

Marfat.com

اَب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان آیات مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ یہ پہلی وحی تھی جو آپ پر نازل ہوئی۔ (بخاری شریف)

نزولِ وحی سے سرکار دو عالم ﷺ کی طبیعت بے حد متاثر ہوئی' اسی حالت میں حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا زَمِّلُونِی۔ زَمِّلُونِی مجھے چادر اوڑھاؤ۔ انہوں نے حضور پر چادر ڈال دی۔ آپ ﷺ کی کیفیت خشیت الٰہی سے بے قرار ہو رہی تھی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کا ظاہر ہونا اور وحی کا نزول ایسی باتیں تھیں جس سے حضور اکرم ﷺ کی طبیعت مضطرب ہو گئی۔ مزید برآں آیات ربانی کے جلال و عظمت سے آپ ﷺ کے قلب اطہر کو وحی جیسے بارگراں کو اٹھانے کے لئے تیار کیا جانا تھا۔ جب آپ ﷺ کچھ پُرسکون ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو غار میں پیش آنے والا سارا واقعہ سنایا اور فرمایا:

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ میں اپنے لئے خوف محسوس کرتا ہوں۔

یہ سُن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہر گز نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں' کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں' غریبوں اور محتاجوں کی مالی مدد فرماتے ہیں' مسافروں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی خاطر اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے تو آپ اس کے مددگار بنتے ہیں۔ جس میں یہ خوبیاں ہوں' اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ وہ اسے بے آبرو نہیں کرتا بلکہ اُس کی عزت و آبرو کا خود نگہبان ہوتا ہے۔

اس کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا' حضور ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل جو عبرانی زبان اور انجیل کے بڑے عالم تھے اور عیسائی مذہب

Marfat.com

رکھتے تھے، کے پاس لے آئیں اور انہیں کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو! ورقہ بن نوفل نے حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ سے پوچھا:

اے بھتیجے آپ نے کیا دیکھا' آپ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

حضور ﷺ نے فرشتہ کے ظاہر ہونے اور نزول وحی کا واقعہ بیان فرمایا۔

ورقہ بن نوافل نے سن کر بے ساختہ کہا:

یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا۔ کاش میں جواں ہوتا اور اُس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا!

کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔

ورقہ بن نوفل نے جواب دیا ہاں۔

جب بھی کوئی وہ پیغام لے کر آیا جو آپ لائے ہیں تو لوگوں نے اس کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔ اگر مجھے آپ کا وہ وقت دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ کی مدد کروں گا۔ مگر اس کے بعد ورقہ بن نوفل جلد ہی فوت ہو گئے۔

کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ بند رہا اور حضور ﷺ وحی کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے۔ بالآخر ایک روز آپ ﷺ غار حرا سے واپسی پر وادی سے گزر رہے تھے کہ آسمان سے کسی نے یا محمد کہہ کر آواز دی۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی تو آپ ﷺ نے دیکھا وہی فرشتہ ہے جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے آئے اور چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ مدثر کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔

ارشاد فرمایا گیا:

Marfat.com

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤

اے چادر لپیٹنے والے! اُٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے لباس کو پاک رکھیے۔ اور بُتوں سے (حسبِ سابق) دُور رہیے۔

یہ وہ آیات طیبات ہیں جن سے رسالت محمدی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آپ پر وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا اور حضور ﷺ حق کی دعوت اور اسلام کی تبلیغ کیلئے کمر بستہ ہو گئے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

نماز

نزول وحی کے بعد سب سے پہلا حکم الٰہی نماز ادا کرنے کے بارے میں تھا۔ شروع میں نماز کی ادائیگی کے دو وقت تھے جو طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے ان دونوں نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ پانچ وقت نماز پڑھنے کی فرضیت شب معراج کو ہوئی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ مکہ کے قریب پہاڑیوں پر تھے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اس طرح نمودار ہوئے کہ وہ حسن و جمال کا پیکر تھے اور ان کے جسم کی خوشبو نے فضاء کو معطر کر دیا تھا۔

جبرئیل امین علیہ السلام نے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور پیغام دیا ہے کہ آپ جن وانس کی طرف میرے رسول ہیں۔ اس لئے آپ لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلائیں۔ اس کلام کے بعد حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے زمین پر ایک زور کی ٹھوکر ماری جس سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے اس چشمہ کے پانی سے وضو کیا۔ جسے حضور ﷺ بغور ملاحظہ فرماتے رہے۔ بعدازاں حضور ﷺ جب گھر تشریف لائے تو تمام واقعہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کو بتایا۔ حضرت زید بن حارثہ فرماتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ اس واقعہ کو سن کر بہت خوش ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو بھی وضو کروایا' انہیں اپنے ساتھ کھڑا کر کے نماز پڑھوائی جیسے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ساتھ خود کھڑے ہو کر نماز ادا کی تھی۔ پہلی وحی کے نزول کے بعد سب سے پہلے جو فرض عبادت ادا کی گئی' وہ یہی نماز تھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی اقتداء میں پڑھی۔

Marfat.com

دعوتِ اسلام

جناب سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم ملا تو آپ ﷺ نے خاموشی کے ساتھ چیدہ چیدہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی۔ سب سے پہلے اپنے گھر میں جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ فرمایا۔

اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے پہلے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ ساری امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی مرد اور عورت آپ سے پہلے اسلام نہیں لایا۔

ام المومنین جناب خدیجہ بنت خویلد نہ صرف سب سے پہلے ایمان لائیں بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور رسالت کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں حضور اقدس ﷺ کی ڈھارس بندھائی۔ ان کے بعد بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کو حاصل ہوا اور بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر کو نصیب ہوئی انہوں نے اسلام قبول بھی کیا اور اس کا اعلان بھی کیا۔

ابن اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جس کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ تردد اور سوچ بچار ضرور کیا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جیسے ہی میں نے دعوت دی، انہوں نے بلا توقف اور بلا تردد اسلام قبول کیا۔ بچپن ہی سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی

Marfat.com

صحبت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ حضور ﷺ کی صحبت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کندن بنادیا تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی فسق فجور سے بچے ہوئے تھے۔

آزاد کئے ہوئے غلاموں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اوّلیت کا شرف حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا جبکہ غلاموں میں یہ شرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملا۔

اسلام لانے میں اوّلیت کا مقام حاصل کرنے والی مذکورہ بالا پانچوں ہستیاں خوش قسمت تھیں جو عرصہ دراز سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب رہیں اور اُن سے حضور ﷺ کی مبارک زندگی کا کوئی گوشہ بھی چھپا ہوا اور پوشیدہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بلا تامل سب سے پہلے آپ ﷺ کی صداقت کے قائل ہوئے۔ ان سب کے سامنے جب پیغام حق آیا تو انہوں نے کسی تامل وتوقف کے بغیر اس طرح لبیک کہا جیسے وہ پہلے ہی سے منتظر تھے اور وہ آپ ﷺ کی چالیس سالہ پاکیزہ زندگی اور کردار سے متاثر تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت اور کوشش سے جن متعدد سعید الفطرت اصحاب نے اسلام قبول کیا' ان میں حضرت عثمان بن عفان' حضرت زبیر بن عوام' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ تعالیٰ علیہم الرضوان بھی شامل ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت سے اسلام قبول کرنے والوں میں مذکورہ بالا پانچ اصحاب کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوا۔

انہی دنوں حضرت ابوعبیدہ بن جراح' حضرت ابوسلمہ' حضرت عبداللہ بن اسد' حضرت ارقم بن ارقم' حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی حضرت قدامہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم بھی مسلمان ہوئے۔

Marfat.com

دعوت اسلام کے اولین تین سالوں میں حضرت ابو ذر غفاری، حضرت صہیب رومی، حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت خباب بن ارت، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت بلال بن ریاح، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعید بن زید اور اُن کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت خطاب، حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی حضرت اسماء اور بہت سے مردوں اور عورتوں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اسلام قبول کیا۔

نماز کا وقت آتا تو حضور اکرم ﷺ کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور اپنے رفقاء کے ساتھ سجدہ عبودیت بجالاتے۔ ایک مرتبہ سرورکائنات ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کسی درہ میں نماز ادا فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب اچانک وہاں سے گزرے اور تعجب سے دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "دین ابراہیم"۔ حضور پرنور ﷺ کا یہ جواب سُن کر جناب ابوطالب خاموشی سے وہاں سے چلے گئے۔ اسلام کی یہ دعوت تین برس تک یونہی خاموشی کے ساتھ ہوتی رہی۔

دارارقم کا قیام

قریش مکہ اور مشرکین نے جب مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ مسلمانوں کو آبائی دین چھوڑنے پر لعنت ملامت کرنے لگے جس سے روز بروز حالات سنگین ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے یہ خیال فرماتے ہوئے کہ اس طرح حالات مزید خراب ہوجانے کی وجہ سے دین اسلام کی خاموش تبلیغ میں رکاوٹیں پیدا ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اہل ایمان کی عبادت وتربیت کیلئے ایسا کوئی مرکز ہونا چاہیے جہاں خاموشی سے دین کی تبلیغ ہوتی رہے۔ چنانچہ حضرت ارقم بن ابی ارقم کا مکان جو صفا کے قریب تھا، اس مقصد کیلئے منتخب فرمایا۔ نبی کریم ﷺ زیادہ وقت اسی

Marfat.com

مکان میں گزارتے۔ نماز کے وقت تمام مسلمان وہیں آجاتے اور مکان کا دروازہ بند کر کے آپ ﷺ کی اقتداء میں فریضہ صلوٰۃ ادا کرتے تھے۔ نئے لوگ بھی اسی مکان میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے۔ یہ مرکزِ رشد و ہدایت تاریخ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل رہا۔ صدیوں تک حجاجِ کرام اس متبرک مقام کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے رہے ہیں۔ حرم کعبہ شریف کی توسیع کے وقت اس مکان کو بھی حرم پاک میں شامل کر لینے کی وجہ سے اس مکان کی انفرادی حیثیت ختم ہوگئی ہے۔ دارارقم کو تقریباً تین سال تک مسلمانوں کی پناہ گاہ بننے کا شرف حاصل رہا۔

دعوتِ عام

تین سال اِسی حال میں گزر گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو حکم ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔

(سورۃ الحجر: ۹۴)

سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔

اللہ کریم اس آیت کریمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے پیارے رسول ﷺ جو حکم آپ کو دیا جارہا ہے اُس کو برملا لوگوں کے سامنے بیان کیجئے اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے۔ اس سے پہلے حضور ﷺ پوشیدہ تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ مذکورہ آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے برسرعام اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

اعلانیہ دعوت اسلام کا حکم نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے سب سے پہلے کعبہ معظمہ میں جا کر سب کے سامنے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر ابوجہل کو بہت غصہ آیا اور اُس نے قریشیوں سے کہا کہ اگر اب میں نے محمد ﷺ کو کعبہ میں

Marfat.com

نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اُس کی گردن اپنے پاؤں تلے دبادوں گا۔(نعوذ باللہ)
جب حضور ﷺ کو ابوجہل کی اس یاوہ گوئی کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایسی حرکت کرنے کی جسارت کی تو فرشتے اسے پکڑ لیں گے۔

ایک روز علی الصبح کوہ صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے بلند آواز میں عرب کے دستور کے مطابق یا صباحا (ہائے صبح کی آفت) یا صبا حًا (ہائے صبح کی آفت) پکارا۔ آواز ایسی پرکشش اور رعب دار تھی کہ فضا میں تیرتی ہوئی چلی گئی۔ لوگ گھروں سے نکل آئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس کی آواز ہے؟ ایک نے کہا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز ہے۔

یہ سنتے ہی قریش کے مختلف خاندانوں کے سربراہ اور لوگ صفا کی طرف دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ کیونکہ عرب میں یہ صدا اس وقت لگائی جاتی تھی جب دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے باآواز بلند فرمایا!

اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب دشمن کی فوج تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کرلو گے؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہاں ہاں، کیوں نہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا۔ آپ صادق اور امین ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چالیس سالہ ساری زندگی کو صداقت اور امانت کی نظیر کے طور پر پیش کیا۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی سیرت پاک اتنی ممتاز اور آپ کا پایہ اخلاق اتنا بلند تھا کہ بڑے بڑے منکروں اور جانی دشمنوں کو بھی آپ ﷺ کے کردار پر کچھ کہنے کی مجال نہ ہوئی۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی اتنی بے لوث اور بے داغ رہی تھی کہ خود اسی کو حجت بنا کر منکروں کے سامنے پیش کیا اور اُن سے استفسار فرمایا کہ میں تو تمہارے ہی اندر رہا ہوں، تمہارے ہی ساتھ اتنی عمر گزاری ہے تمہیں بتاؤ کہ اس سے قبل تمہیں کوئی بدگمانی کا موقع ملا ہے؟

Marfat.com

قرآن مجید نے سورۃ یونس میں اس کا یوں ذکر فرمایا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

(سورۃ یونس:۱۶)

میں تو گزار چکا ہوں تمہارے درمیان عُمر کا ایک حصہ اس سے پہلے کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔

اُس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ کے عذاب سے خبر دار کرتا ہوں کہ اگر تم لوگ اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوگا۔ ان مختصر الفاظ میں آپ ﷺ نے اپنی دعوت برسرِعام پیش کر کے اللہ کی ہدایت کے مطابق اعلانیہ دین کی تبلیغ کا آغاز فرمادیا۔ حضور ﷺ کا خطاب سُن کر اکثر لوگ برہم ہوگئے۔ آپ ﷺ کا چچا ابولہب بیہودہ گوئی پر اتر آیا۔ آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرنے لگا اور لوگ منتشر ہوگئے۔

قریبی رشتہ داروں کو دعوتِ حق

بعثت کے بعد تین سال کا عرصہ خاموشی سے توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت کا فریضہ انجام دیا جاتا رہا۔ اس عرصہ میں سعید الفطرت لوگوں کی مناسب تعداد نے دعوت اسلام کو قبول کرلیا تھا۔ ان عظیم لوگوں کو اس دین کو قبول کرلینا ایک حوصلہ افزا بات تھی۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ دعوت توحید کے دائرہ کو مزید وسعت دی جائے۔ چنانچہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف سے اپنے اعزا و اقربا کو دعوتِ توحید و رسالت دینے کا یوں حکم ہوتا ہے:

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ (سورۃ الشعراء:۲۱۴)

اور آپ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔

Marfat.com

یہ حکم پاتے ہی سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے اپنے قریب ترین خاندان والوں کو کھانے پر بلوایا' اس دعوت میں چالیس' پینتالیس آدمی شریک ہوئے۔ ان میں اکثریت بنو ہاشم کی تھی اور بنو مطلب کا سارا خاندان اور عبد مناف کے افراد تھے۔ اس مجلس میں حمزہ' ابوطالب اور عباس جیسے اہم لوگ بھی شریک تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سامان خورونوش کا انتظام فرمایا۔ کھانے کے بعد آپ ﷺ نے مختصر سی بات کی جس میں اسلام کے محاسن بیان فرمائے اور فرمایا کہ میں جس پیغام کو لے کر آیا ہوں، یہ دین اور دُنیا دونوں کا کفیل ہے۔ اس بارگراں کو اُٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟

دعوتِ حق سُن کر سب پر سناٹا چھا گیا۔ اس سکوت کو توڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آغوش محمدی ﷺ کے تربیت یافتہ تھے' اُٹھے اور فرمایا اگرچہ میں ایک بچہ ہوں، ہر چند مجھے آشوب چشم ہے اور گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میں کم عمر بھی ہوں لیکن میں اس مہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ عزم دیکھ کر ازراہ حقارت حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ دعوت اور یہ داعی اور لبیک کہنے والا کون سا کارنامہ سرانجام دے لیں گے؟ لیکن تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جس کا تمسخر عالم کفر کے رؤساء قریش نے اڑایا تھا وہی بچہ قلعہ خیبر شکن اور جنگ خیبر کا فاتح ہوا۔

ابولہب جو آپ ﷺ کا چچا بھی تھا' بولا کہ ہم تمہاری بات سننے کیلئے تیار ہیں۔ مگر آباؤ اجداد کا دین چھوڑنے کی بات نہ کرو۔ جب کہ حضور پرنُور شافع یوم النشور ﷺ کی دعوت کے جواب میں ابوطالب نے کہا میں دین عبدالمطلب پر ہی رہنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہیں جس دعوت کا حکم ہوا اسے سرانجام دیتے رہیں میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس پر ابولہب برافروختہ ہو کر بولا یہ غلط بات ہے۔ اس سے پہلے کہ دوسرے روکیں تم اسے اپنے دین کی تبلیغ سے منع کرو۔

Marfat.com

حضرت ابو طالب نے جواباً بڑے پر عزم لہجہ میں کہا خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں، اس کی حفاظت کروں گا۔ اس پر ابولہب غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی اور بڑبڑانے لگا۔ اس کے بعد وہ آپ ﷺ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ جوں جوں اسلام پھیلتا جاتا' ابولہب کی دشمنی میں اضافہ ہوتا جاتا۔ یہی کیفیت اس کی بیوی ام جمیل کی تھی وہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے میں پیش پیش تھی۔ اُم جمیل کینہ پرور اور بدطینت عورت تھی۔ وہ دن کو کانٹے اکٹھے کرتی اور رات کو حضور ﷺ کے دروازے کے سامنے بچھا دیتی۔

رؤساءِ عرب کی حضرت ابو طالب کو دھمکی

ایک دفعہ مکہ معظمہ کے معزز سرداروں کا ایک وفد حضرت ابو طالب کے پاس گیا اور کہنے لگا! اے ابو طالب آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے ہمیں بے وقوف اور آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا! کہ اے ابو طالب! عمرٗ عزو شرف اور قدر و منزلت کے اعتبار سے آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ آپ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے روکیں ورنہ ہم تم دونوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گے اور یہ جنگ اُس وقت تک جاری رہے گی جب تلک ہم میں سے ایک فریق ختم نہ ہو جائے۔

قریش کے انداز تکلم سے عیاں ہو رہا تھا کہ وہ انہیں کھلا چیلنج دینے کیلئے آئے ہیں اور حضرت ابو طالب کا کوئی جواب سُنے بغیر اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابو طالب کو اُن کی دھمکی سے بڑا دکھ ہوا۔ اس پیرانہ سالی میں وہ ساری قوم سے دشمنی نہیں چاہتے تھے مگر وہ اس بات پر بھی تیار نہ تھے کہ حضور ﷺ کو کفار کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کو سرداران قریش کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے

Marfat.com

آگاہ کیا اور اُن کے دھمکی آمیز لہجہ کے متعلق بھی بتاتے ہوئے کہا کہ اے بھتیجے! مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کرو۔ مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہ ہو۔

سرکار دو عالم ﷺ نے مونس و غمخوار چچا کی ساری بات سُن کر بڑے اطمینان سے فرمایا:

اے میرے چچا! اگر سرداران قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں اور یہ اُمید کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کر دوں گا تو یہ اُن کی بھول ہوگی۔ میں اس دین فطرت کی خاطر جان تک قربان کر دوں گا۔ اس عزم کا اظہار فرماتے ہوئے داعی اسلام ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو ٹپک پڑے۔ حضور ﷺ کا عزم مصمم دیکھ کر چچا ابو طالب کا دل پسیج گیا اور کہنے لگے۔ اے میرے بھتیجے! آپ کا جو دل چاہے کیجئے۔ میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا۔ چچا کا یہ جواب سُن کر آپ ﷺ کی ڈھارس بندھی اور تبلیغ کا کام اور تیزی سے شروع کر دیا۔

حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے حضرت ابو طالب کی فکرمندی

اب حالات مزید کشیدہ ہو گئے اور کفار متحد ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کیلئے سازشیں کرنے لگے۔ جب حضرت ابو طالب نے محسوس کیا کہ میں تنہا کفر کی اجتماعی یلغار کو نہیں روک سکوں گا تو آپ نے حضور ﷺ کے دفاع کیلئے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے جملہ افراد کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ جس کے نتیجہ میں دونوں خاندانوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ حضور ﷺ کو ہرگز اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ دشمنوں کے ہر وار کے سامنے وہ خود سینہ سپر ہوں گے اور اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اس کے برعکس ابولہب، جو حضور ﷺ کا حقیقی چچا اور خاندان بنی ہاشم کا ایک سرکردہ فرد تھا، نے اپنے خاندان کے اس فیصلہ کے برعکس حضور ﷺ کی عداوت میں آپ کو دکھ

Marfat.com

پہنچانے اور صحابہ کرام پر ظلم وستم ڈھانے میں ہر گھڑی کوشاں رہنے لگا۔

اب تک کفار مکہ کے جتنے وفد حضرت ابو طالب کے پاس جاتے رہے وہ سب کے سب اپنی کوششوں میں ناکام ہوتے رہے۔کفار مکہ کی مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ان سب حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے بالآخر کفار مکہ نے عتبہ بن ربیعہ، جو رؤساء قریش میں سے ایک سربرآوردہ رئیس تھا، کی تجویز پر حضور ﷺ سے براہ راست گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔

رؤسا قریش کا حضور ﷺ سے براہ راست گفتگو کرنے کا فیصلہ

جنانچہ ایک روز عتبہ بن ربیعہ حضور ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔آپ ﷺ اُس وقت حرم شریف کے ایک گوشہ میں یاد الٰہی میں مصروف تھے۔عتبہ کچھ دیر تو خاموشی سے بیٹھا رہا، پھر اس نے مہر سکوت توڑتے ہوئے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے پیارے بھتیجے! حسب نسب کے لحاظ سے جو آپ کا مقام اور شرف ہے اُس سے ہم بخوبی واقف ہیں۔آپ ہمارے خداؤں اور ہمارے عقائد پر جو تنقید کرتے ہیں اور ہمیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو کافر کہہ رہے ہیں، اس سے ہم بہت پریشان ہیں۔قوم کا اتحاد ختم ہوتا جارہا ہے۔ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں، اُن میں سے جو بھی آپ کو پسند ہو قبول کرلیں۔ ہادی عالم ﷺ نے فرمایا، آپ اپنی تجاویز پیش کریں۔میں سُننے کیلئے تیار ہوں۔

عتبہ کہنے لگا:

۱۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ اگر آپ یہ سب کچھ دولت کی خاطر کررہے ہیں تو ہم آپ کے قدموں میں دولت کے انبار لگا دیتے ہیں تاکہ سارے ملک عرب کے

Marfat.com

رئیس اعظم بن جائیں۔

۲۔ دوم یہ کہ اگر آپ کا مقصد عزت اور سرداری حاصل کرنا ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر ہم کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔

۳۔ سوم یہ کہ اگر بادشاہی کے طلبگار ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

۴۔ چہارم یہ کہ اگر آپ پر جنات کے اثرات ہیں تو ہم اپنے خرچ پر آپ کا اعلاج کروانے کیلئے بھی حاضر ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے عتبہ کی ساری باتیں خاموشی سے سُنیں۔

جب وہ خود ہی چپ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے ابو ولید تم نے اپنی بات پوری کرلی؟

اُس نے کہا ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اَب میرا جواب سُن!

اُس نے کہا فرمائیے میں سُنتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے سورہ حٰمٓ سجدہ کی آیت نمبر ا تا ۵ تلاوت فرمائیں جس کا مفہوم یہ ہے

حٰمٓ۔ اتارا گیا ہے یہ قرآن رحمٰن و رحیم خدا کی طرف سے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئیں ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے، یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔ یہ مژدہ سنانے والا اور (بروقت) خبردار کرنے والا ہے۔ بایں ہمہ منہ پھیر لیا ان میں سے اکثر نے پس وہ اسے قبول نہیں کرتے۔ اور ان ہٹ دھرموں نے کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے

Marfat.com

اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے۔تم اپنا کام کرو ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔(ترجمہ،جمال القرآن)

عتبہ دم بخود ہو کر سنتا رہا۔آیات کی تلاوت کے بعد حضور ﷺ نے عتبہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو تجھے سُننا چاہیے تھا سُن لیا۔اب تم جانو اور تمہارا کام۔

تب عتبہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا اور کہنے لگا میں نے آج وہاں ایک ایسا کلام سُنا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ سُنا۔بخدا نہ وہ شعر ہے اور نہ جادو اور نہ کہانت ہے۔

اے قوم قریش!میری بات مانو اُس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔تم اُس سے کنارہ کش ہو جاؤ۔جو کلام میں سُن کر آیا ہوں خدا کی قسم اُسکا بہت بڑا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اگر عرب کے دوسرے قبائل اُس کے ساتھ جنگ کر کے اِس کا خاتمہ کر دیں تو تمہارا مقصد بغیر کسی تردد کے پورا ہو جائے گا۔اگر اُس نے سارے عرب پر غلبہ پا لیا اور حکومت قائم کر لی تو وہ حکومت تمہاری ہوگی اور تم بغیر کسی کشت وخون کے عرب کے تاج وتخت کے مالک ہو جاؤ گے۔رؤساء قریش عتبہ کی یہ باتیں سُن کر پکار اُٹھے اے ابوالولید!اُس کی زبان کا جادو تم پر چل گیا ہے اور تم بھی اپنے مذہب سے مرتد ہو گئے ہو۔عتبہ بولا میں نے اپنی رائے بتا دی،اب جو تمہاری مرضی ہو وہ کرو۔قریش نے عتبہ کی بات نہ مانی اور اپنی ضد پر قائم رہے۔

ہادی عالم ﷺ پر ظلم وستم

ابتدائی تین سال کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کے نتیجہ میں رسول اکرم ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے عشاق کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی اور اسلام کا چرچا مکہ معظمہ سے نکل کر دُور دراز کے علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔رسول اکرم ﷺ کی آواز

Marfat.com

نہایت دلکش، اندازِ گفتگو بہت موثر، خطابت بے انتہا پرکشش اور قلب و روح پر اثر انداز ہونے والی تھی۔ جو شخص بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا، آپ ﷺ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ جب تلاوتِ قرآن مجید فرماتے تو وہ لوگوں کے رگ و پے میں اترنے لگتی۔

اسی وجہ سے مشرکین مکہ نے مشہور کر رکھا تھا کہ آپ ﷺ جادوگر ہیں۔ (نعوذ باللہ) توحید و رسالت کی دعوت کے جواب میں قریش نے حضور ﷺ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت سنتے ہی شور مچانا شروع کر دیتے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو نعوذ باللہ جادوگر، شاعر اور دیوانہ مشہور کر دیا۔ آپ ﷺ جب اسلام کی تبلیغ کیلئے نکلتے تو یہ بدبخت شریر لڑکوں کے گروہ آپ ﷺ کے پیچھے بھیجتے جو ہادی برحق رحمت عالم ﷺ پر پتھر پھینکتے اور تکلیف پہنچاتے۔ یہ وہ حرکات تھیں جو روزمرہ کا معمول بن چکی تھیں۔

ابولہب کی انسانیت سوز حرکات

ایک دن ابولہب غصے کی حالت میں اُٹھا، اُس وقت اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اُس نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو بلایا اور اُن سے کہا کہ میرا تُم سے ملنا اور بولنا اُس وقت تک حرام ہے جب تک تم دونوں محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دے دیتے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا حقیقی چچا تھا اور حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ سے بہت پیار کرتا تھا اور ابولہب کی خواہش پر ہی آپ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اُس کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ بعثت کے بعد ابولہب کی مخالفت شدید دشمنی کی صورت اختیار کر گئی۔ چنانچہ ابولہب کے دونوں

Marfat.com

بیٹوں نے حضور ﷺ کی صاحبزادیوں ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہما کو طلاق دیدی۔ نبی کریم ﷺ بیٹیوں کے باپ تھے۔ آپ ﷺ کو ابولہب کی اس حرکت پر دکھ پہنچا لیکن آپ ﷺ نے صبر کیا۔ معاملہ طلاق تک ہی ختم نہ ہوا بلکہ عتیبہ نے اخلاق و تہذیب کے تمام ضابطوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے آقائے رحمت ﷺ کی شان میں انتہائی نازیبا اور گستاخانہ کلمات بھی کہے۔ حضور ﷺ کو عتیبہ کی اس حرکت پر بہت تکلیف ہوئی اور حضور ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی:

''اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے''

چنانچہ اُس کا عبرت ناک انجام اُس وقت ہوا جب وہ اپنے باپ ابولہب کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام گیا تو راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ ابولہب نے اہل قافلہ سے کہا کہ میرے بیٹے کی حفاظت کرنا' مجھے ڈر ہے کہ کہیں محمد ﷺ کا کہا پورا نہ ہو جائے۔ چنانچہ عتیبہ کے چاروں اطراف اونٹ بٹھائے گئے اور عتیبہ کو سلا دیا گیا۔ رات کو ایک شیر آیا اور اُس نے عتیبہ کی تکا بوٹی کر دی۔ اس طرح وہ اپنے انجام کو پہنچا اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔

ابولہب کے خبث باطن کو دیکھئے کہ ایک دفعہ ہادی عالم ﷺ تبلیغ فرما رہے تھے اور ابولہب آپ ﷺ کو پیچھے سے پتھر مار رہا تھا جس سے آپ ﷺ کی مبارک ایڑیاں خون سے تر ہو جاتی ہیں۔ اس کے باوجود کوئی ظلم اور زیادتی آپ ﷺ کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکیں۔ کفر و شرک میں ابولہب وہ واحد بد بخت ہے جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے اس کا نام لے کر قرآن مجید کی سورۃ لہب میں کی۔

جب ابولہب کی طرف سے ظلم و ستم اور مخالفت کی انتہا ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے اور اُس کی بیوی ام جمیل کے عبرتناک انجام کی وعید بیان کی کہ وہ دونوں دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ ابولہب کی بیوی اُم

Marfat.com

جمیل کا نام اَروٰی تھا اور یہ حرب بن اُمیہ کی بیٹی اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔

حج کا موقع ہوتا یا کوئی بازار لگتا جہاں دور دراز سے لوگ آ کر جمع ہوتے تو حضور ﷺ آنے والوں کے پاس تشریف لے جاتے اور اُن تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ ابولہب تاک میں رہتا اور آپ ﷺ کے پیچھے لگ جاتا جو آپ ﷺ فرماتے اُسے جھوٹ قرار دیتا۔

اسلام کی راہ میں سب سے پہلا شہید

ایک دفعہ آپ ﷺ کعبہ معظمہ میں تشریف لے گئے اور توحید و رسالت کا اعلان فرمایا۔ کعبۃ اللہ میں موجود کفار نے جب یہ اعلان سُنا تو چاروں طرف سے نبی رحمت ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارث بن ابی ہبالہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو بچانا چاہا تو کافروں نے تلواریں مار کر انہیں شہید کر دیا۔ اسلام کی راہ میں حضرت حارث کے خون کے پہلے قطرے تھے جن سے زمین رنگین ہوئی۔ حضرت حارث بن ابی ہبالہ رضی اللہ عنہما کو دُنیائے اسلام کا پہلا شہید ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

قریش مکہ کی چیرہ دستیاں

ایک روز آپ ﷺ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کی ترغیب سے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجڑی سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی۔ یہ دیکھ کر وہ سب بدبخت قہقہہ مار کر ہنسے۔ کسی نے قریش کی اس کمینہ حرکت سے آپ ﷺ کی کمسن صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خبر دی، آپ فوراً دوڑتی ہوئی آئیں اور آپ ﷺ کی پشت مبارک سے وہ سارا بار غلاظت ہٹایا اور ساتھ ساتھ عقبہ کو بددعائیں بھی دیں۔

Marfat.com

جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو یوں فریاد فرمائی:

''یا اللہ گروہ قریش کو پکڑ' یا اللہ تو ابو جہل بن ہشام' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ عقبہ بن ابو معیط اور امیہ بن خلف کو پکڑ'' (صحیح بخاری' کتاب جہاد)

اس حدیث شریف کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو جنگ بدر کے دن مقتول دیکھا اور امیہ بن خلف کے سوا سب بدر کے کنویں میں پھینک دیئے گئے۔ امیہ بن خلف موٹا تھا' جب اسے کھینچنے لگے تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے ہی اس نابکار کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اسی طرح شیاطین قریش ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے اور ابو جہل ایک بھاری پتھر اُٹھا کر سجدے کی حالت میں رسول خدا ﷺ کے سر مبارک کو کچلنے کے ارادہ سے آگے بڑھا۔ جب وہ بد بخت نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور خوف سے رنگ زرد ہو گیا تھا اور پتھر اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔

قریش نے ابو جہل کو حواس باختہ دیکھا تو دوڑ کر اُس کے پاس آئے اور بولے' یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم ٹھیک تو ہو۔ ابو جہل نے کہا جب میں محمد ﷺ کے قریب پہنچا تو میرے سامنے قوی الجثہ اونٹ آ گیا جو منہ کھولے مجھے کھانے کیلئے میری طرف لپکا۔ اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی اور اس کی گردن اتنی لمبی تھی کہ اس سے پہلے میں نے کبھی ایسا اونٹ نہ دیکھا تھا۔

حضور اقدس ﷺ کو جب ابو جہل کے ان ناپاک عزائم کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اونٹ کی شکل میں جبرئیل امین علیہ السلام تھے۔

ایک روز آپ ﷺ جا رہے تھے کہ کسی بد بخت نے حضور ﷺ کے سرِ اقدس پر مٹی ڈال دی۔ اسی حالت میں جب آپ ﷺ گھر پہنچے تو معصوم سیدۃ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

Marfat.com

آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت مضطرب ہوئیں اور آپ کا سر اقدس دھونے لگیں اور ساتھ ہی ساتھ مارے غم کے رو رہی تھیں۔ کریم آقا ﷺ نے شفقت بھرے انداز میں تسلی دی اور فرمایا: اے میری بیٹی رو و نہیں اللہ تیرے باپ کو بچائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز سرکار رحمت عالم ﷺ حرم شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا' اس نے اپنی چادر حضور ﷺ کی گردن میں ڈال کر اُسے بل دینے شروع کئے اور اس زور سے بھینچا کہ حضور ﷺ کا دم گھٹنے لگا' اچانک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے یہ منظر دیکھا تو بے چین ہو گئے' عقبہ کو اُس کے کندھے سے پکڑ کر اس زور سے دھکا دیا کہ وہ دور جا گرا اور ساتھ ہی یہ فرمایا ''تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے سامنے اس پر دلائل بھی پیش کرتا ہے''۔ (بخاری شریف)

قریش کے جو بڑے بڑے سردار آپ ﷺ کے پڑوسی تھے وہ بڑے اہتمام سے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے' نماز پڑھتے وقت شور مچاتے اور آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے۔ عین حالت سجدہ میں اوجھڑی لا کے ڈالنا' چادر کو لپیٹ کر گلا گھونٹنا' محلہ کے اوباش لڑکوں کو پیچھے لگانا' تالیاں پیٹنا اور شوروغوغا کرنا' قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ اور قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی توہین کرنا اگرچہ اُن کا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا لیکن وہ اس پیکرِ عزم و استقلال کو ایک لمحہ کیلئے بھی تبلیغ حق سے نہ روک سکے۔

صحابہ کرام اور جانثاران رسول اللہ ﷺ پر ظلم وستم

مشرکین مکہ رسول اکرم ﷺ کی دعوتِ اسلام کی جتنی شدت سے مخالفت کر رہے تھے' اسلام کا پیغام اتنی ہی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ مشرکین مکہ نے اسلام کی

Marfat.com

اشاعت کو روکنے کے لئے فیصلہ کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں پر اتنی سختی کی جائے کہ وہ منحرف ہو کر واپس آ جائیں۔

چنانچہ کفار مکہ نے اُن پر ظلم وستم کی انتہا کر دی یہاں تک کہ اُن کے جسموں کو لوہے کی گرم سلاخوں سے داغتے، گرم ریت پر لٹا کر اُن کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے، سخت سردیوں میں ٹھنڈے یخ پانی میں ڈبوتے، گلے میں رسی ڈال کر بازاروں میں گھسیٹتے۔ اگر کوئی تکلیف سے کراہتا تو اس پر قہقہے لگاتے اور اسے اسلام سے منحرف ہونے کی تلقین کرتے۔ مگر کفار کے ظلم وتشدد کی تمام کارروائیاں توحید و رسالت کے فدائیوں کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم وزیادتی

ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حرم کعبہ میں تشریف لائے تو صحن میں کفار مکہ جمع تھے۔ حسب معمول اپنے کچھ جاننے والوں کو دیکھ کر انہیں اسلام سے روشناس کرانے کی غرض سے گفتگو فرمانے لگے۔ ان کی علی الاعلان تبلیغ کرنے سے وہاں بیٹھے ہوئے سب کفار غضبناک ہو کر بیک وقت آپ پر ٹوٹ پڑے اور لاتوں اور گھونسوں سے آپ کو مارنے لگے جس کی وجہ سے آپ زمین پر گر پڑے تو کفار مکہ نے انہیں اپنے پیروں سے روند ڈالا۔ عتبہ بن ربیعہ جو اسلام کا ازلی دشمن تھا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتی کوشش سے بہت سے خاندانوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے آپ سے دشمنی اور کینہ رکھتا تھا مگر اُسے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ آج اس بد بخت نے بھی موقع پا کر آپ کے چہرہ پر اتنی ضربیں لگائیں کہ آپ کا چہرہ مبارک بری طرح زخمی ہوا اور سوجھ گیا اور آپ بیہوش ہو گئے۔ اطلاع ملنے پر آپ کے عزیز واقارب حرم کعبہ میں آئے۔ جب انہوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو انہیں آپ کی زندگی کی فکر لاحق

Marfat.com

ہوئی۔ وہ انہیں بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر گھر لے گئے آپ کی والدہ ماجدہ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر بہت غمگین ہوئیں۔

کچھ دیر بعد جب ذرا ہوش آیا تو سب سے پہلے آپ نے پوچھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ آپ بار بار اپنی والدہ سے حضور پاک ﷺ کی خیریت کے بارے میں پوچھتے۔ جب انہیں بتایا کہ حضور ﷺ بالکل خیریت سے دارارقم میں ہیں تو یہ سنتے ہی بولے، مجھے اُن کے پاس لے چلو، میری زندگی کا ارمان وہی ہیں، میں اُن کی زیارت سے ٹھیک ہو جاؤں گا۔

آپ کی والدہ ماجدہ جو ابھی مسلمان تو نہیں ہوئی تھیں مگر زخموں سے چور نیم بیہوشی کی حالت میں اپنے بیٹے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بار بار اصرار پر انہیں دارارقم میں حضور ﷺ کے پاس لے گئیں۔ رحمت عالم ﷺ نے اس حالت میں دیکھا تو آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور اپنے عاشق صادق کو گلے لگالیا۔ حضور ﷺ کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے میرے آقا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے کچھ نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیک وسلم! کی زیارت سے میری تمام تکالیف جاتی رہیں۔ آپ کی والدہ اپنے بیٹے کی حضور ﷺ سے اتنی وارفتگی دیکھ کر اسی وقت مسلمان ہو جاتی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ کے مشہور کافر اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اُمیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت گرم ریت پر لٹا کر اُن کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا وہ گھنٹوں اس حال میں پڑے رہتے۔ جب زیادہ تکلیف ہوتی تو احد، احد پکارتے۔ ان پر یہ ظلم ہر روز ڈھایا جاتا۔ اُمیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دیتا۔ وہ انہیں مکہ کے پہاڑوں میں گھماتے پھرتے یہاں تک کہ گردن پر رسی کا نشان پڑ جاتا۔ خود اُمیہ بھی انہیں باندھ کر ڈنڈے مارتا اور چلچلاتی دھوپ میں جبراً بھوکا پیاسا بٹھائے رکھتا۔ اُمیہ اُسی محلہ

Marfat.com

میں رہتا تھا جہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ ایک روز یہی ظلم ہو رہا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ آپ نے اُمیہ کو منہ مانگی قیمت ادا کر کے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ (رحمتہ للعالمین)

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے نو مظلوموں کو بڑی بڑی قیمتوں کے عوض خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ حضرت یاسرا اپنے بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوئے تو کافروں کو سخت غصہ آیا۔ ابو جہل نے برچھی سے اُن کی بیوی حضرت سمیہ پر حملہ کیا جس سے وہ شہید ہو گئیں۔ حضرت یاسر بھی کافروں کی تکلیفوں سے فوت ہوئے۔ اُن کے بیٹے عمار جو ان تھے۔ انہوں نے نہایت جوانمردی سے کفار کی سختیاں برداشت کیں۔ کافر انہیں روزانہ گرم ریت پر لٹاتے اور اتنا مارتے کہ وہ بیہوش ہو جاتے۔

خالد بن سعید جب مسلمان ہوئے تو اُن کے والد نے اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے۔ وہ مار کھاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میں مر جاؤں گا لیکن اللہ کے آخری رسول ﷺ کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ بالآخر وہ والد کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مکہ کی پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے۔

ابو جہل اسلام کا جانی دشمن تھا۔ اہل ایمان کو اذیتیں دینے والوں میں اُس کا نام سرفہرست ہے۔ اُس نے ایک لونڈی حضرت زِنّیرہ رومیہ رضی اللہ عنہا کو جو مسلمان ہو گئی تھیں اتنی اذیتیں پہنچائیں کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

ایک دن ابو جہل اُس نابینا مومنہ کو ملا اور آپ کو طعنہ دیا کہ دیکھا لات وعزہ نے تجھے اندھا کر دیا ہے۔ اُنہوں نے ابو جہل سے کہا: ''یہ فیصلے تو آسمانوں اور زمین کا مالک کرتا ہے اور میرا رب وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو میری بینائی مجھے واپس دے دے''۔

ابو جہل بکواس کرتا ہوا چلا گیا لیکن اُس مومنہ نے سچ کہا تھا کہ وہ اس بات

Marfat.com

پر قادر ہے کہ اُس کی بینائی واپس کر دے ۔ دوسرے دن جب وہ صحابیہ سو کر اُٹھیں تو اُن کی بینائی واپس آ گئی تھی ۔ حضرت خباب کو دہکتے ہوئے انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا جاتا' درد و کرب اور جلن کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو جاتے مگر وہ ان تمام مصائب کو بڑی جوانمردی اور صبر سے برداشت کرتے رہے ۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب وہ خلیفہ تھے حضرت خباب نے اپنی پشت سے کپڑا اُٹھا کر انہیں دکھایا ۔ دیکھتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔ اُن کی پوری پشت پر برص جیسے نشان تھے ۔

ابو فکیھہ' حضرت لُبینہ' حضرت نَھدِیہ اور اُن کی بیٹی اُم عُبیس رضی اللہ عنہن بھی کنیزیں تھیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں بھی دردناک اذیتیں دی جاتی رہیں ۔

حضرت صہیب بھی غلام تھے جو اسلام لانے کے جرم میں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے رہے ۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو اُن کا دانہ پانی بند کر دیا اور انہیں گھر سے نکال دیا ۔ آپ بڑی ناز و نعمت میں پلے تھے ۔ حالات کی شدت سے دو چار ہوئے تو کھال اس طرح اُدھڑ گئی جیسے سانپ کچلی چھوڑتا ہے ۔ (رحمتہ للعالمین)

حضرت زبیر بن العوم رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے ۔ ان کا شمار جلیل القدر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے ۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ہیں ۔ آپ کے والد ماجد فوت ہوئے تو ان کی پرورش والدہ اور چچا کے ذمے تھی ۔ آپ کا چچا نوفل بن خویلد بہت مہربان تھا ۔ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی جب آپ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو وہی چچا جو پہلے بہت مہربان تھا آپ پر ظلم و ستم ڈھانے لگا ۔ وہ آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر آگ سلگا کر دھونی دیتا یہاں تک کہ دم گھٹنے لگتا ۔ آپ کئی سال تک اس قسم کے ظلم و جبر کی سختیاں حوصلے اور صبر کے ساتھ جھیلتے رہے مگر اسلام پر قائم رہے ۔

Marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو اُن کے چچا حکم بن ابوالعاص کو اس قدر غصہ آیا کہ اُن کو رسی سے باندھ کر مارا اور کہا کہ جب تک تم نئے دین کو ترک نہیں کرو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں دین حق کو نہیں چھوڑوں گا۔آپ کی یہ استقامت دیکھ کر آپ کا چچا آپ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔مگر دوسری طرف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مشرک عزیز و اقارب کی بھرپور مخالفت اور سخت گیری برداشت سے باہر ہو گئی۔

اسلام کی پہلی ہجرت

سرکار دو عالم ﷺ کی اجازت اور ایماء پر حضرت عثمان غنی اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چند دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ مکہ سے ہجرت فرما کر حبشہ چلے گئے۔اس ہجرت کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔جو اللہ کی راہ میں اپنا وطن مکہ معظمہ اور گھربار چھوڑ کر اللہ کے حبیب پاک کی رضا سے حبشہ (ایتھوپیا) کی طرف کی گئی۔یہ ہجرت ماہ رجب ۵ نبوی ہوئی'اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔

مکہ سے کچھ دور غفار نامی قبیلہ رہتا تھا اس میں ابوذر غفاری اور انیس دو بھائی تھے۔ابوذر غفاری کو جب یہ معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کے پاس آسمان سے خدا کا پیغام آتا ہے تو انہوں نے اپنے بھائی انیس کو بھیجا کہ وہ مکہ جا کر معلومات حاصل کریں اور اُن کی باتیں سُنیں۔انیس مکہ جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پہلی ہی نظر میں آپ ﷺ کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے نو وارد سے اس کی آمد کی غرض پوچھی؟ اُس نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ کسی ایسے دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس کے بارے میں ہم نے آج تک کچھ نہیں سُنا۔

حضور ﷺ نے اسلام کے بارے میں سب بتا دیا اور کلام اللہ بھی پڑھ کر سُنایا۔ ضروری معلومات لے کر وہ واپس چلا گیا اور ابوذر غفاری کو بتایا کہ وہ اللہ کو لاشریک مانتا ہے اور وہ جو کلام سُناتا ہے وہ انسان کا نہیں ہے۔ وہ اخلاق کی اچھی اچھی باتیں لوگوں کو بتاتا ہے۔ یہ سُن کر ابوذر غفاری کا شوق بڑھ گیا اور وہ خود مکہ معظمہ آئے اور کعبہ میں داخل ہوئے کہ خدا کے اس رسول کا پتہ لگائیں۔ کسی سے پوچھنا مشکل تھا' اس لئے وہ وہیں لیٹ گئے۔ دو دن اسی طرح گزرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور اُس سے پوچھا کہ کدھر آئے ہو؟ ابوذر غفاری نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ انہیں حضور ﷺ کے پاس لے گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد آپ کلمہ حق پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

حضور ﷺ نے ابوذر سے فرمایا کہ اس وقت خاموشی سے اپنے گھر چلے جائیں۔ انہوں نے عرض کیا' خدا کی قسم میں اس کلمہ حق کو ان کافروں کے سامنے بلند آواز میں پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر وہ کعبہ معظمہ میں آ گئے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار فرمایا۔

کفار نے جب سُنا تو وہ ہر طرف سے حضرت ابوذر غفاری پر ٹوٹ پڑے اور سب نے مل کر اُن کو خوب مارا' اتنے میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دوڑ کر آئے اور قریش سے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ یہ غفار کے قبیلہ کا آدمی ہے اور تمہاری تجارت کا راستہ ادھر سے سے گزرتا ہے۔ تب قریش نے بڑی مشکل سے انہیں چھوڑا۔

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اُن کے والد سہیل بن عمرو (جو

Marfat.com

صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر گئے تھے) اس قدر برافروختہ ہوئے کہ بیٹے کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھری میں ڈال دیا۔ حضرت ابو جندل کئی سال اس اذیت ناک قید میں پڑے رہے لیکن دین اسلام کو نہ چھوڑا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فطرت سعید سے نوازا تھا اور جوانی میں ہی قبول اسلام سے مشرف ہوئے۔ یہ بعثت نبوی کا ابتدائی دور تھا اور مشرکین نے حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔

ایک دفعہ طلوع آفتاب کے بعد جب قریش مکہ ایک جگہ جمع تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُن کے قریب جا کر بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ جب مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا پاک کلام سُنا تو تمام کفار نے مشتعل ہو کر انہیں پیٹنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک سوجھ گیا اور جسم سے خون بہہ نکلا۔ لیکن وہ عاشق صادق جوش ایمانی میں مار کھاتے ہوئے بھی قرآن مجید کی تلاوت جاری رکھے ہوئے تھے اور سورہ مبارکہ کی تلاوت مکمل کرنے کے بعد خاموش ہوئے۔

یہاں سطور بالا میں شمع عشقِ رسول کریم ﷺ کے صدہا جانثاروں میں سے چند صحابہ کرام کے احوال پیش کئے گئے ہیں ورنہ ابتلاء وآزمائش کے اس دور میں جس کسی نے بھی غلامی مصطفے ﷺ کا پٹا اپنے گلے میں ڈالا اسے انسانیت سوز مظالم سے دوچار ہونا پڑا اور مشرکین مکہ اُس پر تشدد اور بے رحمی کی انتہا کر دیتے' دہکتے انگاروں پر لٹایا جاتا' چلچلاتی دھوپ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر تڑپنے کیلئے ڈال دیا جاتا۔ نہ پینے کیلئے پانی اور نہ کھانے کیلئے ایک لقمہ دیا جاتا۔ لیکن اسلام کے یہ شیدائی ان آزمائشوں میں استقامت کے کوہ گراں بنے رہتے اور اُن کی ایسی استقامت کو دیکھ کر درندہ صفت کفار مکہ کے چھکے چھوٹ جاتے۔

Marfat.com

اہلِ ایمان پر مظالم کے اثرات

اس قسم کے ظلم و جبر کے باوجود مسلمانوں کے حوصلہ کو دیکھتے ہوئے مکہ کے لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ مسلمان ہونے والے ہر ظلم و زیادتی برداشت کرتے ہیں، اُن میں سے بعض مظالم کی تاب نہ لا کر شہید بھی ہوئے لیکن دین اسلام سے منحرف نہیں ہوئے۔ اس صورت حال کو جاننے کیلئے جب وہ اہلِ ایمان کے قریب آتے تو خود بھی متاثر ہو کر اسلام لے آتے۔

ظلم وستم کی یہ داستانیں جب مکہ سے باہر جاتیں تو سننے والوں کو مظلوموں سے ہمدردی ہو جاتی اور وہ بھی اس دین کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہو جاتے۔ عمرو بن عبسہ، ابوموسیٰ اشعری اور طفیل بن عمرو دوسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مکہ سے باہر کے رہنے والے تھے اور یہ تمام حضرات اسی طرح ایمان لائے۔ پھر ان میں سے کچھ اپنے اپنے علاقوں میں واپس گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت پر تبلیغ دین شروع کر دی۔ اس سے اسلام کی تعلیم مکہ کے حصار سے نکل کر قرب و جوار کے علاقوں میں پھیل گئی۔ یہ بات مشرکین مکہ کیلئے اور بھی تکلیف دہ تھی لیکن اسلام کی اشاعت روکنا اب اُن کے بس میں نہ رہا تھا۔ (نبی کریم ﷺ، صفحہ ۱۴۴)

اب مشرکین مکہ کیلئے سب سے تشویش ناک موقع حج کا ہوتا تھا۔ کیونکہ اس وقت ہر طرف سے قبائل عرب جوق در جوق اپنے سرداروں کی معیت میں مکہ میں اکٹھے ہوتے اور رسول اکرم ﷺ اپنا پیغام پھیلانے کیلئے اُن کے پاس جاتے۔

Marfat.com

سرداران مکہ کا رعب یا خوف جو اہل مکہ پر ہوسکتا تھا وہ باہر سے آنے والوں پر ممکن نہ تھا۔ زائرین مکہ بغیر کسی تعصب اور رعب کے دعوت کو قبول کرنے میں اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکتے تھے اور یہ بھی کہ تحریکِ محمدی کے خلاف اُن کے دلوں میں پہلے سے کوئی بغض نہ ہوتا تھا۔

جب حج کا موسم قریب ہوتا تو قریش جانتے تھے کہ اب عرب کے وفود آنے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں جس کی بنا پر زائرین کے دلوں پر آپ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چنانچہ وہ اس پہلو پر گفت وشنید کیلئے ولید بن مغیرہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور سوچ بچار میں مصروف ہو گئے۔

ولید نے معاملہ پر غور کرنے کیلئے کہا:

اے گروہ قریش! حج کا موسم آ پہنچا ہے۔ عرب کے وفود تمہارے پاس آئیں گے اور صورتِ حال یہ ہے کہ وہ سب توحید و رسالت کے متعلق سُن چکے ہیں۔ اس لئے وہ اس تعلیم کو جاننے اور سمجھنے کی آرزو لے کر آئیں گے۔ لہٰذا تم اس معاملہ میں ایک رائے اختیار کر لو اور پھر باہم اختلاف نہ کرو کہ ایک دوسرے کو جھٹلاتا پھرے اور دوسرا پہلے کی بات کاٹتا رہے۔ (ابن ہشام)

لوگوں نے کہا آپ ہی کہیے! آپس میں بحث وتمحیص کے بعد ساری گفتگو کا حاصل کلام یوں تھا: ولید نے کہا اگر تم کہتے ہو کہ محمد ﷺ کاہن ہیں۔ خدا کی قسم وہ ایسے نہیں ہیں ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ وہ آسیب زدہ بھی نہیں ہیں اُن میں ایسا کوئی عارضہ نہیں جو آسیب زدہ میں ہوتا ہے۔ اگر تمہارا خیال ہو کہ وہ شاعر ہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ کوئی ذی عقل یہ ماننے کو تیار نہیں ہوگا۔ ہم شعر کو اس کی ہر قسم کے لحاظ سے خوب جانتے ہیں۔ وہ جادوگر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے جادوگروں اور اُن کے جادو کو دیکھا ہے۔

ولید کے جواب کے بعد حاضرین نے کہا کہ پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا کہنا چاہیے؟

Marfat.com

جس سے لوگ ہماری باتوں پر یقین کر لیں اور اُن (ﷺ) کے پاس نہ جائیں۔ بالآخر ولید بولا۔

خُدا کی قسم محمد ﷺ کی بات میں بڑی میٹھاس ہے اور سُننے والوں کے دلوں میں اثر رکھتی ہے۔ یہ پیغام غالب ہوگا' اسے مغلوب نہیں کیا جا سکے گا اور یہ سب کو کچل ڈالے گا۔ (بروایت مستدرک) بس اس کے بارے میں ان میں سے لگتی ہوئی بات ایک ہی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ تم کہو کہ اُس کے کلام میں ایسا جادو ہے جس سے باپ اور بیٹے' شوہر اور بیوی' بھائی اور بھائی میں جُدائی ڈالی جا رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنوں سے کٹ کر اس کی طرف جا رہے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

بالآخر اس مجلس شیاطین میں فیصلہ ہوا کہ مختلف پارٹیاں مکہ کو آنے والے راستوں پر بیٹھ جائیں اور آنے والے ہر وفد کو محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں متنفر کر دیں۔ چنانچہ اسی (شیطانی) منصوبہ پر عمل کیا گیا مگر نتیجہ اُلٹا ہوا۔ حضور ﷺ کا چرچا عرب کے کونے کونے تک پھیل گیا اور جن کو کچھ بھی معلوم نہ تھا انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ ایک نئی دعوت ایسی اُٹھی ہے جس کی علمبردار شخصیت محمد ﷺ کی ہے۔ (ماخوذ از محسن انسانیت)

❀❀❀❀

Marfat.com

خطہءِ عرب میں اسلام کا چرچا

رسولِ اکرم ﷺ کی دعوتِ اسلام کا چرچا مکہ سے نکل کر دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ اسلام کی دعوت کے تیزی سے پھیلنے کے کئی ایک اسباب تھے۔ جن میں چند ایک وجوہ اس طرح ہیں:

(۱) رسول پاک ﷺ کے خلاف کفار اور مشرکین کی پروپیگنڈہ مہم کی وجہ سے اطراف و اکناف کے لوگ جب حقیقت حال کا جائزہ لینے کیلئے مکہ آتے تو حضور ﷺ کی شخصیت، پیغام اور قول و افعال سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے۔

(۲) ایسے افراد کا مسلمان ہونا جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے اپنے دائرہ اثر میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

(۳) مشرکین مکہ کی طرف سے نئے مسلمان ہونے والوں پر اذیت ناک مظالم کے باوجود ایک بھی مسلمان کا اپنے دین سے منحرف نہ ہونا۔

(۴) بیرون مکہ کے لوگ جب اسلام قبول کرنے والوں کے صبر اور سچائی کے واقعات سنتے تو وہ مسلمان ہونے والوں کی اس استقامت سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف راغب ہو جاتے۔

(۵) مسلمان ہونے والوں کا اخلاق، جذبہ ایثار خدمت نیز مسلمانوں کا آپس میں

Marfat.com

ایک دوسرے کیلئے خیر خواہی اور محبت و الفت کا پیکر بن جانا۔

(۶) جب لوگ اہل ایمان کی اسلام سے قبل کی زندگی اور اسلام قبول کرنے کے بعد کی مثالی تبدیلی کا تجزیہ کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ کل کے دشمن ایک پل میں محبت و الفت کا پیکر کیسے بن گئے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

ہجرت حبشہ

حضور اکرم ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ قریش کے ظلم و استبداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور مسلمانوں کا اس ماحول میں رہنا ناممکن ہو رہا ہے تو آپ ﷺ نے اُن مسلمانوں کو جو مکہ سے باہر جانے کیلئے تیار تھے' ہدایت فرمائی کہ وہ نجاشی کے ملک حبشہ (ایتھوپیا) میں ہجرت کر جائیں۔ کیونکہ وہاں کے بادشاہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑا رحمدل اور انصاف پسند ہے۔ نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو کمزوروں پر ظلم کی اجازت دیتا ہے۔ اس طرح ایک تو مکہ چھوڑ کر جانے والے قریش کے ظلم وستم سے محفوظ ہو جائیں گے' دوسرا یہ مسلمان جہاں بھی جائیں گے حق وصداقت کا پیغام وہاں پہنچ جائے گا اور اپنے عقیدہ کے مطابق پُر امن فضا میں اپنے رب کی عبادت کر سکیں گے۔

مہاجرین کا یہ قافلہ بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ ان مہاجرین میں سب سے پہلے نکلنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے جن کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ آپ رحمتِ دو عالم ﷺ کی لختِ جگر تھیں۔ سید دو عالم ﷺ نے اسی جوڑے کے بارے میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزاری کیلئے حضرت اُم ایمن بھی ساتھ تھیں۔ یہ ۵ نبوی کا واقعہ ہے۔ عہدِ رسالت کے اوّلین اہل ایمان جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

Marfat.com

حضرت عثمان غنی مع زوجہ محترمہ حضرت رقیہ، حضرت ابوسلمہ مع زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ، حضرت ابوحذیفہ مع زوجہ سہلہ بنت سہیل، حضرت عامر بن ابوربیعہ مع زوجہ لیلیٰ عدویہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت سہیل بن بیضاء، حضرت ابومیسرہ بن ابی رہم، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (ضیاء النبی جلد دوم)

یہ قافلہ رات کی تاریکی میں چھپ کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوا۔ جب ساحل سمندر پر بندرگاہ شعیبہ پر پہنچے تو انہیں کشتی مل گئی اور وہ حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ بندرگاہ جدہ سے تھوڑے فاصلے پر جنوب کی جانب واقع تھی۔ جب قریش کو اُن کے بارے میں پتہ چلا تو ان کے تعاقب میں دوڑے لیکن کشتی اُن کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکی تھی۔ مشرکین مکہ ناکام و نامُراد واپس لوٹے۔

اللہ کی راہ میں مہاجرین کا یہ پہلا قافلہ خیریت سے حبشہ پہنچ گیا تو نجاشی نے اُنہیں بڑے احترام سے خوش آمدید کہا اور ٹھہرنے کیلئے ایک پُرامن جگہ عطا فرمائی۔ وہاں بہت اچھی طرح رہنے لگے۔ انہیں وہاں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ یہ لوگ آزادی سے عبادت کرتے اور آرام وسکون سے شب وروز گزارتے۔

حبشہ میں اگرچہ مہاجرین آرام سے تھے اور انہیں ہر قسم کی آزادی تھی مگر ہادی عالم ﷺ سے دوری اُن کے لئے بے چینی اور بے آرامی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ انہیں قریش کے اسلام قبول کر لینے اور اہل حق کی مخالفت چھوڑنے کی اطلاع ملی۔ ماہ شوال میں یہ خبر ملتے ہی یہ سعید بخت افراد اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچنے کیلئے بے قرار ہو گئے۔ اُن میں سے اکثر لوگ حبشہ سے واپس مکہ معظمہ آ گئے لیکن مکہ معظمہ میں واپس آ کر انہیں پتہ چلا کہ وہ اطلاع غلط تھی۔ اب مشرکین کے مظالم شدید سے شدید تر ہو گئے۔ وہ جس ظلم و بربریت سے بچ کر

Marfat.com

نکلے تھے، وہ دوبارہ اس ظلم کا شکار ہو گئے۔ کئی ایک نے قریش کے سرداروں سے پناہ طلب کی اور انہیں پناہ دے دی گئی۔

دوسری ہجرت حبشہ

حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین پر بالخصوص اور دوسرے مسلمانوں پر بالعموم قریش کا ظلم وستم اور بڑھ گیا اور اُن کے خاندان والوں نے انہیں خوب ستایا۔ کیونکہ قریش کو اُن کے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک کی جو خبر ملی تھی اس پر وہ بہت پریشان تھے۔ ان نامساعد حالات کو دیکھتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو پھر ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا لیکن یہ دوسری ہجرت پہلی کے مقابلہ میں مشکل تھی۔ کیونکہ اس دفعہ قریش چوکنا تھے اور ایسی کسی کوشش کو ناکام بنانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

لیکن مسلمان اُن سے کہیں زیادہ مستعد ثابت ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے یہ سفر آسان بنا دیا اور قریش کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی شاہ حبشہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس بار مہاجرین کی تعداد تراسی (۸۳) تھی جن میں اٹھارہ خواتین بھی شامل ہوئیں۔ اس قافلہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اُن کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ حبشہ پہنچنے پر شاہ حبشہ نجاشی نے ان مہاجرین کو اپنی پناہ میں رہائش کی اجازت دے دی۔

اس بار مکہ ماتم کدہ بن گیا۔ بڑے بڑے دشمنان اسلام کے جگر کے ٹکڑے، اُن کے بہن بھائی اور عزیز و اقارب اللہ کی خاطر انہیں چھوڑ گئے۔ مکہ کے متاثرین اس جدائی میں کچھ تو مسلمان ہو گئے اور کچھ اس صدمہ سے اسلام دشمنی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ سرداران قریش کے غصے اور تپش کا یہ عالم تھا کہ اگر اُن کا بس چلتا تو وہ مسلمانوں کو

Marfat.com

ایک ایک کر کے قتل کر دیتے۔ اس دفعہ شاید ہی مکہ میں اور خاص طور پر قریش میں کوئی ایسا گھر ہو جو دوسری ہجرت حبشہ سے متاثر نہ ہوا ہو۔

مہاجرین حبشہ کے خلاف مشرکین کی سازش

جو لوگ حبشہ میں ہجرت کر کے آئے تھے وہ بہت آرام اور سکون سے رہ رہے تھے۔ وہاں پر توقع سے کہیں زیادہ اُن کو پذیرائی ملی۔ جس کی واحد وجہ نجاشی کا اُن پر مہربان ہونا تھا۔ لیکن مشرکین مکہ کب چین سے بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے باہمی مشاورت کے بعد فیصلہ کیا کہ نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا جائے جو اسے ترغیب دے کہ مسلمانوں کو اپنے مُلک سے نکال دے۔ اس مقصد کیلئے قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو منتخب کیا جو ذہانت اور گہری سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے اس وفد کو بہت سے قیمتی تحائف دے کر حبشہ بھیجا اور اُن دونوں کو ہدایت کی کہ وہ وہاں جا کر تمام پادریوں اور مذہبی راہنماؤں سے رابطہ کریں اور ان کی خدمت میں تحائف پیش کریں۔ اس کے بعد نجاشی سے ملاقات کر کے اس کی خدمت میں مکہ کے یہ نوادرات پیش کریں اور یہ تاکید بھی کی کہ کوشش کریں بادشاہ مسلمانوں کو ملاقات کا موقع دیئے بغیر ہی ان کی جلاوطنی کا حکم صادر کر دے۔

مشرکین مکہ کے ان دونوں نمائندوں نے بادشاہ سے ملنے سے پہلے نجاشی کے درباریوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔ انہیں رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ جب ہم مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کریں تو آپ ہماری پُرزور حمایت کریں۔ لیکن نجاشی بہت منصف مزاج اور سمجھ دار تھا۔ اُس نے کہا کہ میں اُس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کروں گا جب تک مہاجرین کی بات نہ سُن لوں۔ چنانچہ نجاشی نے مہاجرین کو دربار میں طلب کیا۔

Marfat.com

مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت جعفر بن ابی طالب جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھائی تھے کی قیادت میں ایک وفد منتخب کیا اور انہیں اتفاق رائے سے تاکید کی کہ جو تعلیمات رسول اکرم ﷺ نے دی ہیں وہی پیش کی جائیں خواہ شاہ نجاشی ہمیں رکھے یا نکالے۔

مہاجرین صحابہ کرام کا وفد شاہ حبشہ کے دربار میں حاضر ہوا تو اہل دربار اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور مشرکین مکہ کے نمائندے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص بھی وہاں موجود تھے۔ دربار میں چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نجاشی نے جناب جعفر سے پوچھا:

یہ تم نے کیا کیا؟ اپنا آبائی دین اور وطن بھی چھوڑا اور ہمارے دین (عیسائیت) میں بھی داخل نہ ہوئے۔ تم بتاؤ وہ نیا دین کیا ہے؟ جس کو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم کے افراد تھے' بُت پرستی ہمارا شیوا تھا' مُردار کھاتے تھے' بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا' قوی لوگ کمزوروں کے حقوق غصب کرتے تھے۔ جب ہم اس حال اور بُرائی میں پھنسے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہم ہی سے ایک رسول ہماری طرف مبعوث کیا۔ جس کی شرافت' صداقت اور دیانت سے ہم سب لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اُس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی' انہوں نے بتایا کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ بُت پرستی چھوڑ دیں۔ اُس نے ہمیں راست بازی' امانت داری' صلہ رحمی' دوسروں کے ساتھ ہمدردی' حقوق ہمسائیگی اور عہدو پیمان کی پاسداری اور حرام چیزوں سے دور رہنے کا حکم دیا۔ ہمیں فحاشی' جھوٹ بولنے اور یتیموں کا مال کھانے سے روکا۔ عفیف عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع فرمایا' نماز پڑھنے اور پاکبازی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ ہم اُس پر ایمان لے آئے اور بتوں

Marfat.com

کی پرستش چھوڑ دی اور تمام بُرے اعمال سے توبہ کی۔ اس وجہ سے ہماری قوم ہمارے خون کی پیاسی ہوگئی اور ہمیں ظلم وستم سے مجبور کرتی ہے کہ ہم پھر اُسی گمراہی میں لوٹ جائیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی یہ پُر تاثیر گفتگو سننے کے بعد نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے اس میں کچھ پڑھ کر سُناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ جس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں۔

نجاشی پر سورۃ مریم کی آیات سُن کر رقت طاری ہوگئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ چند آیات سننے کے بعد اُس نے کہا:

خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پَرتو ہیں۔ اس کے بعد اس نے مشرکین مکہ کے وفد سے کہا تم واپس جاسکتے ہو میں ان مظلوموں کو واپس نہیں کروں گا۔

مشرکین مکہ اپنی اس ناکامی پر بہت پریشان ہوئے تاہم وہ مایوس نہ ہوئے اور اُن لوگوں نے پھر آپس میں مشورہ کیا کہ ایک کوشش اور کی جانی چاہیے۔ نجاشی عیسائی ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مسلمانون کا عقیدہ دربار میں بیان کرایا جائے تو ممکن ہے کہ شاہ کے اندر مذہبی تعصب کی آگ بھڑک اُٹھے۔ وفد کے دونوں ارکان کو اس کی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔

نجاشی کے درباری، امراء اور مذہبی راہنماء پہلے ہی مشرکین مکہ کے وفد سے تحائف اور نوادرات وصول کر کے اُن کے حامی بن چکے تھے، اس لئے انہوں نے اُن کو نجاشی کے دربار میں دوبارہ پیش ہونے میں مدد کی۔ نجاشی سے عمرو بن العاص (جو مشرکین مکہ کے وفد کا اہم رکن تھا) نے کہا

اے بادشاہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا

Marfat.com

عقائد رکھتے ہیں؟ آپ اُن سے بُلا کر پوچھیں۔نجاشی نے پھر مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا۔اُن کو جب صورت حال کا علم ہوا تو کچھ تردد ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے انکار کرنے پر نجاشی کا ردعمل ہمارے خلاف نہ ہو جائے۔ یہ وقت مہاجرین پر بڑا کٹھن تھا۔لیکن انہوں نے باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ہم نجاشی کے جواب میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہیں گے۔

چنانچہ جب وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی نے اُن سے پوچھا تم لوگوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا ہے؟ تو حضرت جعفر نے آگے بڑھ کر بلا تامل فرمایا۔اے بادشاہ! ہم اُن کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے ہادی برحق پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول اور کلمتہ اللہ ہیں جسے اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام پر القا کیا تھا۔

یہ سُن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا:

جو کچھ تم نے کہا ہے خدا کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس سے اِس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔نجاشی کی یہ بات سُن کر دربار میں موجود پادری جو سازش کا شکار اور رشوت و تحائف سے مسخر تھے، دل ہی دل میں بہت پیچ و تاب کھاتے رہے اور بڑ بڑانے لگے مگر نجاشی نے کہا خدا کی قسم سچی بات تو یہی ہے جو کہی گئی۔اس کے بعد نجاشی نے حکم دیا کہ مشرکین مکہ کے تمام تحائف لوٹا دیئے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس دربار میں موجود تھے،ان کا بیان ہے کہ نجاشی حضرت جعفر کی فصاحت و بلاغت سے بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ مرحبا آپ پر اور اُس ذات گرامی پر جس کی طرف سے آپ آئے ہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ وہی ہیں جس کا تذکرہ ہم انجیل مقدس میں پاتے ہیں اور بلاشبہ یہ وہی رسول ہیں جن کے آنے کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

Marfat.com

شاہ نجاشی نے نہ صرف یہ کہ مہاجرین کو پناہ دی اُن کی حمایت کی بلکہ اعلان کرادیا کہ جو بھی اُن کو ستائے گا اس کو آٹھ درہم جرمانہ کیا جائے گا۔اس طرح مشرکین مکہ کا وفد ناکام و نامُراد واپس لوٹا۔

مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے والوں کے علاوہ پچاس مہاجرین کا وفد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معیت میں یمن سے حبشہ پہنچا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' حضور رسول مقبول ﷺ کے چچا تھے اور عمر میں آپ ﷺ سے کچھ ہی بڑے تھے' وہ آپ کے خالہ زاد بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی۔ اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر اور پہلوان تھے۔ اکثر وقت شکار کرنے میں گزارتے۔ آپ ۶ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔

ایک دن اسلام کا ازلی دشمن ابوجہل کوہ صفا کے نزدیک حضور پاک ﷺ کے نزدیک سے گزرا تو اُس نے آپ کو ایذا پہنچائی اور ہزیان گوئی بھی کی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ اس کے بعد اُس نابکار نے آپ ﷺ کے سر پر پتھر مارا جس سے سر مبارک سے خون بہہ نکلا۔ پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر اپنے مکان سے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ شام کو جب جناب حمزہ شکار سے واپس آئے تو اُس لونڈی نے جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا' وہ بلاکم وکاست اُن کو بتا دیا۔ یہ باتیں سن کر جناب حمزہ غصے سے بھڑک اُٹھے اور اسی حالت میں کعبہ کے صحن میں جہاں قریش بیٹھے ہوئے تھے آئے اور ابوجہل کے سر پر زور سے کمان ماری اور فرمایا میں مسلمان ہوں۔ آپ اُس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے آپ نے یہ بات محض اس لئے کہی کہ اُن کے عزیز ''حضور ﷺ'' کی توہین کیوں کی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کا سینہ کھول دیا اور گھر آ کر جب اس واقعہ سے حضور اقدس ﷺ کو آگاہ فرمایا تو سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا مجھے حقیقی خوشی تو اُس

Marfat.com

وقت ہوگی جب آپ ایمان لے آئیں گے۔ یہ سننا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ آپ کے مسلمان ہونے سے اسلام کو تقویت ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

عمر بن خطاب قریش خاندان کے ایک نوجوان تھے۔ مزاج کے سخت تھے اور جو بات کہتے اس پر سختی سے عمل کرتے۔ شروع میں وہ اسلام کے بڑے دشمن تھے اور مسلمانوں کو ستایا کرتے تھے۔ ایک دن کسی بُت خانہ میں سورہے تھے کہ بُت خانہ کے اندر سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی آواز سُنی۔ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے یہ آواز اُن کے تحت الشعور کو جھنجھوڑنے لگی جس کی وجہ سے کبھی کبھار اس پر غور کرنے لگے۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن حضور اکرم ﷺ نے بارگاہ صمدیت میں عرض کیا۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِعُمَرَ بْنِ الْخُطَّابِ اَوْبِاَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ۔

(ترمذی، طبرانی)

"اے اللہ! عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے جو شخص تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت پہنچا۔"

اس سے پہلے عمر بن خطاب کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر عمر کو اس کا علم نہ تھا۔

ایک دن جناب عمر بن خطاب کو دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں اس قصہ کو ختم کرنے کے لئے رسول خدا ﷺ کا سر قلم کر دوں (العیاذ باللہ) تاکہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ یہ ارادہ کر کے وہ تلوار لے کر گھر سے نکلے۔ راستہ میں ایک مسلمان سے ملاقات ہوئی اُس نے تیور دیکھ کر پوچھا عمر کدھر کا ارادہ ہے؟ عمر نے اپنا اِرادہ بتایا۔

Marfat.com

اُس نے عمر سے کہا کہ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی تو خبر لو! وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس طعنے سے وہ پریشان ہو گئے۔ پلٹ کر اپنی بہن کے گھر کا راستہ لیا۔ وہاں پہنچے تو اندر سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز سُنی۔ غصہ سے بے قابو ہو کر بہن حضرت فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو خوب پیٹا اور لہولہان کر دیا۔ دونوں نے کہا کہ عمر! تم ہمیں خواہ جان سے بھی مار ڈالو لیکن ہم اسلام سے نہیں پھریں گے۔ اُن کی اس ثابت قدمی سے عمر کا دل پسیج گیا اور اپنی بے بسی کے عالم میں کہنے لگے کہ جو تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ۔ انہوں نے کہا بغیر غسل کے آپ اُسے چھو نہیں سکتے۔ پہلے غسل کروایا پھر وہ ورق لا کر دیا۔ عمر جیسے جیسے اس کو پڑھتے گئے اُن کے دل کی دُنیا بدلتی گئی۔ آخر بے ساختہ منہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پکار اٹھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان دارارقم میں چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر سیدھے وہاں پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹا کر آواز دی۔ جو مسلمان اس وقت وہاں موجود تھے حضرت عمر کو تلوار لئے کھڑے دیکھ کر مضطرب ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنے دو! اگر عمر خلوص دل سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ جب دروازہ کُھلا اور عمر نے اندر قدم رکھا تو جناب رسول اللہ رضی اللہ عنہ خود آگے بڑھے اور عمر کا دامن پکڑ کر فرمایا: کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی کہ ایمان لانے کے لئے۔ یہ سن کر مسلمانوں نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ مکہ معظمہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں اور عالم کفر لرزہ بہ اندام ہو گیا۔ حضرت عمر، حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہما کے بعد ۶ نبوی کو مسلمان ہوئے۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اب تک مسلمان کعبہ معظمہ میں جا کر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد فرمانے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! ہم حق پر ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

فرمانے لگے پھر چھپنا کیسا؟ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہم ضرور باہر نکلیں گے۔

چنانچہ تمام صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ساتھ باہر نکلے اور دو صفیں بنائی گئیں۔ ایک صف میں آگے حضرت حمزہ تھے اور دوسری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کے چلنے سے زمین سے ہلکا ہلکا غبار اُڑ رہا تھا' یہاں تک کہ سب مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قریش نے مجھے اور حمزہ کو دیکھا تو اُن کے دلوں پر ایسی چوٹ لگی کہ اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ اسی دن آقائے رحمت عالم ﷺ نے خوش ہو کر حضرت عمر کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ (عمر بن خطاب' امام ابن جوزی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد سے ہم برابر طاقتور اور باعزت رہے۔ (صحیح بخاری شریف)

❀❀❀❀

Marfat.com

بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا حضور ﷺ کی حمایت پر راضی ہونا

حالات کی رفتار بدل چکی تھی۔ گردوپیش کے ماحول میں فرق آچکا تھا۔ لیکن جناب ابوطالب کے اندیشے برقرار تھے۔ انہیں مشرکین کی طرف سے اپنے بھتیجے کے متعلق برابر خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے واقعات کو یاد کر کے برابر غور کرتے رہتے تھے کہ مشرکین نے انہیں مقابلہ آرائی کی دھمکی دی تھی۔ ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر حضور ﷺ کا سر کچلنے اٹھا تھا۔ عقبہ بن ابی معیط نے چادر لپیٹ کر گلا گھونٹنے اور مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت ابوطالب کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ قریش نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کو اذیتیں پہنچانے اور تنگ کرنے میں تمام اخلاقی حدود و قیود سے گزرتے جا رہے ہیں اور اب وہ آپ کو گزند پہنچانے سے بھی باز نہیں آئیں گے۔ ان حالات میں خدانخواستہ اگر کوئی مشرک اچانک آپ پر ٹوٹ پڑا تو حمزہ یا عمر یا کوئی اور شخص کیا کام دے سکے گا۔ حضرت ابوطالب کے نزدیک یہ بات یقینی تھی۔ کیونکہ مشرکین اعلانیہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر حضرت ابوطالب نے خاندان بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور اُنہیں ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اب حضور ﷺ کی جان کو خطرہ لاحق ہے اور ان کی

Marfat.com

حفاظت اور معاونت کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ حقائق سے آگاہ ہونے پر ابولہب کے علاوہ سبھی نے ہر قیمت پر ہادی برحق ﷺ کی حمایت اور حفاظت کرنے اور انہیں اکیلا نہ چھوڑنے پر اتفاق کیا۔

تمام مشرکین اور پیغام حق کے مخالفین حرم میں موجود تھے۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے عہد و پیمان کی خبر ابولہب نے انہیں پہنچا دی تھی۔ ابولہب نے بنو عبدالمطلب کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ سارے مخالفین اس نئی صورتحال سے پریشان ہو گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب بنو ہاشم اور بنو مطلب کی مخالفت کا نتیجہ مشرکین اہل مکہ کی تباہی ہوگا۔ ابھی وہ ششدر و پریشانی کے عالم میں تھے کہ حضرت ابوطالب غصہ کے عالم میں حرم میں داخل ہوئے اور انہوں نے قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''خدا کی قسم! اگر تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا تو بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ اہل مکہ لڑتے ہوئے ختم ہو جائیں''۔

مشرکین مکہ نے حضور ﷺ کو مزید ذہنی کوفت پہنچانے کی خاطر آپ ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع پر دباؤ ڈالا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔ لیکن وہ اُن کے دباؤ میں نہ آئے اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا باوجودیکہ سرداران قریش نے انہیں قریش کی کسی بھی ایسی لڑکی سے شادی کروانے کی پیش کش بھی کی کہ جسے وہ پسند کریں۔ مگر ابوالعاص نے دوٹوک الفاظ میں اُن پر واضح کر دیا کہ خدا کی قسم میں زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق نہیں دوں گا۔ وہ بہترین شریک حیات ہیں۔

قبل ازیں ابولہب آپ کی دو صاحبزادیوں کو اپنے بیٹوں سے طلاق دلوا چکا تھا اور اسی راہ کو اختیار کرتے ہوئے ابوالعاص پر دباؤ ڈالا گیا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور مشرکین مکہ اپنی سازش میں بری طرح ناکام رہے۔

Marfat.com

شعبِ ابی طالب میں محصوری

دشمنانِ اسلام اپنی ساری تدبیروں کے باوجود ناکام و نامراد ہو رہے تھے' چند ہفتوں کے اندر مشرکین مکہ کو یکے بعد دیگرے جو چار بڑے دھچکے لگے تھے ان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا' ان کے اسلام قبول کرنے کے ٹھیک تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہو جانا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین کی طرف سے ہر طرح کی ترغیب' پیش کش اور سودے بازی کا ٹھکرانا اور قبیلہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے تمام افراد یک جان ہو کر نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر قیمت پر حفاظت کا عہد و پیمان کرنا تھا۔ جس سے مشرکین مکہ چکرا گئے۔ اب انہیں اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ اگر انہوں نے ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں مکہ کی وادی اُن (مشرکین) کے خون سے لالہ زار ہو جائے گی۔ اس لئے انہوں نے قتل کرنے کا منصوبہ فی الوقت ترک کر دیا۔

چنانچہ محرم ۷ نبوی میں قریشیوں نے مکہ کے تمام اسلام دشمن قبائل سے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ خاندان بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مکمل مقاطع کیا جائے۔ کوئی شخص نہ اُن سے شادی بیاہ کا تعلق رکھے' نہ خرید و فروخت کرے' اور نہ اُن سے قرابت رکھے۔ کھانے پینے کا کوئی سامان اُن تک نہ پہنچنے دے۔ ان پابندیوں پر اس وقت تک عمل ہوتا رہے گا جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور اُن کو قتل کرنے کا ہمیں حق نہ دے دیں۔ اِس عہد و پیمان پر سب مشرکین نے اتفاق کیا اور ایک دستاویز لکھی جس پر تمام مشرکین قبائل نے دستخط کئے یا انگوٹھے لگائے اور اُسے خانہ کعبہ کے اندر

Marfat.com

دیوار پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق اس معاہدہ کو بغیض بن عامر نے لکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اُس پر اللہ کے حضور دعا کی اور اُس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

(الرحیق المختوم بحوالہ زاد المعاد)

دوسری جانب ابوطالب کی تجویز پر بنو ہاشم اور بنو مطلب دونوں خاندانوں کے تمام افراد بشمول جو ابھی اسلام نہ لائے تھے سبھی شعب ابی طالب میں آ کر اس عزم کے ساتھ رہنے لگے کہ جب تک ہم میں سے ایک فرد بھی زندہ رہا ہم کفار کو حضور ﷺ پر دست درازی کی اجازت نہیں دیں گے۔ (ماسوائے ابولہب کے جس نے کفار کا ساتھ دیا)

بنو ہاشم اور بنو مطلب پر یہ بڑا سخت امتحان تھا۔ کفار مکہ کوئی چیز اُن تک پہنچنے نہ دیتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب شعب ابی طالب میں بھوک سے بچے روتے اور اُن کی آواز کفار تک پہنچتی تو وہ بہت خوش ہوتے۔ سماجی و معاشی مقاطع کا دور تقریباً تین برس تک طویل ہوا۔ حالات نہایت سنگین ہو گئے۔ غلے اور سامان خورد و نوش کی آمد بند ہو گئی، سوکھے چمڑے اُبال کر اور آگ پر بھون کر کھائے جانے لگے۔ محصورین کے شکم میں کئی کئی دن ایک بوند پانی اور ایک دانہ اناج بھی نہ جاتا۔

اگر کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا دوسرے غیر ہاشمی جانثار مخفی طریقے سے کوئی چیز شعیب ابی طالب میں پہنچاتے تو اس کی مقدار اتنی قلیل ہوتی کہ چند دن بھی نہ گزرتے۔

محصوری کے دوران تبلیغ اسلام

ان تین سالوں کے دوران حضور ﷺ شعبِ ابی طالب سے باہر نکل کر تبلیغِ اسلام میں برابر مشغول رہے۔ جب حج کے مہینے آتے تو حضور ﷺ شعب ابی طالب سے نکل کر باہر سے آئے ہوئے قبائل کو اللہ کی طرف بلاتے اور اِس دوران بنو ہاشم اور بنو مطلب کے محصورین کو بھی شعبِ ابی طالب سے باہر آنے کا موقع مل جاتا مگر حج کے بعد وہ پھر شعب ابی طالب میں بند رہتے تھے۔ (ماخوذ از رحمت دارین)

Marfat.com

حضرت ابو طالب کو ہر وقت فکر رہتی کہ کہیں کوئی بدبخت چوری چھپے حضور نبی کریم ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کا بستر بچھا دیتے' رسول اللہ ﷺ اس پر آرام فرماتے۔ جب لوگ سو جاتے تو حضرت ابو طالب' رسول اللہ ﷺ کو وہاں سے اٹھاتے اور کسی دوسری جگہ جہاں رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک دوسرا بستر بچھایا ہوتا' وہاں سلا دیتے اور حضور پاک ﷺ کے پہلے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے یا اپنے بھائیوں میں سے کسی بھائی کو سلا دیتے۔ (ضیاء النبی بحوالہ ابن کثیر)

شعبِ ابی طالب سے محصوری کا خاتمہ

مشرکین میں سے بعض رحم دل اور سلیم الفطرت لوگ بھی تھے' اُن کی بنو ہاشم اور بنو مطلب سے قریبی رشتہ داری بھی تھی۔ وہ اس جبر و استبداد سے دلبرداشتہ تھے مگر محصورین کے ساتھ علانیہ ہمدردی کا اظہار کر کے قبائل سے دشمنی لینے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ ایک دن ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا بھتیجا حکیم بن حزام (جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا) نے اپنے غلام کو اپنی پھوپھی کیلئے کچھ گندم دے کر بھیجا۔

راستہ میں اچانک ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ اُس نے پوچھا یہ گندم کہاں لے کر جا رہے ہو؟ اس غلام نے جواب دیا شعبِ ابی طالب میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس۔ ابوجہل نے راستہ روکتے ہوئے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بنی ہاشم کو ہم گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچنے دیں گے۔

اِسی اثنا میں ابوالبختری بن ہشام اسدی ایک غیر مسلم کا وہاں سے گزر ہوا' اتفاق سے یہ شخص سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کا رشتہ دار بھی تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ابوجہل گندم کو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے پاس لے جانے نہیں دیتا۔ اس پر ابوجہل سے ابوالبختری کی تکرار ہوگئی۔ جب ابوجہل بدتمیزی پر اتر آیا تو ابوالبختری نے جوش میں آ کر ابوجہل کو

Marfat.com

پکڑ کر زمین پر دے مارا اور خوب پٹائی بھی کی۔ ابوجہل مار کھا کر بھاگ گیا۔ بعد ازاں حکم بن حزام کے غلام نے اطمینان سے وہ گندم شعب ابی طالب میں پہنچا دی۔

ابوجہل کی اس رسوائی کا قصہ جب عام پھیل گیا تو کچھ لوگوں نے برملا بنی ہاشم سے ہمدردی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ جن میں ابوالبختری بن ہشام کے علاوہ زہیر، مطعم بن عدی، ہشام بن عمرو العامری، زمعہ بن الاسود شامل تھے۔ اگلے روز بنو ہاشم کے سب خیر خواہ کعبہ معظمہ میں پہنچے، قریش کو جمع کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر کہا:

اے قریش! کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ ہم شکم سیر ہو کر کھائیں لیکن بنو ہاشم جو ہمارے بھائی ہیں وہ ایک ایک دانہ کو ترسیں۔ اُن کے بچے اور عورتیں بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک اس معاہدہ کو چاک نہ کیا جائے گا ہم آرام سے نہیں بیٹھیں گے اس پر ان اصحاب کی ابوجہل سے تو تکرار ہونے لگی۔ دوسری طرف شعب ابی طالب میں حضور انور ﷺ صبح کے وقت اپنے چچا کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں بتایا کہ اے میرے چچا! جو معاہدہ قوم نے لکھ کر بحفاظت کعبہ معظمہ کے اندر لٹکا دیا تھا۔ اُس کی ساری دفعات کو دیمک نے چاٹ کر صاف کر دیا ہے۔ لیکن اس عبارت میں جہاں جہاں اللہ عزَّ اِسْمُہٗ کا لفظ مبارک لکھا گیا تھا وہ جوں کا توں سلامت ہے۔ دیمک نے ذرا ضرر نہیں پہنچایا۔

حضرت ابوطالب نے تعجب سے پوچھا کیا آپ کے رَبّ نے آپ کو یہ بات بتائی ہے؟ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہاں۔ یہ سُن کر حضرت ابوطالب پکار اُٹھے خدا کی قسم تو نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی اور اُسی وقت اُٹھے کعبۃ اللہ کی سمت روانہ ہو گئے۔ جب حضرت ابوطالب اچانک کعبہ معظمہ میں پہنچے تو ابوجہل اور زہیر وغیرہ کے درمیان اسی معاہدہ کے بارے میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت ابوطالب نے موجود سب لوگوں کو بتایا کہ میرے بھتیجے محمد ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ معاہدے کو دیمک چاٹ

Marfat.com

گئی ہے اور اس میں اللہ کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ چنانچہ حضرت ابوطالب کی بات سُن کر سبھی لوگ معاہدے کو دیکھنے گئے تو واقعی کیڑوں نے اس کا صفایا کر دیا ہوا تھا اور صرف بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ الفاظ رہ گیا اور جہاں جہاں اللہ کا نام تھا وہ بچا رہا۔ باقی ساری تحریر دیمک کھا چکی تھی۔ (ابن سعد، ابن ہشام)

مطعم بن عدی اور ابوالبختری نے ہاتھ بڑھا کر دیمک خوردہ معاہدے کو دیوارِ کعبہ سے اُتار لیا اور اسے چاک کر دیا۔

اس کے بعد زمعہ، ابوالبختری، زہیر اور مطعم وغیرہ مسلح ہو کر شعبِ ابی طالب پہنچے اور بے کس محصورین کو وہاں سے نکال لائے۔ اس طرح تین برسوں کی ہولناک محصوری کے بعد صبر و استقامت کے پیکر ان مظلوموں کو شہر میں رہنا نصیب ہوا۔

(ماخوذ از رحمتِ دارین)

شعب ابی طالب کا تعارف

شعبِ ابی طالب کوہ ابوقُبَیس کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی تھی۔ گھاٹی دو پہاڑوں کے بیچ کے راستے یا درّہ کوہ کو کہتے ہیں۔ یہ گھاٹی حضرت ابوطالب کو ورثہ میں ملی تھی۔ آج کل شعب ابی طالب کو شعبِ علی یا سوق اللیل کہا جاتا ہے۔

(ضیاء النبی جلد دوم۔۔ رحمت دارین)

شق القمر کا معجزہ

شعبِ ابی طالب کی محصوری کو ابھی دو سال ہوئے تھے کہ شق القمر کا معجزہ رونما ہوا۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قریباً ۵ سال پہلے رونما ہوا۔ چودھویں رات کا چاند تھا رسول پاک صاحب لولاک ﷺ شعب سے نکل کر منیٰ کی طرف تشریف لائے تو اس

Marfat.com

وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہ اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ ابوجہل چند سرکردہ مشرکین کے ساتھ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے قریب آیا اور طنزاً کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے کہو کہ وہ آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم تمہیں سچا نبی مان لیں گے اور تمہارے اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔

اس وقت چاند ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے اس معجزہ کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی اور چاند کی طرف دیکھا تو آپ کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کا ایک ٹکڑا سامنے والی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف تیرتا ہوا چلا گیا اور پھر اسی طرح واپس ہو کر ایک دوسرے سے پیوست ہو گیا۔

چاند کا شق ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ اس واقعہ کی روایت بخاری و مسلم کے علاوہ متعدد کتب احادیث میں بھی ہے۔ اسے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن مسعود کے علاوہ عظیم المرتبت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری ''رحمتہ اللعالمین'' میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں راجہ ملیبار اسی معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ مگر کفار مکہ نے حسب عادت اسے بھی جھٹلانا شروع کر دیا اور ایمان کی نعمت سے محروم رہے۔

عام الحزن (غم کا سال)

شعب ابی طالب کا محاصرہ ختم ہوا تو بنو ہاشم کو اطمینان ہوا۔ اُمید تھی کہ اب وقت پُرامن گزرے گا۔ مگر اب اس سے بھی سخت تر دور کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ نبوت کا دسواں

Marfat.com

سال تھا۔ محاصرہ شعبِ ابی طالب سے رہائی کو ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ حضرت ابوطالب کا وصال ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ظاہری سہارا بھی چھن گیا جو حضور ﷺ کو اپنے سایہ شفقت میں لیئے ہوئے دشمنوں کے سامنے پوری استقامت سے آخری دم تک مزاحم رہا۔ حضرت ابوطالب نے وفات سے قبل اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ تم ہمیشہ فلاح پاؤ گے اگر محمد ﷺ کی پیروی کرتے رہو گے اور ان کا حکم مانتے رہو گے۔ ایک روز قریش کے چند بااثر افراد حضرت ابوطالب کی عیادت کو آئے۔ اُس وقت حضرت ابوطالب نے ان سب کو مخاطب ہو کر فرمایا:

میں تمہیں اس امر کی وصیت کرتا ہوں کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیونکہ وہ قریش میں امین اور تمام عرب میں سچا ترین شخص ہے۔ وہ ایسا دین لایا ہے جسے دل تو مانتا ہے لیکن زبانیں لوگوں کی دشمنی کے خوف سے خاموش رہتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ غالب آئے گا۔ مگر اس سعادت سے قریش محروم رہ جائیں گے۔

(مواہب الدنیہ)

حضرت ابوطالب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کے لئے ساری زندگی سینہ سپر رہے۔ انہوں نے شروع سے اپنے آخری وقت تک رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور حضور ﷺ نے خود اُن کے احسانات کا اعتراف فرمایا۔

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت

اسی سال حضور ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت کا دوسرا بڑا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ آپ کا وصال ۱۰ نبوی میں ۶۵ سال کی عمر میں ہوا۔ حضور ﷺ نے خود آپ کو قبر میں اتارا۔ سید عالم ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بے انتہا دلی محبت اور لگاؤ تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ﷺ محض حضور ﷺ کی زوجہ ہی نہ تھیں بلکہ البنا بقون

Marfat.com

الاولون (سب سے پہلے اسلام لانے والوں) میں سے تھیں۔ انہوں نے اعلان نبوت سے قبل بھی مونس وغمگساری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ آپ نے اولین وحی کے نزول سے لے کر تادم آخر راہ حق میں حضور ﷺ کے ساتھ سچی رفاقت کا حق ادا کیا۔ تحریک حق میں مال بھی خرچ کیا اور دلی جذبے سے تعاون بھی فرمایا۔

ایک ہی سال میں رسول اللہ ﷺ کے مونس وغمخوار چچا حضرت ابوطالب اور آپ کی غمگسار اور مددگار اہلیہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھوڑے سے وقفہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے رحلت فرمانا' حضور ﷺ کیلئے بڑے صدمہ کا سبب بنا۔ جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

کفار مکہ کی بربریت

ایک طرف یکے بعد دیگرے حضرت ابوطالب اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے دو صدمے رسول اللہ ﷺ کو سہنے پڑے اور دوسری طرف ان ظاہری سہاروں کے ہٹ جانے کی وجہ سے مخالفتوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر مشیت ایزدی کا تقاضا یہی تھا کہ سچائی اپنا راستہ آپ بنائے۔ سچائی اپنی حفاظت آپ کرے۔ اب قریش انتہائی ذلیل حرکتوں پر اُتر آئے۔ راستہ چلتے ہوئے حضور ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیا جاتا۔ دشنام طرازی کی جاتی اور رسول اللہ ﷺ کے نورانی چہرہ مبارک پر خاک پھینکی جاتی۔ آپ ﷺ ہجوم غم اور کفار کی زیادتیوں سے دل برداشتہ ہونے والے نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے رشد و ہدایت کا کام جاری رکھا اور کفار کی طرف سے دی جانیوالی تکالیف واذیتوں کو خندہ پیشانی اور صبر واستقلال سے برداشت فرماتے رہے۔

مصائب و آلام کے یہ طوفان آپ ﷺ کو ہراساں نہیں کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ کو اپنے رب کی مدد پر اتنا بھروسہ تھا کہ حالات کی سنگینی سے آپ ﷺ قطعاً

Marfat.com

خوفزدہ نہ تھے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد گھر میں کوئی عورت نہ رہی جو رسول اللہ ﷺ کی دو صاجزادیوں حضرت اُم کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کرسکے۔ ان صاجزادیوں کو گھر میں اکیلا اور بے سہارا دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کی طبیعت افسردہ رہنے لگی۔ جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن مطعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد میں اکثر آپ کو مغموم دیکھتی ہوں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد گھر کا انتظام اور بچیوں کی تربیت اور دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں اور انہیں حضور اقدس ﷺ سے نکاح ثانی کرنے کی ترغیب فرمائی۔ حضرت سودہ نے بخوشی حرم نبوی بننے پر اظہار رضامندی کیا اور اُن کے والد زمعہ نے بھی اس پیغام کو قبول کرلیا اور اپنی لختِ جگر کا نکاح رسول اکرم ﷺ سے چارسو درہم مہر پر خود پڑھایا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ صاحب عقل وفہم اور قریش کے خاندان بنی عامر بن لوی کی ایک معمر خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ شروع ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور دوسری ہجرت حبشہ جانے والوں میں دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔ آپ کے شوہر کا حبشہ ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ جن کا نام حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔

❁❁❁❁

Marfat.com

طائف میں دعوتِ حق

شوال ۱۰ نبوی میں رسول اکرم ﷺ طائف کے علاقہ میں تشریف لے گئے۔ یہ مکہ معظمہ سے قریباً ۵۰ میل کی دوری پر واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سفر پیدل طے کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو غلامی سے آزاد ہو کر محبت کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے' آپ کے ساتھ تھے۔ دورانِ سفر جس قبیلہ سے بھی آپ ﷺ کا گزر ہوتا آپ اُسے اسلام کی دعوت دیتے لیکن کسی نے بھی یہ دعوت قبول نہ کی۔ جب رسول اللہ ﷺ وادی طائف میں پہنچے تو قبیلہ ثقیف کے عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملے۔ عمرو بن عمیر کے یہ تینوں بیٹے طائف کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ حضور انور ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی حمایت پر انہیں آمادہ کرنا چاہا لیکن اُن بدبختوں نے بدبختی کا مظاہرہ کیا اور بہت ہی ہتک آمیز جواب دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے طائف میں دس دن قیام فرمایا اور فرداً فرداً ہر سردار کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے لیکن سب کا ایک ہی جواب تھا کہ آپ ہمارے شہر سے نکل جائیں۔

جب نبیٔ رحمت ﷺ نے طائف سے واپسی کا ارادہ کیا تو اُن ظالموں نے طائف کے آوارہ، بدقماشوں اور بازاری لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ

Marfat.com

بد بخت رسول اللہ ﷺ کے راستہ میں دورویہ کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑاتے' تالیاں بجاتے اور پتھر مارتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جدھر کا رُخ کرتے' یہ آپ کا تعاقب کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی ہو گئے اور آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ حضرت زید بن حارثہؓ رسول اللہ ﷺ کو پتھروں کی بوچھاڑ سے بچانے کی کوشش میں خود بھی زخمی ہو گئے۔ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ جب چوٹوں کی تکلیف سے نڈھال ہو کر بیٹھ جاتے تو وہ ظالم دونوں ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کھڑا کر دیتے اور چلنے پر مجبور کرتے اور پھر سنگ باری شروع کر دیتے۔

سید عالم ﷺ جب طائف شہر کے باہر پہنچے تو آپ کا قلب انور اُن کے ظالمانہ سلوک سے از حد مغموم تھا۔ قریب ہی ایک باغ تھا' رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہ کیسا بے کسی کا وقت تھا؟ یہ باغ مکہ کے ایک رئیس ربیعہ کا تھا جو اسلام اور حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ اُس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے عقبہ اور شیبہ وہاں باغ میں موجود تھے۔ جب اُنہوں نے حضور ﷺ کو زخموں سے چور بیٹھے دیکھا تو اپنے غلام عداس کو بلایا اور کہا کہ انگور کا ایک خوشہ توڑ کر ایک طباق میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ اور انہیں کھانے کے لئے کہو۔ عداس نے ایسا ہی کیا۔

عداس نے جب نبی کریم ﷺ کے سامنے انگور رکھے اور ادب سے کہا کہ آپ یہ انگور تناول فرمائیں تو حضور ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر انگوروں کے دانے توڑ کر کھانے لگے۔ عداس نے غور سے حضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا اور بولا خدا کی قسم اس ملک میں یہ کلمات کہنے والا کوئی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو اور تمہارا کیا دین ہے؟

اس نے جواب دیا میں نصرانی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا وہ نینوا جو مردِ صالح یونس علیہ السلام بن متی کا شہر ہے۔

عداس بولا۔ آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

ذٰلِكَ اَخِيْ كَانَ نَبِيًّا وَ اَنَا نَبِيٌّ

وہ میرے بھائی ہیں، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

اتنا سننا تھا کہ وہ غلام رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سر کو اور قدموں کو چومتے ہوئے کہنے لگا:

اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ (میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

جب عداس اپنے آقاؤں کے پاس واپس لوٹا تو انہوں نے غلام سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کہ اُس مسافر کے ہاتھ، پاؤں اور سر چومنے لگا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ زمین پر اس ہستی سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ اُس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی جو ایک نبی کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ قدرے ٹھہر کر رسول اللہ ﷺ باغ سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ غم و الم کی شدت سے طبیعت نڈھال تھی۔

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا:

جب میں قرنِ ثعالب پہنچا تو طبیعت کو افاقہ ہوا۔ وہاں میں نے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے بغور دیکھا تو اس میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے پکار کر کہا۔ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کی قوم نے آپ سے جو بات کہی اللہ نے اُسے سُن لیا ہے۔ اب اللہ نے آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ اُن کے بارے میں اُسے جو حکم چاہیں دیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز

Marfat.com

دی اور سلام کرنے کے بعد کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیک وآلک وسلم! بات یہی ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیک وسلم جو چاہیں...... اگر چاہیں کہ میں انہیں دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں......تو ایسا ہی ہوگا...... نبی رحمت ﷺ نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل اُن کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔ (صحیح بخاری)

رحمت عالم ﷺ کے اس جواب میں آپ کے اخلاق عظیمہ کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس غیبی مدد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا دل مطمئن ہوگیا اور غم والم کے بادل چھٹ گئے۔

وادی نخلہ میں قیام

جب آقائے دو جہاں ﷺ دعوت اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے بعد زخمی حالت میں طائف سے واپس مکہ معظمہ تشریف لارہے تھے تو واپسی پر وادی نخلہ کے مقام پر شب بسر ہوئی۔ صبح کی نماز میں آپ ﷺ سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمارہے تھے تو اسی اثناء میں جنّات کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ جب اُن کے کانوں میں یہ دلنشین آواز پہنچی تو یہ اثر انگیز کلام سن کر وہ رک گئے اور سراپا گوش بن کر سننے لگے۔ کلام الٰہی بزبانِ محبوب الٰہی ﷺ سن کر اُن کے دل کی دنیا بدل گئی اور اُسی وقت مشرف بہ اسلام ہوگئے اور واپس جا کر انہوں نے اپنی قوم میں اسلام پھیلایا۔ اسی مقام پر اب مسجد تعمیر ہے جو مسجدِ جن کہلاتی ہے۔

مکہ میں داخلہ

نخلہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ علیک وآلک وسلم! آپ مکہ میں کیسے داخل

Marfat.com

ہونگے جبکہ مشرکین قریش آپ کو نکال چکے ہیں۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اے زید جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ اُن حالات میں بہتری کرے گا۔ اللہ خود اپنے بندوں کا حامی و ناصر ہے اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے۔

ہادیء اسلام ﷺ نخلہ سے حرا تشریف لائے اور وہاں سے مطعم بن عدی جو بنو عبد مناف کی شاخ بنی نوفل میں سے تھا کو اپنی پناہ اور حمایت میں لینے کا پیغام بھیجا۔ مطعم بن عدی نے حضور پاک ﷺ کا پیغام قبول فرمایا اور اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو بُلا کر کہا کہ ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ۔

حضور اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہونے کے بعد طواف کیلئے مسجد الحرام میں تشریف لائے۔ مطعم بن عدی نے اونٹ پر کھڑے ہو کر کہا! اے گروہ قریش! سُن لو میں نے محمد ﷺ کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے' کوئی شخص ان پر ہاتھ اُٹھانے کا قصد نہ کرے۔

حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم ﷺ نے اطمینان سے طواف کیا اور نماز پڑھی اور پھر گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران مطعم بن عدی' اس کے بیٹے اور بھتیجے' رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کیلئے تلواروں کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ سرداران قریش مطعم بن عدی جیسے بااثر اور مقتدر شخص کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور ہو گئے۔

Marfat.com

واقعہ معراج النبی ﷺ

نبی اکرم نُورِ مجسم ﷺ کی دعوت توحید و رسالت مختلف صبر آزما مراحل سے گزر کر کامیابی کی طرف گامزن ہونے والی تھی، اس سے قبل طائف کی وادی میں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے گئے، مقدس جسم سے خون کے پاکیزہ اور معطر دھارے گلشن اسلام کی آبیاری کیلئے بہے، جب دعوت حق کو جھٹلائے جانے کے غم نے قلب انور مزید حزین کر دیا تو رحمت حق بہار دکھاتی ہے۔ اس کی بندہ نوازیاں ہادیٔ برحق کو فرش سے اُٹھا کر عرش پر لے جاتی ہیں۔ چشم فلک نے حضرت عبداللہ کے فرزند اور حضرت سیدہ آمنہ کے لختِ جگر کا ساعالی ظرف کب دیکھا تھا۔ طائف کے ہمت شکن سانحہ کے تھوڑے عرصہ بعد اللہ کے حبیب ﷺ حطیم میں استراحت فرما تھے کہ رحمتِ حق نے فرش سے اُٹھا کر افلاک تک پہنچا دیا۔ اللہ کی راہ میں جان جوکھوں میں ڈالنے والا رسول ﷺ چشم زدن میں عرش پر پہنچا۔

طبیعت اقدس پر حزن و ملال کا جو غبار پڑا ہوا تھا، وہ چھٹنے لگا اور معراج پاک کا واقعہ رونما ہوا۔ معراج کی حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کو قربِ الٰہی کا انتہائی بُلند مقام عطا فرمایا گیا۔ جمہور قول کے مطابق یہ واقعہ ۲۷ رجب المرجب ۱۲ نبوی کو ہوا۔ اس مبارک سفر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا حصہ حرم مکہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا حصہ بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ اور ماوراء تک۔ پہلے حصہ کو اسراء کہتے ہیں اور دوسرے کو معراج۔

Marfat.com

حضور ﷺ ایک رات بیت اللہ کے پاس حطیم میں آرام فرما تھے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو بیدار کیا اور آپ کو چاہِ زم زم کے قریب لا کر آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ قلب اطہر میں ایمان وحکمت سے بھرا طشت انڈیل دیا گیا پھر سینہ مبارک درست کر دیا گیا۔ کتب سیرت میں اس واقعہ کو ''شق صدر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو بُراق پر سوار کر کے حضرت جبریل امین علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ بُراق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا گیا۔ حضور اقدس ﷺ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے جہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ تمام انبیاء پہلے ہی صفیں بنا کر کھڑے تھے۔ جبریل امین علیہ السلام نے امام الانبیاء ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ مختلف آسمانوں پر رسول اللہ ﷺ کی انبیائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جس میں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام' دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام' تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام' چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام' پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام' چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ نے ہر ایک کو سلام کیا۔ ہر ایک نے سلام کا جواب دیا' آپ کو مبارکباد دی اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ جو انوار ربانی کی تجلی گاہ تھی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کیلئے بیت المعمور کو ظاہر کیا گیا۔ لامکاں کی سیر کی' جنت اور دوزخ کو دیکھا' نیز جنتیوں اور دوزخیوں سے آگاہی ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دربار

Marfat.com

میں حاضر ہوئے جیسا کہ اُس کی شان کے لائق تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح کیا:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾ (سورۃ النجم:۸۔۹)

پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

اِس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سید سلمان ندوی سیرت النبی جلد سوم میں یوں رقمطراز ہیں:

پھر شاید مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام عطا ہوئے جس کی لطافت و نزاکت بار الفاظ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ (سورۃ النجم:۱۰)

پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی کی۔

اسی مقام قرب اور گوشہ خلوت میں دیگر انعامات کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو چوتھے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی عرضداشت پر محبوب رب العالمین ﷺ نے نو بار بارگاہ رب العزت میں تخفیف کیلئے التجاء کی جسے اللہ تعالیٰ نے ہر بار شرف پذیرائی بخشا اور یوں ہر بار بتدریج کم ہوتی ہوئی نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی۔ اس کے بعد بھی موسیٰ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو مزید تخفیف کروانے کا مشورہ دیا مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب مجھے مزید تخفیف کا کہتے ہوئے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر جب آپ تھوڑا آگے چلے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنے بندوں پر فرض عائد کر دیا اور تخفیف کر دی اور کمال شفقت یہ ہوئی کہ نماز پانچ پڑھیں گے اور اجر پچاس کا ملے گا۔ (زاد المعاد)

Marfat.com

معراج کے موقع پر تمام عجائبات و آیات کبریٰ کا مشاہدہ آپ نے کھلی آنکھوں سے اور عالم بیداری میں کیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی ﴿۱۸﴾ (سورہ النجم)

جب سدرہ پر چھا رہے تھے جو چھا رہے تھے، نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حدِ ادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

مشکوۃ شریف میں حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔"میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا۔ پھر اس نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا جس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان کرتے ہیں کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تین طرح کے علوم عطا فرمائے۔

پہلا وہ جو صرف آپ ﷺ کے لئے خاص تھا اور ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دوسرا وہ جس کے بارے میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ جس کو جتنا چاہیں عطا کر دیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ اور تیسرا وہ جس کو عام کرنے اور پوری کائنات تک پہنچانے کا حکم ملا۔

مستند روایات کے مطابق سفر معراج پر حضور ﷺ کو ساری کائنات کی حقیقتوں سے آشنا کیا گیا۔ سب زمینیں اور آسمان آپ ﷺ پر پیش کئے گئے۔ جنت اور دوزخ اور ان میں ڈالے جانے والے لوگوں کے احوال آپ ﷺ کو ملاحظہ کروائے گئے اور رازِ حقیقت سے آشنا کیا گیا۔

عجائبات و مشاہدات اور تجلیات و کمالات دیکھتے وقت آپ ﷺ نے کمال

Marfat.com

تحمل کا مظاہرہ فرمایا۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ، اس کی رحمتوں اور برکتوں سے لبریز جب واپس تشریف لائے تو ہر طرف رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، صبح صادق کا ابھی وقت نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان مشاہدات و حالات جو رات کو پیش آئے اپنی چچا زاد بہن حضرت اُمِ ہانی بنت ابی طالب کو بتائے۔ پھر آپ باہر جانے لگے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی رِدائے مبارک پکڑی اور کہا کہ جو کچھ آپ نے مجھے بتایا ہے وہ کسی اور کو نہ بتانا، کہیں ایسا نہ ہو وہ آپ کا مذاق اُڑائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے، اسے میں سب کے سامنے ضرور بیان کروں گا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں ابو جہل سے اور دوسرے کافروں سے آمنا سامنا ہوا۔ آپ ﷺ نے انہیں رات کا سارا واقعہ بلاکم وکاست تمام لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیا۔ جب کفار نے آپ ﷺ کی باتیں سنیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا تمسخر اُڑایا۔

مشرکین کی ایک جماعت اس خیال سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی کہ وہ بھی یہ خبر سُن کر اسے جھٹلائیں گے۔ اِن لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو بکر! تمہیں کچھ خبر ہے کہ تمہارے دوست محمد ﷺ نے کیا عجیب بات کی ہے کہ میں راتوں رات بیت مقدس گیا اور آسمانوں کی سیر کی اور واپس بھی آ گیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ دشمنان اسلام کی ہرزہ سرائی سُن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کہ اگر میرے آقا و مولیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے اور اس میں حیرت کی کونسی بات ہے؟ مشرکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جواب سُن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

نامور مورخ ابن ہشام کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اسی موقع پر صدیق کا خطاب دیا گیا۔ کیونکہ آپ نے اس واقع کی اُس وقت تصدیق کی جب کہ اور لوگوں نے

Marfat.com

تکذیب کی تھی۔ حضرت اُمِ ہانی کی لونڈی نبعہ کہتی ہیں کہ میں نے اِس روز نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:

يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ اللّٰهَ سَمَّاكَ الصِّدِّيْقَ

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام الصدیق رکھ دیا ہے۔

یہی نبعہ کہتی ہیں کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا لقب الصدیق آسمان سے نازل فرمایا۔

(ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۰۶)

دوران سفر مسجد حرام سے بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستے میں حضور ﷺ کا گزر دو قافلوں پر سے ہوا۔ آپ نے بتایا کہ قافلے کے اونٹ براق کو دیکھ کر بھڑکے اُن میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا۔ واپس آتے وقت قافلے والے سو رہے تھے۔ بعد میں قافلے والوں نے تصدیق کی جو آپ کی حقانیت کی دلیل بنی۔

(ابن ہشام وکتب تفاسیر، سورہ اسراء)

کتب حدیث میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جب صبح حضور سرور کائنات ﷺ نے اپنے سفر معراج کی روئیداد بیان فرمائی تو کفار نے بڑی شدت سے جھٹلایا اور بیت المقدس کے متعلق طرح طرح کے سوالات کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اس طرح نشانیاں بیان فرمائیں کہ دشمنوں سے تردید نہ ہو سکی۔ (صحیح مسلم)

عجائبات ومشاہدات

سفر معراج کے دوران آپ ﷺ نے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

Marfat.com

۱۔ آپ ﷺ کو دو پیالے دودھ اور شراب کے پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ کو پسند کیا تو کہا گیا آپ نے فطرت کی راہ اپنائی۔

۲۔ آپ ﷺ کو جنت میں چار نہریں دکھائی گئیں، دو ظاہری اور دو باطنی، ظاہری نہریں نیل اور فرات تھیں۔

۳۔ جہنم کے داروغہ سے ملاقات ہوئی جس کا نام مالک ہے۔ نہ وہ ہنستا تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔

۴۔ آپ ﷺ کو جنت اور جہنم کا مشاہدہ کروایا گیا۔

۵۔ آپ ﷺ نے یتیموں کا مال کھانے والوں کا انجام دیکھا، ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے، جو دوسری جانب اُن کے پاخانے کے راستے نکل رہے تھے۔

۶۔ سود خوروں کا انجام دیکھا کہ اُن کے پیٹ اتنے بڑے ہیں کہ ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔

۷۔ آپ ﷺ نے زنا کاروں کا انجام دیکھا کہ وہ تازہ گوشت چھوڑ کر جلا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔

۸۔ خاوندوں کی غیرت لٹانے والی زانیہ عورتوں کو دیکھا کہ ان کے سینوں میں کانٹے چبھو کر انہیں زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیا گیا ہو۔

❀❀❀❀

Marfat.com

قبائل میں دعوتِ اسلام

اہل طائف کا ظالمانہ سلوک بھی ہادی عالم ﷺ کے مضبوط ارادوں کو متزلزل نہ کر سکا تھا چنانچہ آپ ﷺ نے مختلف قبائل میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچانے کا ارادہ فرمایا جس کیلئے حج کے ایام بہترین موقع تھا۔ ان ایام میں عرب کے گوشہ گوشہ سے لوگ آتے اور کئی کئی دن ٹھہرتے۔ مکہ کے آس پاس میلے بھی لگتے تھے اور لوگ بڑی تعداد میں اس میں شریک ہوتے۔ سرور کائنات ﷺ ان اجتماعات میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جا کر حق کا پیغام دیتے اور قرآن مجید کی آیات کی تلاوت فرماتے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ پورے جزیرہ عرب میں اسلام کی آواز پہنچ گئی۔

قبیلہ اوس اور خزرج میں اسلام

اوس اور خزرج مدینہ منورہ کے دو مشہور قبیلے تھے۔ یہ قبیلے مدت دراز سے مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور کاشت کاری ان کا پیشہ تھا۔ ان کے اردگرد یہودی آباد تھے جو مالدار تھے۔ یہود ضرورت مند لوگوں کو سود پر قرض دیتے اور بڑی سختی سے وصول کرتے تھے۔ دوسری طرف اوس اور خزرج آپس میں دست و گریبان رہتے جس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سرمایہ دار یہودی ان پر حکومت کرتے تھے۔ نتیجتاً یہ دونوں قبیلے کچھ تو آپس کی رقابت کی وجہ سے اور کچھ یہودیوں سے سودی قرضے کے بوجھ سے تباہ حال تھے۔

یہود کی آسمانی کتابوں میں آخری نبی کے تشریف لانے کی خبر تھی جس کی

Marfat.com

آمد کے انتظار میں یہود کی اکثر محافل میں اُن کے پیدا ہونے کی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ یہ باتیں اوس اور خزرج بھی سنا کرتے تھے۔ نبوت کے گیارھویں سال رجب کے مہینے میں کچھ افراد مکہ آئے۔ اس مقدس قافلے کے آنے کا حال رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ رات کو منیٰ میں (عقبہ کی گھاٹی میں جہاں اب ایک مسجد بنادی گئی ہے) تشریف لے گئے۔ مدینہ کے یہ افراد وہاں ہی قیام پذیر تھے۔ انہوں نے بڑھ کر حضور ﷺ کی قدم بوسی کی اور آپ سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضور اکرم ﷺ اُن سے ملے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں سورہ ابراہیم کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ ابھی رسول اللہ ﷺ نے چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ وہ لوگ کلام الٰہی کی اثر آفرینی سے دم بخود ہو گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور بولے خدا کی قسم یہ تو وہی نبی ہیں جس کا ذکر ہم آئے دن یہود مدینہ سے سُنتے رہے ہیں۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے بازی لے جائیں۔ یہ کہہ کر سب نے اسلام قبول کیا۔ ان سب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

مدینہ منورہ کے ان خوش بخت سابقین اسلام کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

حضرت اسعد بن زُرارہ' حضرت عقبہ بن عامر بن نابی' حضرت عوف بن حارث' حضرت رافع بن مالک بن عجلان' حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ اور حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

بیعت عقبہ اُولیٰ

قبیلہ خزرج کی چھ مقدس ہستیوں کا قبول اسلام گویا انصار میں طلوع صبح سعادت کے مترادف تھا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نیک نفوس جب دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر مدینہ منورہ واپس گئے تو انہوں نے وہاں نہایت تن دہی سے دین حق کی تبلیغ شروع

Marfat.com

کردی۔ ان پاکیزہ نفوس کی شب و روز مساعی سے مدینہ منورہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا اور کچھ لوگوں نے برسرِعام اسلام قبول کرلیا چنانچہ اگلے سال (۱۲ نبوی) ایامِ حج میں مدینہ منورہ سے بارہ مسلمان حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری کیلئے مکہ پہنچے' ان میں دس قبیلہ خزرج اور دو قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔

(ماخوذ از رحمت دارین)

انِ بارہ حضرات میں پچھلے سال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے پانچ اشخاص بھی شامل تھے جبکہ اس سال پہلی دفعہ حاضر ہونے والے سات اشخاص کے نام یہ ہیں:

معاذ بن حارث' ذاکوان بن عبدِ قیس' عبادہ بن صامت' ابوعبدالرحمٰن' یزید بن ثعلبہ اور عباس بن عبادہ۔ ان پانچ افراد کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ جبکہ باقی دو افراد ابوالہیثم بن تیہان اور عُویم بن ساعدہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔

مذکورہ بالا بارہ خوش بخت حضرات نے درج ذیل باتوں پر رحمت عالم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی:

۱۔ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔
۲۔ ہم چوری اور زناکاری نہیں کریں گے۔
۳۔ ہم اپنی اولاد (یعنی لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔
۴۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کھائیں گے۔
۵۔ ہم ہر اچھی بات میں حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کریں گے۔

اس بیعت کو بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ عُقبہ پہاڑ کی گھائی یعنی تنگ پہاڑی گزرگاہ کو کہتے ہیں۔ مکہ سے منیٰ آتے جاتے ہوئے منیٰ کے مغربی کنارے پر ایک تنگ پہاڑی راستے سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہی گزرگاہ عَقبہ کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں اسلام کی اشاعت

بیعت عقبہ اولیٰ کے شرکاء نے مکہ سے رخصت ہوتے وقت رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ اُنہیں قرآن پڑھانے، دین کی باتیں سکھانے کیلئے ایک معلم ساتھ بھیجیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو اس خدمت کیلئے منتخب فرمایا۔ یہ عبد مناف کے پوتے اور ابتدا ہی میں مشرف با اسلام ہونے والوں میں سے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت مصعب بن عمیر نے جلیل القدر صحابی اور قبیلہ خزرج کے فرد کے گھر قیام فرمایا۔ وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ لوگوں کے گھروں میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے اپنے پاکیزہ کردار سے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن کر دی۔ مدینہ منورہ کے گھر گھر میں اسلام پھیلنے لگا اور ایک سال کے اندر اندر اس شہر کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے۔

بیعت عقبہ ثانی

اگلے سال ۱۳ نبوی رجب کے مہینے میں جب حج کا موسم آیا تو مدینہ منورہ سے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں ہادی عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے کیلئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ وہ اپنی قوم سے چھپ کر ایام تشریق میں رات کے وقت عقبہ منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے وہ اگرچہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ سے محبت بہت رکھتے تھے۔ انہوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ محمد ﷺ اپنے خاندان میں بڑی عزت رکھتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ اُن کا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ اب یہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں، اگر تم مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دے دو۔ مدینہ منورہ کے ایک سردار براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں

Marfat.com

چلے ہیں۔ وہ ابھی اتنا کہہ پائے تھے کہ ابوالہیثم بن تیہان انصاری اوسی نے بات کاٹتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! یہود سے ہمارے تعلقات ہیں جو بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اسلام کو قوت اور طاقت حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں چلے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن، تمہارا دوست میرا دوست ہے۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے یہ ارشادات سن کر جب سبھی بیعت کرنے لگے تو اس وقت عباس بن عبادہ انصاری نے کہا!

کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ بیعت عرب و عجم کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اس لئے اچھی طرح سمجھ لو کہ ایسا وقت بھی آسکتا ہے۔ جب ہمارے شرفا قتل ہوں، ہمارا مال برباد ہو جائے اور ہماری عزت و ناموس خطرے میں پڑ جائے، اس وقت ایسا نہ ہو کہ مشکلات و مصائب کے ہجوم سے گھبرا کر تم حضور انور ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو۔

سب انصار نے بیک آواز کہا کہ ہاں ہم سب خطرات کو دیکھ کر بیعت کر رہے ہیں۔ اس کے بعد سب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس پر بیعت کی۔

بیعت کے بعد آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: آپ دینی امور کی حفاظت کیلئے اپنے بارہ نقیب منتخب کرلو۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی اتفاق رائے سے بارہ نقیب منتخب کر لئے۔ ان میں سے نو قبیلہ خزرج اور تین قبیلہ اوس سے تھے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

ہجرت مدینہ

جب قریش مکہ کو اہل مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں کے اسلام لانے کا علم ہوا تو مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم اور بڑھ گیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے حکم خداوندی کے تحت انہیں مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ قریش نے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ انہیں سخت اذیتیں دیں مگر شیدایان اسلام کیلئے ہادی برحق ﷺ کے حکم سے سرتابی ممکن نہ تھی۔ بعض کے بیوی بچے چھین لئے گئے، بعض کے مال واملاک ضبط ہوئے مگر کفار مکہ کے یہ حربے ایمان کی دولت اور حق کی آواز ختم نہ کر سکے۔

تمام مسلمان چھپ چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشرکین قریش میں اپنی ہجرت کا یہ کہہ کر اعلان کر دیا کہ "جس کی یہ خواہش ہو کہ اس کی ماں اسے روئے تو کل اس وادی میں وہ مجھ سے ملے"۔ چنانچہ کسی کو ہمت نہ ہوئی۔

مکہ سے تمام صحابہ کرام اپنا مال واسباب' گھربار اور کاروبار سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ تقریباً دو ماہ کے اندر مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ صرف اللہ کے آخری رسول ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے۔ مسلمانوں کو مدینہ منورہ بھیجنے کے باوجود حضور پرنور ﷺ نے مکہ کو نہ چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم کے منتظر رہے۔

Marfat.com

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ مسلمان مدینہ منورہ میں عزت وقوت کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں تو اُن کے سرداروں نے جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ جب رات کو اپنے بستر پر سو رہے ہوں تو رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا جائے اور ہر قبیلے سے ایک ایک باہمت اور عالی نسب جوان کا انتخاب کیا جائے اور وہ مل کر یکبارگی رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوں۔ اِس طرح یہ خون سارے قبائل میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور کسی ایک آدمی پر اُس کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ یوں بنو ہاشم اتنے بہت سارے قبائل سے بدلہ لینے کی جرأت اور مطالبہ نہ کرسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس ناپاک جسارت کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال:۳۰)

اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کُفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں۔ وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

سید لولاک ﷺ کی سیرت پاک تو دیکھو کہ مکہ کے کافر حضور ﷺ کے جانی دشمن ہونے کے باوجود اپنی امانتیں حضور پاک ﷺ کے پاس رکھتے تھے کیونکہ اُن کے نزدیک پورے مکہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی صادق اور امین نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کو جب کفار مکہ کے اس منصوبے کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مکہ والوں کی امانتیں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سپرد فرمائیں اور

Marfat.com

انہیں حکم فرمایا کہ کفار کی یہ امانتیں اُن کے سپرد کرنے کے بعد کل مدینہ منورہ چلے آنا۔ میں اور ابوبکر اللہ کے حکم سے آج رات ہجرت کر کے مدینہ منورہ جارہے ہیں۔ اس وقت کافروں نے تلواریں پکڑ کر در اقدس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

اس نازک ترین لمحے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا! تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری یہ سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ۔ تمہیں ان کے ہاتھوں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ حضور اقدس ﷺ یہی چادر اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور مشرکین کی صفوں سے گزرتے وقت سورۃ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے ایک مٹھی خاک لے کر اُن کے سروں پر پھینکی اور درمیان سے گزر گئے۔ مشرکین میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ سکا۔ اس موقع پر محاصرین میں کوئی بھی نہ بچا جس کے سر پر خاک نہ پڑی ہو۔ اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾ (سورۃ یٰسین:۹)

اور ہم نے بنادی ہے اِن کے سامنے ایک دیوار اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور فرمایا مجھے ہجرت کا حکم ملا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہ وہ حضور انور ﷺ کے ساتھ ہجرت کریں گے بہت خوش ہوئے۔ وہ پہلے ہی سے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کیلئے دو سواریاں تیار کر چکے تھے اور انہوں نے عبداللہ بن اُریقط سے معاوضہ پر یہ طے کر لیا تھا کہ وہ آپ کو مدینہ کی طرف جانے والے راستوں میں سے ایسے راستے پر لے جائے گا جو معروف نہ ہو

Marfat.com

اور جس تک کفار قریش کی پہنچ نہ ہو۔ عبداللہ بن اُریقط مدینہ کی طرف جانے والے تمام راستوں سے اچھی طرح واقف تھا۔

حضور اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یکم ربیع الاول ۱۳ نبوی کو جمعرات کے روز مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا:

خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ اگر یہاں سے مجھے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔" (ترمذی شریف)

اس ہجرت کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے سوا کسی اور کو نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے زادِ راہ تیار کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب سامان باندھنے لگیں تو آپ کو کوئی رسی نہیں مل رہی تھی کہ جس سے آپ سامان باندھیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی کمر کا پٹکا کاٹ کر سامان باندھا۔ اس لیے آپ کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر یہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط غیر معروف راستے سے لے جانے کے لیے دونوں مقدس ہستیوں کے آگے آگے تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے رفیق سفر کے ہمراہ یمن کے راستے سے غارِ ثور (جو مکہ سے پانچ چھ کلو میٹر کی دوری پر ہے) میں پہنچ گئے۔ اور یہاں قیام کا فیصلہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ جب غار کے دہانے پر پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ میرے آقا آپ ذرا ٹھہریں میں غار کی صفائی کر دوں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار کی صفائی کی۔ غار میں چند سوراخ تھے جنہیں اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیا۔ ایک سوراخ جو رہ گیا تھا' اسے اپنی ایڑھی لگا کر بند کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آغوش میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد سوراخ سے حضرت صدیق

Marfat.com

اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑھی کو سانپ نے ڈسا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شدید درد کے باوجود بے حس و حرکت بیٹھے رہے مبادا کہ کریم آقا ﷺ کے آرام میں خلل واقع ہو۔ مگر شدت درد کی وجہ سے آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ٹپک پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھلی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متغیر چہرہ کو دیکھ کر پوچھا! کیا ہوا؟ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے کسی سانپ نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ پر اپنا لعاب دہن لگایا جہاں سانپ نے ڈسا تھا۔ تکلیف جاتی رہی۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ کی تلاش میں زمین کا چپہ چپہ چھان مارا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر اور رسول اللہ ﷺ اس غار میں تین دن تک مقیم رہے۔ اس دوران اِن کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رات کے اندھیرے میں مکہ سے غار ثور میں آ جاتے اور رات بھر وہیں قیام کرتے۔ پھر صبح سحر کے وقت وہاں سے واپس مکہ اپنے گھر چلے جاتے۔ سارا دن قریش مکہ کے ساتھ رہتے تاکہ قریش کو کسی قسم کا شک نہ ہو۔ سارا دن قریش جو کوئی نئی سازش یا منصوبہ بناتے آپ اسے یاد رکھتے اور شام کو حضور اقدس ﷺ کو غار میں جا کر بتا آتے۔ حضرت ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ روزانہ بکریاں چراتے چراتے غار کے منہ پر آ جاتا اور دودھ دوہ کر سید عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا۔ (تفسیر درمنثور)

دوسری طرف قریش مکہ نے ساری رات آپ ﷺ کے کاشانہء اقدس کا محاصرہ کیے رکھا لیکن کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اندر داخل ہوتا۔ صبح کے وقت جب کفار قریش کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچ کر چلے جانے کا علم ہوا تو وہ مکہ کے معروف راستوں پر رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ بالآخر یمن کے راستے کا رخ کیا اور غار ثور کے دہانے تک پہنچ گئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا شاید اس غار میں موجود ہوں۔ دوسروں نے جواب دیا! دیکھتے نہیں کہ دہانے پر مکڑی نے جال بُن رکھا

Marfat.com

ہے، کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اِس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب اُن کے قدموں کی چاپ سنی تو بے چینی سے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! اِن لوگوں نے اگر ہمیں دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ (سورہ توبہ:۴۰)

غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے یہ کہہ کر اطمینان دلایا:

مَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ۔

اے ابو بکر! اِن دونوں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

اِس کے بعد مشرکین مکہ واپس چلے گئے۔ غار میں تشریف فرما دونوں مقدس ہستیاں پتھروں کے لڑھکنے اور اُن کے دور جانے کی آہٹ سن رہی تھیں۔ یہ اللہ ہی کی مدد تھی کہ کافر ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کفار مکہ کا سلوک

رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب صبح کا اُجالا ہوا تو محاصرین نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بستر پر استراحت فرما رہے ہیں تو انہوں نے غضبناک ہو کر آپ کو پکڑ لیا اور انتہائی درشت لہجے میں کہنے لگے: حضور ﷺ کہاں ہیں؟

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ اس وقت آپ کہاں ہیں، میں اُن کا پہرے دار نہیں ہوں۔ تم لوگوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا اور تمہیں نے انہیں نکالا اور وہ چلے گئے۔ وہ یہ سن کر بڑے شرمندہ ہوئے۔

جب کفار کو کچھ معلوم نہ ہو سکا تو بے نیل و مرام ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تین دن تک مکہ میں رہے اور وہ تمام امانتیں جو کہ لوگوں نے رسولِ امین ﷺ کے پاس رکھی تھیں، اُن کو واپس کر کے پاپیادہ اکیلے عازم مدینہ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر کے اہل خانہ سے کفار کا سلوک

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کچھ حاصل نہ ہوا تو کفار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما باہر آئیں تو کفار قریش نے اُن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول کریم ﷺ کے متعلق پوچھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ اس پر ابوجہل نے انہیں اس زور سے تھپڑ مارا کہ اُن کے کان کی بالی ٹوٹ کر گر گئی اور وہ سارے شیاطین کفار مکہ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔

غارِ ثور سے مدینہ کی طرف عظمتِ اسلام کا سفر

جب اکابرین قریش ہادیٔ اسلام ﷺ کو تلاش کرنے میں ناکام ہو گئے اور تین روز کی مسلسل تگ و دو بے نتیجہ رہی تو انہوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے یا زندہ گرفتار کر کے اُن کے پاس لے آئے، اُسے ہر ایک کے بدلے سو (۱۰۰) سُرخ اونٹنیاں انعام میں دی جائیں گی۔ اِس پر سراقہ بن جعشم سو اونٹوں کے لالچ میں کائنات کے افضل ترین مہاجروں کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

تین دن جمعہ ہفتہ اور اتوار کی راتیں غار ثور میں بسر فرمانے کے بعد نبی کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں عبداللہ بن اُریقط اور عامر بن فہیرہ کو لے کر نکلے۔ یہ مقدس قافلہ اس طرح روانہ ہوا کہ ایک اونٹنی پر رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری پر حضرت عامر بن فہیرہ (حضرت صدیق اکبر کا غلام) اور عبداللہ بن اُریقط سوار تھے۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق عبداللہ بن اُریقط نے عام راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔

یہ عظیم سفرِ ہجرت پیر کی رات شروع ہوا۔ حضور انور ﷺ کا یہ قافلہ دوسرے دن کی دوپہر تک چلتا رہا۔ دھوپ سے اہل قافلہ کے چہرے تمتمار ہے تھے اور گرمی بڑھتی جارہی تھی کہ ایک چٹان نظر آئی۔ اس کے نیچے سایہ تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جگہ صاف کی اور حضور اکرم ﷺ سے تھوڑی دیر آرام کرنے کیلئے عرض کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قریب ہی بکریاں چرانے والے سے دودھ لیا اور ٹھنڈا کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا۔ دھوپ کی تمازت کم ہوئی تو دوبارہ اپنی منزل کی راہ لی۔

سراقہ بن مالک بن جعشم کا تعاقب

دوسری طرف اونٹوں کے لالچ میں متعدد لوگ برابر اِن دونفوس قدسیہ کی تلاش میں تھے۔ سراقہ بن جعشم کو خبر ملی کہ دونوں مطلوب ہستیاں ساحل کے راستہ پر دیکھی گئی ہیں۔ اس نے ہتھیار لئے اور گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا اور ٹھیک اس وقت اس چٹان کے پاس پہنچا جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہو رہے تھے۔ اُس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور چاہا کہ گھوڑا دوڑا کر نزدیک پہنچ جاؤں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو بار بار ہر طرف مڑ کر دیکھتے جارہے تھے انہوں نے سراقہ کو دیکھ لیا اور مضطرب

Marfat.com

ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم ہمارا تعاقب کرنے والا بہت قریب آ گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! کچھ فکر نہ کرو اللہ ہمارا محافظ ہے۔ اتنے میں یکا یک سراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر گیا۔ سراقہ اُٹھا اور دوبارہ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور تعاقب کرتا ہوا پھر قریب پہنچ گیا۔

حضور انور ﷺ نے جب سراقہ کو اپنے قریب آتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ گھوڑا پاؤں باہر نکالے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ سراقہ کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے اور اس کی ہمت پست ہوگئی اور اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ اُس کا سامنا ایک سچے رسول سے ہے۔ چنانچہ نا اُمید ہو کر اس نے پکار کر امان طلب کی اور کہا کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں، آپ مجھے موقع دیں میں آپ سے بات کروں۔ خدا کی قسم میں اب آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اب رحمت عالم ﷺ نے دعا کی تو گھوڑے کے پاؤں زمین سے باہر نکل آئے۔

مخبر صادق ﷺ نے سراقہ سے ارشاد فرمایا:

سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تم اپنے ہاتھوں میں پہنو گے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ایک تحریر مجھے دے دیں جو میرے اور آپ کے درمیان ایک نشانی اور یادگار کے طور پر محفوظ رہے۔ عامر بن فہیرہ نے ہڈی یا جھلی پر ایک تحریر لکھ کر اُس کے حوالے کی۔ پھر سراقہ مکہ لوٹا آیا اور یوں ظاہر کیا کہ اسے کسی کا پتہ نہیں چلا۔ سراقہ واپس مکہ پہنچا اور جو کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے تعاقب کا ارادہ کرتا اسے یہ کہہ کر واپس لوٹا دیتا کہ وہ ادھر نہیں ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسجد نبوی کے صحن میں ڈھیر کر دیا گیا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اسے دونوں ہاتھوں سے بکھیرنے لگے، جیسے کوئی چیز تلاش

Marfat.com

کر رہے ہوں حتیٰ کہ کسریٰ شہنشاہ ایران کے کڑے ڈھونڈ نکالے اور سراقہ کو بلا بھیجا اور یہ طلائی کنگن اس کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔ سراقہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے مسلمان تھے جنہیں سونا پہننا جائز ہوا اور یوں رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی تیرہ سال بعد پوری ہوئی۔

اُم معبد سے ملاقات

حضور پُرنُور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں قُدَید کے مقام پر ایک خیمہ دیکھا جس میں ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اُم معبد تھیں جس کا نام عاتکہ بنت خالد تھا وہ ایک باعزت عفت مآب عورت تھی۔ اس کا تعلق قبیلہ بنوخزاعہ سے تھا' وہ صلہ رحمی' حسن سلوک اور میزبانی کیلئے بڑی شہرت رکھتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون سے کھانے پینے کی اشیاء قیمتاً دینے کیلئے استفسار فرمایا۔ اس خاتون نے جواب دیا اگر ہمارے پاس کچھ بھی ہوتا تو ہم آپ لوگوں کی خاطر مدارت کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرتے۔ حضور ﷺ کی نظر ایک لاغر اور بیمار بکری پر پڑی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُم معبد نے جواباً کہا یہ دودھ دینے کے قابل تو نہیں ہے اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہو تو ضرور دوہ لیں۔

نبی رحمت عالم ﷺ نے اس لاغر بکری کے تھنوں اور پشت پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی یا اللہ اس عورت کی بکریوں میں خیر و برکت عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے دودھ دوہنا شروع کیا تو اس بکری نے اتنا دودھ دیا کہ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے لبریز ہو گیا حتیٰ کہ جھاگ اوپر آ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے دودھ اُم معبد کو پینے کیلئے دیا جب وہ سیر ہو گئیں تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے ساتھی کو پلایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔ اس کے بعد دوبارہ آپ نے اُس برتن میں

Marfat.com

دودھ دوہ کر اس کو بھر دیا اور اُم معبد کو دے کر اپنی منزل کی جانب دوبارہ گامزن ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد اُم معبد کا خاوند جب گھر آیا تو اُس نے برتنوں میں دودھ دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ دودھ کہاں سے آیا حالانکہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ کا قطرہ بھی دے۔

اُم معبد کا حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنا

اُم معبد نے خاوند کو جواب دیا:

وہ ایک پاکیزہ خصائل اور خیر و برکت والی شخصیت تھے۔ چہرہ پُرسکون اور روشن تھا' حسن و جمال کا پیکر تھا' خوش اخلاق وخوش انداز تھا' جسم نہ بھاری نہ نحیف' پلکیں سیاہ اور دراز تھیں' آواز میں رعب تھا لیکن کرخت نہ تھی' چشم مبارک کے ڈھیلے سفید چمکدار اور پتلیاں سیاہ تھیں' بھنویں باریک' گردن میں درازی تھی' پیشانی کشادہ سر کے بال سیاہ' داڑھی مبارک گھنی تھی' باوقار خاموشی' گفتگو کرتے تو شخصیت نمایاں ہوتی' خوش کلام' خوش گفتار' لہجہ نرم' آواز اثر کرنے والی' بولتے تو ایک ایک لفظ واضح اور صاف ہوتا' آواز شیریں اور دلکش' سنو تو گردو پیش پر چھائی ہوئی محسوس ہوتی' میانہ قد نہ دراز کہ دیکھنے والے کو بُرا لگے اور نہ اتنا پستہ قد کہ نگاہ دوسرے کی طرف جائے۔ وہ خوش شکل و خوش نظر تھے۔

اُن کے ساتھی ان کے گرد جمع رہتے۔ اُن کی باتوں کو بڑی توجہ سے سُنتے اور اپنی آنکھیں اُن کی راہ میں بچھاتے۔ نگاہیں نیچے رکھتے اور اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند نہ کرتے۔

ام معبد کی فصیح اور بلیغ گفتگو سُن کر اس کا خاوند بولا ایسا حلیہ کسی عام آدمی کا نہیں ہو سکتا یقیناً یہ تو بابرکت قدسی روح ہے جس کا تذکرہ ہم آنے جانے والوں' اپنوں اور

Marfat.com

بیگانوں سے سنتے رہے ہیں۔ قسم خدا کی وہ محمد بن عبد اللہ ﷺ تھے۔ اگر میں اُن کو پاتا تو اُن کا ساتھ دینے کی التجا کرتا۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد رضی اللہ عنہ اور ام معبدؓ دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور رحمتِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادتِ ایمانی سے بہرہ مند ہوئے۔ (رحمتِ دارین صفحہ ۳۰۷ بحوالہ طبقات ابن سعد، بیہقی، طبرانی، مشکوٰۃ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات

ہجرت کے اس سفر میں حضرت زبیر بن العوام کاروان تجارت کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے کہ اُن کی ملاقات حضور اکرم ﷺ سے ہوگئی۔ انہوں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کی خدمت میں سفید لباس ہدیہ کیا۔

بریدہ اسلمی سے ٹکراؤ

اسی سفر میں بریدہ اسلمی بھی ستر ہمراہیوں کے ساتھ سامنے آئے۔ یہ بھی انعام کے لالچ میں حضور ﷺ کو پکڑنے کیلئے نکلے تھے۔ جب سامنا ہوا تو بریدہ کے دل کی کایا پلٹ گئی اور اپنے ساتھیوں سمیت ایمان لے آیا۔ پھر بریدہ نے خواہش کی کہ مدینہ منورہ میں داخلے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے آگے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عمامہ نیزے پر باندھ کر بریدہ کو دیا اور اس جھنڈے کو لہراتے ہوئے یہ قافلہ دار الہجرت میں داخل ہوا۔

قُباء میں تشریف آوری

حضور ﷺ آٹھ ربیع الاوّل کو پیر کے روز قُباء پہنچے۔ قبا مدینہ منورہ سے قریباً تین میل باہر ایک ٹیلے پر واقع مختصری آبادی تھی۔ یہاں مسلمانوں کے کئی گھرانے

Marfat.com

رہتے تھے۔ کلثوم بن ہدم اُن کے سردار تھے۔ سید عالم ﷺ اُن کے مہمان ہوئے۔ آپ نے وہاں چودہ دن قیام کیا۔ اسی اثناء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی مکہ والوں کی امانتیں واپس کر کے وہاں پہنچ گئے اور وہ بھی یہیں ٹھہر گئے۔

مسجد قباء کی تعمیر

قبا میں قیام کے دنوں میں حضور اکرم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور تعمیر کے کاموں میں خود بھی حصہ لیا۔ جس کا نام مسجدِ قُباء ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۰۸)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے۔

یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے اس میں دو نفل ادا کرنے کا ثواب عمرہ کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔

پہلا جمعہ

قُباء میں چودہ دن کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ شہر کا رُخ کیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا بنی سالم کے محلہ میں نمازِ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ کی امامت میں یہاں جمعہ کی پہلی نماز ادا کی گئی۔ نماز سے پہلے معلم کائنات ﷺ نے جمعہ

Marfat.com

کا خطبہ دیا۔ یہ خطبہ ایسا پُر اثر اور فصیح و بلیغ تھا کہ جس نے بھی سنا' وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

مدینہ کے لوگوں کو ہادی اسلام آقائے رحمت ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ اُن کے انتظار کا یہ عالم تھا کہ بچہ بچہ خوشی سے والہانہ انداز میں مدینہ کے گلی کوچوں میں پُر جوش انداز میں اعلان کر رہا تھا کہ ہمارے پیغمبر آ رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں چھتوں پر چڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے آنے کی خوشی میں گیت گاتی رہتی تھیں جب کہ نوجوان ہتھیار سجا کر ہر روز شہر سے باہر نکل کر گھنٹوں انتظار میں گزار دیتے۔ جب سورج کی تمازت بڑھ جاتی تو مایوس ہو کر واپس گھروں میں آ جاتے۔ ایک دن وہ انتظار کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے ایک مختصر سا قافلہ آتے دیکھ کر پکارا۔ اے لوگو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا۔ اس آواز کو سنتے ہی سارا شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھا۔

بنو نجار حضور اکرم نُورِ مجسم ﷺ کے خیر مقدم کیلئے اس شان سے نکلے کہ اُن کے جسموں پر ہتھیار سجے ہوئے تھے۔ لوگ مدینہ منورہ سے باہر دُور تک دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے' چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا بجا کر ترانہ خیر مقدم گا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعٰى لِلّٰهِ دَاع
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے' ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں' اے ہم میں مبعوث ہونے والے۔ آپ ایسے امر کے ساتھ ہیں اس کی اطاعت فرض ہے۔

بنو نجار کے جوش و خروش اور مسرت کی انتہا نہ تھی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ سرور عالم ﷺ اُنہیں ہی شرفِ میزبانی بخشیں گے۔ بنو نجار کی معصوم بچیاں یہ ترانہ گا رہیں

Marfat.com

تھیں:

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ　　يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد کیا ہی اچھے ہمسایہ ہیں۔ (رحمتِ دارین)

رحمتِ عالم ﷺ جب ان کے پاس سے گزرے تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی محبت سے پوچھا: کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو۔ سب نے بیک زبان کہا ہاں یارسول اللہ۔ حضور ﷺ نے شفقت بھرے انداز میں فرمایا تم بھی مجھے عزیز ہو۔

ان بچیوں کی پاکیزہ محبت کا جواب سرورِ عالم ﷺ نے بھی خاص شفقت سے دیا۔ مدینہ کے ہر شخص کی یہی تمنا تھی کہ حضور ﷺ کی میزبانی کی سعادت اُسے نصیب ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ میری اونٹنی کی رسی چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں بیٹھ جائے گی، میں وہیں قیام کروں گا۔ اونٹنی جب بنو نجار کے محلے میں پہنچی اور جس جگہ وہ بیٹھی اب وہ جگہ مسجد نبوی کے اندر ہے۔ حضور ﷺ اس پر سے نہ اُترے۔ اونٹنی پھر اُٹھی اور تھوڑی دور چل کر واپس آئی اور اسی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ وہاں سے قریب حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا۔ انہوں نے خوشی سے دوڑ کر حضور ﷺ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

اُن تاریخ ساز ساعتوں کو چشم تصور میں لائیے جب اللہ کے حبیب، امت کے غمخوار اور مظلوم انسانیت کے نجات دہندہ سرورِ دو عالم ﷺ نے مدینہ کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا اور اپنے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے خاکِ مدینہ کو اوجِ ثریا سے بھی بلند رفعتیں عطا فرمائیں اور یہ شہر یثرب سے مدینہ منورہ بن گیا۔ اس وقت شہر مدینہ میں کیا سہانا سماں ہوگا۔ اُس وقت یقیناً گلیوں کی خاک کے ذرے ذرے میں دل دھڑک رہے ہوں گے اور ہوا کے جھونکوں میں انسانی احساسات پیدا ہو گئے ہوں گے۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ عارضی قیام کیلئے حضرت ابوایوب انصاری

Marfat.com

کے گھر کی قسمت جاگی۔ سات ماہ نبی محتشم ﷺ کا قیام یہیں رہا۔

چند دن بعد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُمّ کلثوم اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی آ گئیں۔ ان سب کو حضرت عبداللہ بن ابوبکر لے کر آئے تھے۔ ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ بھی تھے۔ جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ البتہ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو ابوالعاص کی زوجہ تھیں وہ جنگ بدر کے بعد تشریف لا سکیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ منورہ تشریف لانے کے چند دن بعد سرورِ کائنات ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ اِس مقصد کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کے سامنے قطعہ اراضی کو منتخب فرمایا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ دونوں یتیم بھائیوں نے اپنی طرف سے یہ قطعہ زمین مفت دینے کی پیش کش کی مگر یتیموں کے ملجا وماویٰ ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا اور فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے میں یہ زمین بلا قیمت ہرگز نہیں لوں گا۔ بالآخر زمین کی قیمت کی ادائیگی کے بعد ربیع الاول 1ھجرہ کو آپ ﷺ کے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی گئی اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ اس کی تعمیر میں انصار اور مہاجرین (صحابہ کرام) کے ساتھ محبوب رب العالمین ﷺ بھی بنفس نفیس شامل تھے۔ اینٹ اور پتھر خود اٹھا کر لاتے تھے۔ یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے مبرا اور انتہائی سادگی کا مظہر تھی۔ مسجد کی لمبائی ۷۰ ہاتھ اور چوڑائی ۶۰ ہاتھ رکھی گئی۔ چھت کی بلندی پانچ ہاتھ تھی۔ اس کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور چھت کھجور کی شاخوں اور پتوں کی تھی۔ مسجد کے تین دروازے رکھے گئے ان میں سے ایک مسجد کی جنوبی طرف تھا جو تحویل قبلہ کے بعد بند کر دیا گیا اور اس کے بالمقابل شمال کی طرف دروازہ بنا دیا گیا۔ دوسرے دو دروازوں میں سے ایک باب الرحمۃ اور دوسرا باب جبریل تھا۔ اگرچہ اس مسجد کی دیواریں کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت کھجور کی

Marfat.com

شاخوں کی تھی۔لیکن اس کو جن مقدس ہاتھوں نے تعمیر کیا اور جن کے سجدوں سے یہ معمور ہوئی اُن کی عظمتوں کے سامنے افلاک کی رفعتیں ہیچ ہیں۔(ماخوذ از رحمت دارین)

مسجد سے متصل حضور اکرم ﷺ کیلئے دو حجرے کچی اینٹوں سے تعمیر کروائے گئے، جہاں رسول اللہ ﷺ منتقل ہو گئے۔ بعد ازاں مسجد کے مشرقی کونے پر اصحاب صفہ کیلئے ایک مسقف (چھت) والا چبوترا بھی تعمیر کیا گیا۔

مدینہ جب مدینۃ النبی بنا

نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کی آب و ہوا مضرِ صحت تھی۔ بخار اور دیگر متعدی بیماریاں وبا کی صورت میں یہاں پھوٹتی رہتی تھیں۔ پانی بھی خوش ذائقہ نہ تھا انہی وجوہ کی بنا پر اس بستی کو مدینہ (یعنی بیماریوں کا گھر) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

رحمتِ عالم ﷺ کے مکہ سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لانے سے اس بستی کا مقدر چمک اُٹھا۔ اب یہ بستی مدینہ کے بجائے مدینۃ النبی ﷺ کے مبارک نام سے موسوم ہوئی۔ اِس بستی کا صرف نام ہی نہ بدلا بلکہ اس کی آب و ہوا میں خوشگوار تبدیلی واقع ہوئی رسول اللہ ﷺ نے اس شہر کو مدینہ کے نام سے پکارنے سے منع فرما دیا۔

فضائل مدینہ

۱۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ! ہمارے نزدیک مدینہ کو اسی طرح محبوب کر دے جیسے مکہ محبوب تھا

Marfat.com

یااس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی فضا صحت بخش بنا دے اور اس کے صاع اور مُدّ (غلے کے پیمانے) میں برکت دے اور اس کا بخار منتقل کر کے جُحفہ پہنچا دے۔ اللہ نے آپ کی دعا سُن لی اور حالات بدل گئے۔ (بخاری شریف)

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے اللہ تیرے بندے اور تیرے خلیل ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کیلئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول ﷺ اہل مدینہ کیلئے دعا کرتا ہوں کہ تُو اُن کے پیمانوں اور اوزان میں برکت عطا فرما۔ جس قدر برکت تُو نے اہل مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دو مزید برکتوں کا اضافہ فرما۔ (ترمذی شریف)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! جو برکت تُو نے مکہ کو دی اس سے دوگنی برکت دو مرتبہ مدینہ منورہ کو عطا فرما۔
(بخاری و مسلم شریف)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں جو ان کی نگہبانی کرتے ہیں۔ نہ اس میں طاعون داخل ہوگا اور نہ ہی دجال۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ مدینہ منورہ میری ہجرت گاہ ہے۔ قیامت کے روز میں یہیں سے اٹھایا جاؤں گا۔ یہاں ہی میرا روضہ ہوگا۔ اس کے باشندے میرے پڑوسی ہیں اور میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کرے۔ جو میری وجہ سے اُن کی حفاظت کرے گا میں قیامت کے روز اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

Marfat.com

۶۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روئے زمین پر اہل مدینہ منورہ سے بہتر کوئی قوم نہیں اور مدینہ منورہ سے بہتر کوئی اور شہر نہیں۔

(ترتیب المدارک قاضی عیاض)

۷۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ منورہ کے ساتھ فریب کرے گا' ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اُسے خوف میں ڈالے گا۔ (طبرانی)

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا جو اُمتی مدینہ منورہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کر کے وہاں رہے گا' میں قیامت کے دن اُس کی شفاعت اور سفارش کروں گا۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح تو ہجرت سے قبل ہی مکہ میں ہو چکا تھا۔ مگر ان کی رخصتی ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مستند روایات کے مطابق اُس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۹ سال تھی حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔ (بحوالہ مدارج النبوۃ' جلد دوم)

اصحاب صفہ

مسجد نبوی شریف کے مشرق کی جانب ایک مُسَقّف (چھت) والا چبوترہ اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رہائش کیلئے تعمیر کیا گیا جو دور دور سے اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنے آپ کو خدمت اسلام کیلئے وقف کر چکے تھے۔ وہ دن کو جنگل سے لکڑیاں

Marfat.com

اکٹھی کر کے بیچتے اور اس سے گزراوقات کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اصحاب صفہ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرماتے۔ اُن کی تعلیم کیلئے معلم مقرر تھا جو انہیں رات کو لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا اور دین اسلام کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ اسلامی دنیا کی سب سے پہلی درسگاہ (یونیورسٹی) تھی۔ ان صحابہ کرام کی تعداد کم از کم اسی (۸۰) تھی جو بعض اوقات چار سو تک پہنچ جاتی۔ اصحاب صفہ اپنا اکثر و بیشتر وقت معلم کائنات ﷺ کی خدمت میں گزارتے اور رسول اللہ کے ارشادات سُن کر یاد رکھتے۔ جب بھی کسی دوسرے مقام پر اسلام کی تعلیم سکھانے کیلئے کسی مبلغ کی ضرورت ہوتی تو عموماً اصحاب صفہ ہی میں سے کسی کو بھیج دیا جاتا۔

اصحاب صفہ کے فقر و استقامت کا عجب عالم تھا۔ اپنے شب و روز صبر و استقامت میں گزارتے۔ کئی کئی روز بھوک اور فاقوں سے بسر ہوتے، لباس بھی بمشکل ستر ڈھانپنے کے لئے میسر آتا لیکن اس کے باوجود زبان پر حرف شکایت نہ لاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زہد وفقر کو دیکھ کر فرمایا:

> ''اے درویشانِ راہِ حق جو کوئی میری اُمت میں ایسی زندگی بسر کرے جس طرح تم گزارتے ہو تو قیامت کے دن وہ میرے رفقا میں سے ہوگا۔''

ان اصحاب کا لباس بھی پھٹا پرانا ہوتا اور روٹی کا ایک ٹکڑا بھی مشکل سے میسر ہوتا تھا لیکن معلم کائنات ﷺ کے فیضانِ صحبت نے اِن فاقہ کش مہمانانِ اسلام کو دنیا میں بڑی نامور شخصیتوں کا مالک بنا دیا جن پر عالم اسلام آج بھی فخر کرتا ہے۔ ان میں بہترین عالم، سیاستدان، معلم، سپہ سالار، حکمران، مدبر اور تاجر پیدا ہوئے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے سب سے زیادہ احادیث کی روایت کرنے والے

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اصحابِ صفہ سے تھے۔

مواخات

مہاجرین مکہ کو مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے معاشرتی وسکونتی بحالی کا مسئلہ درپیش ہوا۔ مہاجرین کی ایک بڑی تعداد اپنا گھربار چھوڑ کر مدینہ منورہ آ پہنچی تھی۔ یہاں کے معاشرہ میں ایک بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری کا تھا۔ چند ہزار کی آبادی رکھنے والی متوسط بستی کو انہیں اپنے اندر جذب کرنا تھا۔ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ایک دن حضور ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا۔ اس وقت مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔ لہٰذا آپ نے ایک ایک انصاری کے ساتھ ایک ایک مہاجر کا برادرانہ رشتہ قائم کر دیا۔ رشتہ مواخات قائم ہونے کے بعد انصار مدینہ کی جانثاری کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مال، گھر، باغات اور کھیت نصف نصف بانٹ کر اپنے مہاجر بھائی کو پیش کر رہے تھے۔ بعض انصار تو یہاں تک تیار ہو گئے کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے دینی بھائیوں کے نکاح میں دے دیں۔ دوسری طرف مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ وہ بوجھ بننے اور بیکار بیٹھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ رشتہ مواخات میں منسلک ہونے کے باوجود جلد از جلد اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے اور اپنی معیشت سنبھالنے کے لئے خود تگ و دو کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں کھیت یا بازار کا رستہ دکھا دو ہم خود تجارت یا مزدوری کر کے اپنی گزراوقات کریں گے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بڑے مالدار انصاری صحابی تھے، انہوں نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرا مال آدھا تقسیم کرلو اور میری دو

Marfat.com

بیویاں ہیں جو تمہیں پسند ہو میں اُسے طلاق دے دیتا ہوں۔عدت کے بعد تم شادی کر لینا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا! اللہ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے، مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ بازار کہاں ہے۔انہوں نے راستہ سمجھا دیا۔ رفتہ رفتہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارت میں ایسی برکت اور ترقی ہوئی کہ وہ متمول صحابہ میں شمار ہونے لگے۔اسی طرح دوسرے مہاجرین نے بھی چھوٹی بڑی تجارت شروع کر دی اور اپنی محنت اور بے پناہ کوششوں سے بہت جلد اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو گئے۔مدنی مواخات کی حکمت عملی اور مصلحت یہ تھی کہ مہاجرین کے دل سے غریب الوطنی کا احساس جاتا رہے۔

مشہور مورخ اسلام علامہ ابن عبدالبر کا قول ہے کہ عقد مواخات (بھائی چارہ کا معاہدہ) تو انصار و مہاجرین کے درمیان ہوا'اس کے علاوہ ایک خاص ''عقد مواخاۃ'' مہاجرین کے درمیان بھی ہوا جس میں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے ایک مہاجر کو دوسرے کا بھائی بنا دیا۔حضرت ابو بکر و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما' حضرت طلحہ و حضرت زبیر' حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ علیہم کے درمیان جب بھائی چارہ ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! آپ نے سب صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔آخر میرا بھائی کون ہے؟

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔(مدارج النبوۃ' جلد دوم)

حضرت سلمان فارسی کا قبول اسلام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے تھے۔ان کے آباؤ اجداد کا

Marfat.com

دین مجوسیت یعنی آتش پرستی تھا۔ یہ اپنے آبائی دین سے بیزار ہو کر دینِ حق کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے۔ مگر ڈاکوؤں نے اُن کو گرفتار کر کے اپنا غلام بنالیا اور پھر انہیں بیچ دیا۔ چنانچہ یہ کئی بار بکتے رہے اور مختلف لوگوں کی غلامی میں رہے۔ اس طرح مدینہ منورہ پہنچے۔ کچھ عرصہ عیسائیت مذہب اختیار کیا اور یہودیوں سے میل جول کی وجہ سے انہیں تورات اور انجیل کی کافی معلومات حاصل ہو چکیں تھیں۔

ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تازہ کھجوروں کا ایک طباق خدمت اقدس میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ اس کو ہمارے سامنے سے اُٹھا کر فقرا و مساکین میں بانٹ دو کیونکہ میں صدقہ نہیں کھاتا۔ دوسرے دن پھر کھجوریں لے کر پہنچے اور حضور ﷺ کے سامنے یہ کہہ کر رکھ دیں کہ یہ ہدیہ ہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی اور صحابہ کرام نے بھی وہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ اس عرصہ میں حضرت سلمان فارسی نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کو دیکھ لیا چونکہ نبی آخر الزمان ﷺ کے خواص میں صدقہ نہ کھانا اور ہدیہ قبول کر لینا اور دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت کا ہونا تورات و انجیل میں پڑھ چکے تھے اس لئے بلا توقف اسلام قبول کر لیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

❁❁❁❁

Marfat.com

میثاقِ مدینہ

رسول خدا ﷺ نے مدینہ منورہ کا نظم و نسق مستحکم کرنے اور دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لئے مہاجرین و انصار کے لئے ایک تحریر تیار فرمائی جس میں یہود سے امن و امان کا معاہدہ تھا۔ سیرت ابن ہشام میں تفصیل سے اس معاہدے کا ذکر کیا ہے۔ دراصل یہ معاہدہ ایسے اصولوں پر مشتمل تھا جس پر اسلام کی پہلی مملکت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس میں انسانیت، عدل، اجتماعیت، دینی رواداری اور معاشرے کے مشترکہ مفادات میں باہم تعاون کے اصول واضح طور پر درج کئے گئے ہیں۔

اس معاہدہ کی رو سے جان و مال کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔ دیت و قصاص کے لئے اصول مرتب کئے گئے۔ اندرونی و بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لئے عہد و پیمان لیا گیا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس معاہدے کی رو سے تمام فریقوں نے رسالت مآب سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ریاست کا سربراہ تسلیم کر لیا۔

میثاق مدینہ کی اہم شرائط کا خلاصہ

۱۔ یہ تحریر اللہ کے نبی محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے قریش مہاجرین (مہاجرین) اور یثرت کے اہل ایمان اور اُن لوگوں کے درمیان ہے جو ان کے اتباع میں اُن کے ساتھ شامل ہوں اور اُن کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں۔

۲۔ بلا امتیاز تمام مسلمان اُمتِ واحدہ ہوں گے۔

۳۔ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے اب بھی وہ قائم رہے گا۔

Marfat.com

۴۔ اُمتِ مسلمہ کے افراد حقوق اور اعزاز میں مساوی ہوں گے۔

۵۔ پورا معاشرہ بہترین نظم اور پائیدار اصولوں پر مبنی ہو گا۔

۶۔ حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے جنگ کی جائے گی۔

۷۔ غیر مسلم اپنے دین پر قائم رہیں گے۔ اُن کے اموال محفوظ رہیں گے۔ انہیں مسلمانوں کا دین قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور نہ ہی اُن سے اُن کی دولت چھینی جائے گی۔

۸۔ غیر مسلموں پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرح مملکت کے مصارف میں تعاون کریں۔

۹۔ غیر مسلموں کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ ہر جابر و باغی کے خلاف مملکت کی حفاظت میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کریں۔

۱۰۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے ضروری ہو گا کہ دشمنانِ مملکت کے خلاف جنگ کریں جو لوگ دشمنوں کی مدد کریں اُن کے خلاف بھی سینہ سپر ہوں۔

۱۱۔ کوئی فریق کسی گناہ گار مجرم یا ظالم کی حمایت نہ کرے گا۔

۱۲۔ معاشرہ کی بنیاد نیکی و تقویٰ میں باہم تعاون پر ہو گی اور ظلم و عدوان میں تعاون نہ کیا جائے گا۔

۱۳۔ یہودیوں کو مذہبی آزادی ہو گی اُن کی مذہبی رسومات میں دخل اندازی نہ کی جائے گی۔

۱۴۔ یہودی یا مسلمانوں کو کسی دوسرے قبیلہ سے لڑائی ہونے کی صورت میں دونوں فریق ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۱۵۔ اگر مدینہ منورہ پر حملہ ہو گا تو دونوں فریق مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

۱۶۔ کوئی فریق قریش مکہ اور اُس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دے گا۔

Marfat.com

۱۷۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس مصالحت میں شامل ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

۱۸۔ اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ حضور نبی کریم ﷺ فرمائیں گے اور وہ سب کو قبول کرنا ہوگا۔

۱۹۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔

اس معاہدہ کے طے ہو جانے سے مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں ایک وفاقی حکومت قائم ہوگئی جس کا دارالحکومت مدینۃ النبی تھا اور جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لیے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے بعد ازاں دوسرے قبائل سے حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔

قریش مکہ کی فتنہ انگیزیاں

حضور ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے اور مکہ سے مسلمانوں کے بتدریج مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے سے کفار مکہ ابتدا میں تو خوش اور مطمئن ہوئے لیکن جب انہوں نے سُنا کہ مدینہ منورہ میں اسلام خوب پھیل رہا ہے تو وہ پریشان ہوگئے اور اُن کا انتقامی جوش غضب بھڑک اٹھا کہ مسلمان اُن کی گرفت سے نکل چکے ہیں اور اپنا وقت اطمینان اور آسودگی سے گزارنے لگے ہیں۔

چنانچہ قریش مکہ ازسرنو سازشوں کا جال بچھانے میں مصروف ہوگئے۔ انہوں نے عبداللہ بن اُبی کو ایک خط لکھا کہ مسلمانوں کے ہجرت کر کے مدینہ آنے سے پہلے وہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا اور مشرکین مدینہ اس کی سربراہی پر متفق ہو چکے تھے اور

Marfat.com

اگر انہی ایام میں رسول خدا ﷺ کی تشریف آوری نہ ہوتی تو مشرکین مدینہ اُس کو اپنا بادشاہ بنا چکے ہوتے۔ اپنے اس خط میں مشرکین مکہ نے عبداللہ بن اُبی کو لکھا کہ اب مسلمانوں سے لڑ کر انہیں مدینہ منورہ سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو قریش مکہ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے' عورتوں کو لونڈیاں بنا لیں گے اور مال و اسباب لوٹ لیں گے۔

اِس خط کے پہنچتے ہی عبداللہ بن ابی مشرکین مکہ کے حکم کی تعمیل کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی سے حضور اکرم ﷺ کے خلاف رنج و کینہ لئے بیٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ ہی نے اس سے بادشاہت چھینی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو جو مسلمان ہو گئے ہیں؟ حضور پاک ﷺ کی حکمت بھری بات سُن کر لوگ بکھر گئے اور خطرہ ٹل گیا مگر دوسری طرف کفار مکہ نے یہود سے ساز باز کرنا شروع کر دی اور انہیں مسلمانوں کے خلاف ورغلانا شروع کر دیا لیکن میثاق مدینہ کا عہد چونکہ ہو چکا تھا لہٰذا قریش کی یہ چال بھی نہ چل سکی۔ تیسری طرف قریش نے مدینہ منورہ کے دو بڑے قبیلوں اوس اور خزرج کے باہمی اختلافات کو ابھارنے کی کوشش کی تاکہ اُن کا اتحاد پارہ پارہ کیا جا سکے۔ مگر اسلام کی برکت سے وحدت کا جو رشتہ قائم ہو چکا تھا وہ ختم نہ ہو سکا۔

ان ناکامیوں کے بعد قریش مکہ نے براہ راست انصار مدینہ کے سرداروں سے دھمکی آمیز رویہ اختیار کیا۔ چنانچہ جب اوس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے مکہ گئے تو صفوان بن امیہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل سے آمنا سامنا ہو گیا۔ اس نے حضرت سعد بن معاذ کو ترش لہجہ میں کہا کہ تم مکہ میں امن کے ساتھ گھوم رہے ہو۔ جبکہ تم نے مدینہ میں بے دینوں (استغفر اللہ) کو پناہ

Marfat.com

دے رکھی ہے۔ سُنو اگر تم اس وقت صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو واپس گھر سلامت نہ جاسکتے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس دشمن اسلام کو باوقار لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: سُن! خدا کی قسم اگر تم نے مجھے اس سے روکا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوگی۔ میں مدینہ منورہ سے گزرنے والی تمہاری شاہراہ بند کر دوں گا۔

قریش مکہ کی مہاجرین کو دھمکی

قریش مکہ نے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ مکہ سے بچ کر نکل جانے پر مغرور نہ ہوں ہم مدینہ منورہ آ کر تمہارا ستیاناس کر دیں گے۔ یہ پیغام محض دھمکی نہ تھی بلکہ ہادی عالم ﷺ کو باوثوق ذرائع سے قریش کی چالوں اور بُرے اِرادوں کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اپنی اور صحابہ کرام کی حفاظت کے لئے تمام ممکنہ تدابیر بروئے کار لائی گئیں اور پہرہ کا انتظام مسلسل کیا جانے لگا۔ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات رسول اللہ ﷺ کے لئے پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (سورۃ: المائدہ: ٦٧)

اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

آپ ﷺ بستر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

لوگو! واپس جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (جامع ترمذی شریف)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور ﷺ اور آپ کے رفقاء مدینہ منورہ تشریف لائے اور انصار مدینہ نے انہیں اپنے یہاں پناہ دی تو سارا عرب اُن کے خلاف متحد ہوگیا۔ چنانچہ مہاجرین نہ ہتھیار کے بغیر رات گزارتے اور نہ ہتھیار کے بغیر صبح کرتے۔

Marfat.com

جنگ کی اجازت کا حکم

مذکورہ بالا پُرخطر حالات مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے وجود کے لئے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ مشرکین مکہ اپنی جارحانہ کوشش سے باز نہیں آ رہے تھے اور مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں بھی امن وسکون سے رہنے نہیں دے رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ (سورۃ الحج:۳۹)

اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بنا پر کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔

پھر اس آیت کے ضمن میں مزید چند آیات نازل ہوئیں جن میں بتایا گیا کہ اجازت محض جنگ برائے جنگ کے طور پر نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود باطل کے خاتمے اور اللہ کے شعائر کا قیام ہے۔ چنانچہ آگے چل کر ارشاد ہوا:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ (سورۃ الحج:۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام۔

Marfat.com

جنگ کی اجازت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کی قوت اور تجارتی سرگرمیوں کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل حکمت عملی اختیار فرمائی۔

ا۔ جو قبائل اس شاہراہ کے اطراف یا اس شاہراہ سے مدینہ منورہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے۔ اُن کے ساتھ جنگ نہ کرنے کے معاہدے کیے۔ یہ تجارتی شاہراہ جو بحر احمر کے کنارے یمن سے شام کی طرف جاتی تھی جس پر اہل مکہ اہل طائف اور دوسرے قبائل کے تجارتی کارواں اپنا بیش قیمت سامان لے کر جاتے تھے۔ مال تجارت سے لدے ہوئے دو دو ہزار اونٹوں کے قافلے بیک وقت چلتے تھے۔ (ضیاء النبی، جلد سوم) چنانچہ آپ ﷺ نے عسکری مہم شروع کرنے سے پہلے قبیلہ جُہَینَہ، قبیلہ مُدلج اور دوسرے متعدد قبائل سے دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے۔

۲۔ کفار مکہ کی شامی تجارت جس پر اُن کی زندگی کا دارومدار ہے، اس میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے اُس شاہراہ پر گشتی دستے بھیجے گے تاکہ دشمن کی تجارتی یا جنگی سرگرمیوں پر ہر وقت نظر رکھی جائے اور جنگی نقطہ نگاہ سے جہاں ضروری ہو اُن کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی جائے۔ (ماخوذ از الرحیق المختوم)

چنانچہ حضور ﷺ نے انہی دو تدبیروں کے پیشِ نظر صحابہ کرام کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو مدینہ کے اطراف میں بھیجنا شروع کر دیا اور بعض لشکروں کے ساتھ خود بھی تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام کے یہ چھوٹے چھوٹے لشکر کبھی کبھار کفار مکہ کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے جاتے اور کہیں بعض قبائل سے معاہدہ امن و دوستی کرنے کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ کہیں اس مقصد سے بھی جاتے کہ کفار مکہ کی شامی تجارت کا راستہ بند کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت

پہلی ہجری ہی میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے

Marfat.com

بعد مہاجرین میں یہ پہلی ولادت تھی جن کی پیدائش سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ انہوں نے مہاجرین پر جادو کر دیا۔ لہٰذا اب مہاجرین کے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ کا نام اسماء ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ (زرقانی جلد ۱)

تحویل قبلہ

ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں حضور انور ﷺ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے مگر ہجرت کے بعد سرورِ عالم ﷺ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو بحکم الٰہی ادائے نماز کے وقت بیت المقدس کی طرف رُخِ انور کر کے نماز پڑھنے لگے جو مدینہ منورہ سے شمال کی سمت میں ہے جب کہ بیت اللہ شریف جنوب کی جانب۔ سترہ ماہ تک یہی معمول رہا۔ بیت اللہ شریف حضور ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ اس بنا پر حضور انور ﷺ کی دلی تمنا بھی تھی کہ بیت اللہ قبلہ بن جائے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ ماہ نماز ادا فرمائی تھی۔ (بخاری شریف و مسند امام احمد)

چشم رحمت تحویل قبلہ کی امید کے ساتھ آسمان کی طرف بار بار اُٹھتی رہتی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ ایک روز حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مسجد بنی سلمہ (مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی جانب) میں نماز ظہر باجماعت ادا کر رہے تھے ابھی دو رکعت ہی ادا فرمائیں تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

Marfat.com

الْحَرَامِ ؕ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۴)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا مُنہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیرلو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔

تحویل قبلہ کا جب حکم آیا تو اُس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز کی دو رکعت پڑھ چکے تھے نماز کی حالت ہی میں حضور اکرم ﷺ نے بیت المقدس سے رُخِ انور پھیر کر بیت اللہ کی طرف کرلیا۔ تمام صحابہ کرام نے بھی نماز کی حالت میں اپنے رُخ بیت اللہ کی طرف پھیر لئے اور حضور انور ﷺ کی اقتدا میں صفیں باندھے رکھیں۔ (بخاری شریف) اس کے بعد مدینہ منورہ اور آس پاس کی بستیوں میں منادی کرادی گئی۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے اور وہ اعلان سنتے ہی اسی حالت میں بیت اللہ کی سمت مڑ گئے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بنی سلمہ کے ہاں یہ اطلاع دوسرے روز نماز فجر کے دوران پہنچی۔ اُس وقت نمازی ایک رکعت پڑھ کر دوسرے میں تھے کہ منادی کی پکار سُنی۔ سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف پھرلیا۔ اُس مسجد کو جہاں یہ واقعہ پیش آیا مسجد قِبلَتَین (دو قبلوں والی مسجد) کہتے ہیں اور آج بھی یہ مسجد زیارت گاہ خواص عام ہے۔ (آداب حج وزیارت)

❁❁❁❁

Marfat.com

غزوات و سرایا

شعبان ۲ ہجری میں تحویل کعبہ کا حکم آ گیا۔ بیت المقدس کی جگہ بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔ اِس حکم سے بعض یہود جو ایمان تو لائے تھے لیکن ابھی پختہ ایمان نہ تھے، مرتد ہو گئے اور اہل ایمان کی صفیں ایسے ضعیف الاعتقاد لوگوں سے پاک ہو گئیں۔ دوسری طرف مسلمان بھی یکسو ہو گئے اور اُن کی نظریں بیت اللہ کی آزادی کی طرف اُٹھنے لگیں۔ اسی اثنا میں قتال کی فرضیت کا حکم بھی نازل ہوا اور مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے اور ظلم و استحصال کا مقابلہ کرنے کی اجازت دے دی گئی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ (سورۃ البقرہ: ۱۹۴)

حُرمت والا مہینہ حُرمت والے مہینہ کا بدلہ ہے اور ساری حُرمتوں میں (فریقین کے رویہ میں) برابری چاہیے، تو جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرلو (لیکن) اسی قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور جان لو یقیناً اللہ (کی نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ

Marfat.com

فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۃ الشوریٰ:۴۰)

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ پس جو معاف کردے اور اصلاح کردے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

ان ارشاداتِ ربانی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جو جنگ لڑی جائے گی وہ ظلم و جبر کے خلاف ہوگی۔ مسلمان جو ستائے جارہے تھے وہ ظلم تھا۔ مکہ میں بھی وہ ظالم نہیں تھے بلکہ عقیدہ توحید و رسالت پر ایمان لاتے اور برائی سے آزاد ہونے کی دعوت دے رہے تھے۔ مزید برآں مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اپنے گھروں اور وطن سے نکلنے پر مجبور کردیا گیا۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے۔

اب اہل ایمان فرحاں شاداں ہوگئے کیونکہ دین حق کی سربلندی کے لئے اب انہیں جنگی کارروائیوں کی اجازت مل گئی تھی۔ صحابہ کرام کے چھوٹے چھوٹے لشکر کفار مکہ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنے کے لئے مختلف مقامات پر جانے لگے۔ ان کارروائیوں کا ایک مقصد کفار مکہ کی شامی تجارت کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنا بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ کفار مکہ اور اُن کے حلیفوں سے مسلمانوں کا ٹکراؤ ہونے لگا جس سے چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ان لڑائیوں کو تاریخ اسلام میں غزوات و سرایا کے عنوان سے بیان کیا گیا۔ محدثین کی اصطلاح میں غزوہ اُس فوجی مہم کو کہتے ہیں جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے ہوں خواہ جنگ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ سریہ وہ فوجی مہم ہے جس میں حضور ﷺ خود تشریف نہ لے گئے ہوں۔ سرایا، سریہ کی جمع ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

ابن سعد نے غزوات کی کل تعداد ستائیس (۲۷) بتائی ہے۔ اور اُن میں سے جن ۹ غزوات میں جنگ ہوئی وہ یہ ہیں۔

Marfat.com

غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب، غزوہ بنو قریظہ، غزوہ بنو المصلق، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف۔ (ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۲۶۲)

''سرایا'' یعنی جن لشکروں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لے گئے اُن کی تعداد بعض مورخین کے نزدیک سنتالیس (۴۷) اور بعض کے نزدیک (۵۶) ہے۔

اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ۔ غزوہ بدر (۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری)

غزوہ بدر سے قبل آٹھ مہمات کو دشمن مکہ کی شرانگیز سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے وقتاً فوقتاً روانہ کیا گیا جن میں سے چار میں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔ اِن تمام مہمات میں مہاجرین ہی کو بھیجا جاتا رہا۔

جنگ کے فوری اسباب

ابوسفیان ایک بہت بڑا تجارتی کارواں لے کر مکہ مکرمہ سے شام کی طرف روانہ ہوا' اس قافلہ میں پچاس ہزار دینار مالیت کا سامان تھا جس کی حفاظت کے لیے چالیس آدمی مقرر تھے۔ اِس کا علم ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسو مہاجرین کے ساتھ ذوالعشیرہ کے مقام تک اس کا تعاقب کیا مگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ قافلہ جب شام سے واپس چلا تو ابوسفیان نے یہ دیکھا کہ قافلہ اب اس مقام پر پہنچ چکا ہے جو مدینہ کے اہل ایمان کی زد میں ہے اور مدینہ کے مسلمان کسی بھی وقت قافلے پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اُس نے حفظِ ماتقدم کے طور پر مکہ پیغام بھیجا کہ وہ قافلے کو مسلمانوں سے بچانے کے لئے مدد کو پہنچیں۔ اس پیغام کے بعد قریش مکہ نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کردی۔

قریش مکہ کی مدینہ منورہ پر چڑھائی کی خبریں جب مدینہ منورہ پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مہاجرین وانصار کی شوریٰ طلب کی

Marfat.com

اور اُن کے سامنے قافلے کی آمد اور مشرکین مکہ کی تیاریوں اور مکہ سے خروج کا ذکر کیا اور اُن سے مشورہ طلب کیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے یہ تھی کہ فیصلہ کن معرکہ کا وقت آن پہنچا ہے اور دشمن پر کاری ضرب لگائی جائے۔ مہاجرین نے جنگ کی خواہش ظاہر کی اور حمایت کا بھرپور یقین دلایا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے روئے سخن انصار کی طرف کیا اور فرمایا! لوگو مجھے مشورہ دو۔ انصار سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن اُن کی طرف ہے۔ چنانچہ انصار کے سردار سعد بن معاذ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وآلک وسلم! کیا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا: ہم تو آپ پر ایمان لائے ہیں۔ آپ کی تصدیق کی ہے اور یہی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں سب حق ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے رسول آپ کا جو ارادہ ہے اس کیلئے پیش قدمی فرمائیے۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ساتھ لے کر سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی آپ کے ساتھ کود پڑیں گے۔ انصار کے ایک اور معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جاؤ اور لڑو اور ہم یہیں بیٹھیں ہیں۔ جسے قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا
فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

(سورۃ المائدہ: ۲۴)

کہنے لگے اے موسیٰؑ! ہم تو ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ اس میں قیامت تک جب تک وہ وہاں ہیں پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو (ان سے) ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے۔

Marfat.com

بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ انصار کے ان دونوں سرداروں کی یہ گفتگو جب رسول اللہ ﷺ نے سُنی تو چہرہ انور خوشی سے تمتما اُٹھا اور فرمایا:

اللہ کی برکت کے ساتھ چلو اور بشارت حاصل کرو۔ اللہ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح کا وعدہ کیا ہے، یا تو قافلہ تجارت کا یا میدانِ جنگ میں دشمنوں پر غلبہ۔

اسلامی لشکر کی تعداد اور کمان

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانگی کے لئے تیار ہوئے۔ آپ کے ہمراہ کم و بیش تین سو تیرہ (۳۱۳) کی تعداد میں جانثاروں کا دستہ تھا جن میں اکثریت انصار کی تھی۔ اس غزوہ میں اہل ایمان باقاعدہ کوئی خاص تیاری نہ کرسکے۔ اُن کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر (۷۰) اونٹ تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سواری کی کمی کی وجہ سے باری باری ایک ہی اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ مزید برآں اسلامی لشکر کے پاس اشیائے خورد و نوش کی بھی کوئی بڑی مقدار نہ تھی۔

مجاہدین اسلام کی مدینہ منورہ سے روانگی

۱۲ ر رمضان المبارک ۲ ر ہجری کو مدینہ منورہ سے لشکر اسلام روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں نمازوں کی امامت اور دیگر انتظامات کے لئے حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا لیکن جب آپ ﷺ مقام روحا پر پہنچے تو منافقین اور یہودیوں کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا منتظم بنا کر واپس بھیج دیا۔ مدینہ منورہ سے باہر جا کر آپ ﷺ نے لشکر کی صف بندی فرما کر جائزہ لیا۔ جو لوگ کم عمر تھے اُن کو واپس مدینہ منورہ جانے کا حکم فرمایا۔ انہی میں ایک نوعمر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی

Marfat.com

وقاص بھی تھے۔ جب اُس کو واپس جانے کے لئے کہا تو وہ مچل گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

لشکر اسلام مقام بدر میں

آپ ﷺ منزل مقصود کی جانب روانہ ہوئے یہاں تک کہ میدانِ بدر کے چشمہ کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! کیا اس منزل پر ہمارا پڑاؤ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جس میں کوئی ردو بدل ہمارے لئے جائز نہیں یا اس کا تعلق جنگی حکمت عملی اور تدبیر وانتظام سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ تدبیر وحکمت کی بات ہے اور اس میں دشمن کو دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ تب انہوں نے عرض کیا کہ یہاں پڑاؤ اس نقطہ نظر سے مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے مقام کی نشاندہی کی جو جنگ کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ چنانچہ سرور کائنات ﷺ اپنے تمام جانثاروں کے ساتھ اس مقام کی طرف چلے اور اس جگہ قیام کیا جو پانی سے قریب تر تھا۔ پھر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ مسلم دستوں کے عقب میں آپ (ﷺ) کے لئے ٹیلہ پر ایک جھونپڑی (عریش) بنا دی جائے تا کہ اگر ہمیں جنگ میں فتح نصیب ہو تو زہے نصیب، ورنہ مدینہ منورہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ہم سے کم آپ سے محبت نہیں رکھتے۔ آپ ان سے جاملیں گے۔ اگر انہیں یہ یقین ہوتا کہ جنگ ضرور ہوگی تو وہ کبھی پیچھے مدینہ منورہ میں نہ رہتے، وہ بھی ہمارے ساتھ آتے۔ یہ سُن کر سرور کائنات ﷺ نے اُن لوگوں کے حق میں دعا فرمائی اور جھونپڑی بنانے کا حکم فرمایا۔

کفار مکہ کا جنگی جنون

تجارتی قافلہ لٹ جانے کے خدشہ کے پیش نظر حفاظت کے لئے پہنچنے کا

Marfat.com

قریش مکہ کے نام ابوسفیان کا پیغام جب مکہ پہنچا تو مکہ میں ہر طرف غیض وغضب کا تلاطم برپا ہوگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تیرہ سو (۱۳۰۰) افراد سامان حرب وضرب سے لیس ہو کر نکل آئے۔ اس لشکر میں سرداران مکہ میں صرف ابولہب اپنی بیوی کی وجہ سے نہ نکلا۔ اُس کے سوا تمام رؤسائے قریش پوری طرح مسلح ہو کر نکل پڑے۔

چونکہ مقام نخلہ کا واقعہ بالکل ہی تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا' اس لئے کفار قریش جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ فوج کی خوراک کا یہ عالم تھا کہ دس اونٹ روزانہ ذبح کرتے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے بڑا رئیس تھا اس پورے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

ابوسفیان کا بچ نکلنا

مذکورہ تجارتی قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی بچ کر نکل گیا۔ راستے میں مقام جُعفہ پر ابوجہل کو ابوسفیان کا یہ پیغام ملا کہ قافلہ اہل مدینہ کی زد سے بچ نکلا ہے۔ لہٰذا واپس چلے جاؤ۔ یہ پیغام سُن کر مکی لشکر واپس جانے کے لئے آمادہ ہوگیا لیکن ابوجہل نے سب کو ڈانٹ دیا اور بولا کہ ہم ضرور میدان بدر میں جائیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ شراب پئیں گے' لونڈیاں گانے گائیں گی۔ ہم اونٹ ذبح کریں گے اور سارا عرب ہمارے سفر کا حال سُنے گا اور اس طرح سارے عرب پر ہمیشہ کے لئے ہماری دھاگ بیٹھ جائے گی۔ اس کے برعکس اخنس بن شریق نے بھی یہی مشورہ دیا کہ واپس چلے جانا چاہیے۔ جب کوئی نہ مانا تو وہ اپنے قبیلے بنو زہرہ کے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔

کفار قریش بدر میں

قریش مکہ کی افرادی قوت ایک ہزار جنگجو تھے جس میں چھ سو زرہ پوش' ایک سو

Marfat.com

گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے اور دوشیزائیں بھی تھیں جو دف بجا کر مسلمانوں کی ہجو کے نغمے گاتی تھیں۔ کفار قریش چونکہ مسلمانوں سے پہلے بدر میں پہنچ گئے تھے، اس لیے مناسب جگہوں پر اُن لوگوں نے اپنا قبضہ جمالیا تھا۔

نزولِ رحمت

۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کی شب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجاہدین اسلام ساری رات گہری نیند سوتے رہے جس نے اُن پر اطمینان اور بے خوفی کی کیفیت طاری کردی۔ جبکہ اُمت کے غمگسار آقا ﷺ نے ساری رات بارگاہِ صمدیت میں سجدہ ریز ہوکر اسلام کی سربلندی کے لئے دعا کرنے میں گزار دی۔ نیز اس رات خوب بارش ہوجانے کی وجہ سے لشکر مجاہدین کے پڑاؤ کی زمین سخت ہوگئی اور اس پر قدم اچھی طرح جمنے لگے۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے بارش کا پانی روک کر جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے گڑھے بنالئے جس سے وضو اور غسل وغیرہ کے استعمال کے لئے پانی بآسانی دستیاب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت کا قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا:

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾ (سورۃ الانفال: ۱۱)

یاد کرو جب اللہ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تاکہ باعثِ تسکین ہو اس کی طرف سے اور اُتارا تم پر آسمان سے پانی تاکہ پاک کردے تمہیں اس سے اور دُور کردے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے

Marfat.com

تمہارے قدموں کو۔

دوسری جانب دشمن اسلام کا لشکر نشیبی زمین پر تھا۔ وہاں بارش کی وجہ سے دلدل بن گئی اور کیچڑ پھیل گیا اور اس میں پاؤں دھنسنے لگے۔

۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کی صبح تاجدار کائنات ﷺ نے مجاہدین اسلام کی صف بندی فرمائی اور انہیں جہاد اور شہادت کی ترغیب دلائی اور فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آج جو کوئی بھی جہاد کرے گا اور صبر اور رضائے الٰہی کی طلب میں شہید ہو جائے اور میدان جہاد سے راہ فرار اختیار نہیں کرے گا اسے اللہ ضرور جنت میں داخل کرے گا۔

نیز حکم فرمایا: جب دشمن آگے بڑھے تو اس وقت تک لڑائی شروع نہ کرنا' جب تک میرا حکم نہ ہو۔ پھر جب لڑائی شروع ہو جائے تو نشانہ لگا کر تیر چلانا اور تیر بچانے کی کوشش کرنا۔ دشمن جب تک بالکل قریب نہ آ جائیں تلوار نکال کر اُن پر وار نہ کرنا۔

سرداران قریش کے مقتل کی نشاندہی

لڑائی سے چند گھنٹے قبل آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کبار کے ساتھ میدانِ جنگ کا معائنہ فرمایا۔ اس وقت دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے اس چھڑی سے زمین پر لکیریں کھینچ کر ابو جہل' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ' اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے لاشوں کی جگہوں کی نشاندہی فرمائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ نے جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اُس کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی۔ اِن میں سے کسی ایک کی لاش بھی لکیر سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہ تھی۔

(ابو داؤد: جلد ۲ مسلم شریف: جلد ۲)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز مکمل کر کے اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ! قریش سے خود نمٹ لے اور پھر مذکورہ بالا ساتوں سرداران قریش کے الگ الگ نام لے کر دعا فرمائی: اے اللہ! ان کو ہلاک کر!

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے، میں نے اُن لوگوں کی لاشوں کو، جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا، بدر کے کنویں میں گرا ہوا دیکھا۔ (بخاری شریف: جلد اول)

عریش مقدس

یہ عریش حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کی تجویز پر تیار کی گئی تھی۔ رسول خدا ﷺ عریش کی طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت سعد بن معاذ ننگی تلوار سے آپ ﷺ کی نگرانی کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَاوَعَدْتَنِیْ' اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُكَ عَھْدَ وَوَعْدَكَ' اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِہٖ الْعَصَابَةَ الْیَوْمَ لَا تُعْبَدُ بَعْدُ فِی الْاَرْضِ۔

(بخاری ومسلم)

اے اللہ! مجھ سے تُو نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما دے، اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا سوال کر رہا ہوں، اے اللہ! اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہو گی۔

اُس وقت آپ ﷺ کی محویت اور استغراق کی یہ کیفیت تھی کہ دوشِ مبارک سے چادر گر گر پڑتی جسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مبارک شانوں پر رکھتے

Marfat.com

تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو بار بار اس طرح دعا مانگتے دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہوگئی، انہوں نے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! اب بس کیجئے، آپ اللہ کے سامنے بہت عجز و الحاح کر چکے، اللہ تعالیٰ آپ سے کیا ہوا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی زبان اقدس پر یہ آیت تھی:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (سورۃ القمر: ۴۵)

عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری سنادی گئی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (سورۃ الانفال: ۹)

یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو سُن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔

(ماخذ از رحمت دارین)

معرکہ حق و باطل

اسلامی لشکر کا سب سے بڑا جھنڈا مہاجرین کا تھا جو کائنات کے سپہ سالار اعظم سید العالمین حضور نبی رحمت ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ انصاری قبیلہ خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور اوس قبیلہ کا علم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔

مشرکین مکہ کے لشکر کے بھی تین علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ، ابو عزیز بن عمیر اور نضر

Marfat.com

بن حارث تھے یہ تینوں بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔ (رحمتِ دارین: ص ۳۸۴)

لڑائی کا آغاز

سب سے پہلے قریش مکہ کی طرف سے عامر بن الحضرمی جو اپنے بھائی عمرو بن الحضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بے قرار تھا' جنگ کے لئے آگے بڑھا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مجمع رضی اللہ عنہ میدان میں اترے جو شہادت کی بہت خواہش رکھتے تھے۔ لڑتے ہوئے شہادت کے امتیاز سے سرفراز ہوئے۔ یہ غزوہ بدر میں اسلام کے پہلے شہید ہیں۔

اس کے بعد قریش مکہ کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اکڑتے ہوئے نکلے۔ یہ تینوں قریش کے آزمودہ کار بہادر تھے۔ عتبہ نے فخر و تکبر کے اظہار میں اپنے سینہ پر شتر مرغ کے پَر کا امتیازی نشان لگا رکھا تھا۔ ان تینوں نے جانثاران حق کو مبارزت (مقابلہ) کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں انصار قبیلے سے حضرت معاذ' مُعَوّذ اور عوف پسران حارث رضی اللہ عنہم ان کے مقابلہ میں نکلے۔ عتبہ نے چلا کر کہا کہ اے محمد (ﷺ) یہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں ہیں۔ اشراف قریش کو ہمارے مقابلہ میں بھیجو۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ' حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ جاؤ اور راہِ خدا میں لڑو۔ یہ تینوں قریشی ہاشمی تھے اور حضور پُرنور ﷺ کے قریبی تھے۔ عتبہ نے انہیں دیکھ کر کہا! ہاں اب یہ ہمارے جوڑ کے ہیں۔

عتبہ بمقابلہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' ولید بمقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیبہ بمقابلہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے نبرد آزما ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل کو ایک ہی وار میں جہنم واصل کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے مقابلہ مین زخمی ہوئے'

Marfat.com

اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیبہ پر ٹوٹ پڑے اور ایک ہی وار میں شیبہ کو بھی نارِ جہنم کے سپرد کر دیا۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل جوش میں آ کر آگے بڑھا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس بد بخت کو واصل جہنم کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم' حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنی کمر پر ڈال کر رسول کریم ﷺ کے سامنے لائے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بے تابانہ عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا! نہیں تم نے درجہ شہادت حاصل کر لیا۔

شہادت کی نوید سُن کر زخمی حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ کھل اُٹھا اور بے اختیار بولے کہ اگر آج میرے اور آپ کے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ تسلیم کرتے کہ ان کے شعر کا میں مستحق ہوں:

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم رسول اللہ کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ اُن کے گرد لڑ کر مرجائیں گے ہم محمد ﷺ کیلئے اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔

فرشتوں کا نزول

اس کے بعد عام مبارزت شروع ہوگئی۔ قریش مکہ آگے بڑھے۔ مسلمانوں نے انہیں تیروں پر لیا' اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ کو اونگھ آئی۔ آپ نے سر اُٹھایا اور فرمایا! اے ابو بکر خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی ہے۔ یہ جبریل امین علیہ السلام ہیں' اپنے گھوڑے کی لگام تھامے آگے چل رہے ہیں اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ آگے بڑھے اور فرماتے جارہے تھے۔

Marfat.com

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ (سورۃ القمر:۴۵)

عنقریب پسپا ہوگی یہ جماعت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے

پھر آپ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں لیں اور شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (چہرے بگڑ جائیں) کہتے ہوئے مشرکین مکہ کے چہروں پر پھینک دیں۔ مشرکین میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھوں، ناک اور منہ پہ مٹی نہ گری ہو۔ اسی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ (سورۃ الانفال:۱۷)

اور (اے محبوب!) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشتِ خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

فتح مبین

اس کے بعد رسول پاک ﷺ نے جوابی حملے کا حکم دیا اور بذات خود آگے بڑھ کر لشکر کی قیادت سنبھال لی اور جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا! شُدُّوا (چڑھ دوڑو) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ تم سے جو بھی ڈٹ کر، ثواب سمجھ کر آگے بڑھے گا اور پیچھے نہ ہٹے گا اور لڑتا ہوا مارا جائے گا' اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔

مشرکین کو اپنی تعداد اور اپنے ساز و سامان پر بڑا گھمنڈ اور بھروسہ تھا۔ ان کی رعونت اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ اپنے سے کہیں کم بے سرو سامان اسلامی لشکر کی ان کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔

دوسری طرف اہل ایمان آپ ﷺ کو اپنے اندر دیکھ کر مسرور ہوئے اور انتہائی جذبے سے لڑتے ہوئے مشرکین کی گردنیں کاٹنے لگے۔

Marfat.com

ابوجہل کا قتل

دونو عمر انصاری بچوں معوذ اور معاذ نے سن رکھا تھا کہ ابوجہل اُن کے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے' اُسی وقت سے اِن کے دلوں میں ابوجہل سے سخت نفرت پیدا ہوگئی تھی اور انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جب بھی موقع ملا وہ اس دشمن خدا کو قتل کر دیں گے۔ انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ غزوہ بدر میں آیا ہوا ہے تو انہوں نے دورانِ جنگ آگے بڑھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کی بابت دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن نے ابوجہل کی طرف انگلی کا اشارہ کیا۔ دونوں بچے اشارہ پاتے ہی بجلی کی مانند اُس کی سمت بڑھے اور آناً فاناً ابوجہل پر حملہ آور ہوئے۔ ایک نے ٹانگ پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں کاٹ دی جب کے دوسرے نے پے در پے کئی وار کر کے اسے شدید زخمی کر دیا اور یہ سمجھ کر کہ اس کا کام تمام ہوگیا ہے دونوں بھائی جوش و خروش سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم نے ابوجہل کو واصل جہنم کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں بھائیوں کی خون آلود تلواریں دیکھ کر فرمایا کیا واقعی تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے؟

کفار مکہ کی پسپائی کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ جا کر ابوجہل کو مقتولوں میں تلاش کریں۔ انہوں نے میدان جنگ میں دیکھا کہ ابوجہل دم توڑ رہا ہے اور اُس نے پوچھا فتح کس کو ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گرج کر بولے اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی۔ یہ سُنتے ہی ابوجہل کی روح اسفل السافلین کی طرف پرواز کرگئی۔

حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں شہید ہو گئے جب کہ معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شہید ہوئے۔

جب کفار قریش نے اپنے سرداروں عتبہ، ابوجہل، اُمیہ بن خلف، عبیدہ بن سعد بن عاص، ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ وغیرہ کی لاشوں کو خاک میں پڑا پایا تو اُن کے پاؤں متزلزل ہو گئے۔ بعض نے اسیری کو آزادی پر ترجیح دی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اس معرکہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ ان سب شہدا اسلام کو میدان بدر میں دفن کر دیا گیا۔

جب کہ مشرکین مکہ کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی قید ہوئے۔ مشرکین کی تمام لاشوں کو گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا گیا۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی سرفروشی

عین اس وقت جب مجاہدین اسلام اور لشکر کفار مکہ کے درمیان گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی قریش کے ایک قوی ہیکل جنگجو نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر فدائین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو للکارا، کوئی ہے جو میرے مقابلہ میں آئے۔ اس کی فرعونی للکار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اٹھو اور اس کے مقابلے میں جاؤ۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور تیر کی تیزی سے اُس کی طرف لپکے اور گتھم گتھا ہو گئے۔ دونوں بڑے شہ زور تھے اور ایک دوسرے کو ٹیلے سے نیچے گرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ان میں سے جو پہلے گرے گا وہ مارا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی۔ چند لمحوں کے بعد دونوں لڑھکتے ہوئے ٹیلے سے اس طرح نیچے گرے کہ مشرک جنگجو نیچے تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے اوپر اور پلک جھپکنے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔

بعد ازاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سامنا عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ وہ

Marfat.com

سر تاپالوہے میں چھپا ہوا تھا اور صرف ایک آنکھ نظر آتی تھی۔ اس نے جب للکارا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر ایسی برچھی ماری کہ وہ آناً فاناً ہلاک ہو گیا۔

عام لڑائی میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سربکف ہو کر اس طرح تلوار چلائی کہ اس میں دندانے پڑ گئے۔ آپ کی برچھی اور تلوار یادگار بن گئی۔ (ماخوذ از رحمتِ دارین)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہادری

غزوہ بدر میں سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ایسی بہادری سے دشمنان اسلام پر لپکے کہ شجاعت بھی آفریں پکار اُٹھی۔ لڑائی کے آغاز میں پہلے اپنے مدمقابل ولید بن عتبہ کو آن واحد میں تلوار کے ایک ہی وار سے واصل جہنم کیا۔ پھر شیبہ بن ربیعہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اس کے بعد جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس جوش سے کفار پر حملہ آور ہوئے کہ جس طرف رُخ فرماتے دشمن کی صفوں کو تہ و بالا کرتے چلے جاتے۔ آپ کی بہادری کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس شیر نے اکیلے ہی دشمنان خدا و رسول کے بیس سے زیادہ جنگجوؤں کو واصل جہنم فرمایا اور ایک مشرک عمر بن ابی سفیان کو گرفتار کر لیا۔ (ماخوذ از رحمتِ دارین)

حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار

لڑائی کے دوران حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں خشک لکڑی کی ایک ٹہنی عطا فرمائی اور فرمایا! عکاشہ اسی سے لڑائی کرو۔ عکاشہ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر ہلایا تو وہ ایک لمبی، مضبوط اور سفید تلوار میں تبدیل ہو گئی۔ پھر انہوں نے اسی سے لڑائی کی یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اس تلوار کا نام عون یعنی مدد رکھا تھا۔ یہ تلوار مستقلاً حضرت عکاشہ کے پاس رہی اور وہ اسی کو جنگوں میں استعمال

Marfat.com

کرتے رہے یہاں تک کہ دورِ صدیقی میں مرتدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشرکین مکہ کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو نبی اکرم ﷺ نے اس گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہو کر مقتولین کا نام لے کر اس طرح پکارا کہ عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے فلاں، اے فلاں! کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک سچ پایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ کفار کی لاشوں سے خطاب فرما رہے ہیں تو اُن کو بڑا تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وآلک وسلم کیا آپ ان بے روح جسموں سے کلام فرما رہے ہیں؟ کیا یہ سُن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! قسم ہے اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو اُن سے زیادہ نہیں سُن سکتے۔ لیکن یہ مُردے جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ روانہ کیا اور اس غرض سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی بالائی آبادی کی طرف روانہ کیا۔ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پہنچے تو جنت البقیع میں حضرت رقیہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ کو دفن کیا جا رہا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ سے بدر کی طرف روانہ ہوتے وقت وہ شدید بیمار تھیں۔ اسی لیے حضور ﷺ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اس لئے وہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے۔ مگر آپ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے اُن کو مجاہدین بدر کے

Marfat.com

برابر حصہ دیا اور اُن کے برابر اجر و ثواب کی بشارت دی ۔ اسی لئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب بدر کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے ۔

جنگ بدر اور نسبی رشتے

میدانِ بدر میں جب تین سو تیرہ نفوس قدسی اسلام اور حبیب رب العالمین ﷺ کے ایک ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے تو چرخ نیلی فام نے ایک دلدوز نظارہ دیکھا۔ اس موقع پر اہل ایمان نے اپنے مشرک نسبی بھائیوں اور قرابت داروں کے مقابل صف آرا ہو کر انہیں تہہ تیغ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد الرحمن کا مقابلہ کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے خلاف تلوار اُٹھائی ۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کا خسر عقبہ بن ابی معیط تھا۔ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس گرفتار ہوئے ۔ یوں قرابت کے تعلقات اسلام اور کفر کی بنیاد پر ٹوٹ گئے ۔

مدینہ منورہ واپسی

فتح کے بعد تین دن تک حضور ﷺ نے بدر میں قیام فرمایا۔ پھر تمام اموال غنیمت اور قیدیوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے ۔ راستے ہی میں مال غنیمت کے احکام نازل ہوئے ۔

چنانچہ آپ ﷺ نے وادی صفراء کے مقام پر قیام فرمایا۔ وہیں آپ نے خمس نکال کر بقیہ مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ مقام روحاء پر مدینہ منورہ کے مسلمان آپ ﷺ کے استقبال کے لئے موجود تھے ۔ سب کے دل خوشی سے معمور تھے۔ سبھی رب کے حضور عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے ۔ دشمنان اسلام پر اسلام کا رعب قائم ہو چکا

Marfat.com

تھا۔ اسی موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور ان کے ساتھیوں نے اسلام کی شوکت سے مرعوب ہو کر بظاہر اسلام قبول کرلیا لیکن یہ اسلام ان کے دلوں میں جا گزین نہ تھا۔

اسیرانِ جنگ سے حسن سلوک

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسن سلوک کرنا صرف اسلام کی امتیازی شان ہے۔ جنگ بدر کے تمام قیدی صحابہ کرام میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے اور حکم دیا کہ ان قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے ان مہمانوں سے بہت اچھا سلوک کیا اور انہیں اچھا کھانا کھلایا۔

ابوعزیز کا بیان ہے کہ جس انصاری کے گھر میں مَیں تھا وہ صبح شام میرے لئے روٹی لاتے اور خود کھجوروں پر اکتفا کرتے تھے۔ اس حسن سلوک سے شرمندہ ہو کر میں روٹی واپس کرنے کی سعی کرتا مگر اہل خانہ نہ مانتے تھے۔

قیدیوں کا معاملہ

جب رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ عین ممکن ہے کہ یہ ایمان لے آئیں اور ان کی نسلیں مسلمان بنیں۔ جب کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ انہیں اپنے مسلمان ورثاء کے سپرد کیا جائے جو انہیں قتل کر دیں۔ سراپائے رحمت حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور یہ حکم فرمایا کہ ان سے عفوو درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ رہائی کے عوض اُن کا فدیہ قبول کرلیا جائے اور فدیہ کی رقم قیدی کی استطاعت کے مطابق مقرر کی جائے جو ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تھی۔ جو قیدی لکھنا جانتے

Marfat.com

تھے مگر وہ فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے اُن میں سے ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ دس بچوں کو لکھنا سکھا دے۔ جلیل القدر (کاتب وحی) صحابی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے اس طرح لکھنا سیکھا تھا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیدیوں سے فدیہ لینے کی تجویز پر عمل کرنے سے اسلام کو خیر عظیم میسر آئی۔ اِن قیدیوں میں سے بہت سے قیدی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اُن کی نسلوں میں بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے گلشن اسلام کو سدا بہار کر دیا۔ نیز فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کو بڑی مالی تقویت پہنچی اور سب سے بڑی بات یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تجویز پہ پہلے نبی رحمت ﷺ نے مہر تصدیق ثبت کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے مطابق عمل برقرار رکھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ حقیقت بین کی عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپ نے پہلے ہی وہ بات کہی جس پر آخرکار اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔

(ضیاء النبی، جلد: سوم)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار

قیدیوں میں حضور ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی تھے، جنہوں نے ۶ ہجری میں اسلام قبول کیا۔ ان کے جلد اسلام قبول کرنے میں چند مجبوریاں حائل رہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اکرم ﷺ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھیں، انہوں نے ابوالعاص کے فدیہ میں یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے دیور عمر بن ربیع کے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اُن کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت دیا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے جب یہ ہار دیکھا تو آپ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا' اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب ؓ کو واپس بھیج دو' یہ اُس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابو العاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب کو فوراً مدینہ منورہ بھیج دیں۔ تمام صحابہ نے ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آگے بخوشی سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابو العاص بھی یہ شرط قبول کر کے رہا ہو گئے۔

(رحمتِ دارین)

حضرت عباس کا فدیہ

حضرت عباس کو کہا گیا کہ آپ بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں تو چار سو درہم فدیہ ادا کیجئے اور آزاد ہو جائیے۔ حضرت عباس نے جواب دیا کہ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اس قدر فدیہ ادا کر سکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا چچا جان وہ مال کدھر گیا جو آپ نے میری چچی اُمِ الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بچوں فضل' عبداللہ اور قثم میں تقسیم کر دینا۔ یہ سُن کر حضرت عباس نے کہا: قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ کیونکہ اس مال کا علم میرے اور میرے بیوی کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت عباس' حضرت عقیل اور حضرت نوفل (رضی اللہ عنہم) تینوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ (مدارج النبوۃ و زرقانی)

مکہ میں کہرام مچ گیا

میدانِ جنگ سے سب سے پہلے جو شخص مکہ پہنچا وہ الحسیمان بن ریاس الخزاعی تھا (جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گیا)۔ لوگوں نے جب اسے دیکھا تو بڑی بیتابی سے پوچھا ''مَا وَرَآءَکَ'' یعنی تم اپنے پیچھے کیا چھوڑ آئے۔ لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس

Marfat.com

نے کہا! عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) اُمیہ بن خلف، زمعہ بن اسود اور مُنَبّہ کے پسران حجاج، ابوالبختری اور اُن کے علاوہ کئی دوسرے رؤساء قریش جنگ میں مارے گئے۔ صفوان بن اُمیہ اُس وقت حجرے میں بیٹھا ہوا تھا، اُس نے یہ خبر سنی تو کہنے لگا یہ پاگل ہوگیا ہے، اس کے ہوش وحواس اُڑ گئے ہیں۔

اہل مکہ کو جونہی اپنے عزیز واقارب کے قتل ہونے کی اطلاعات ملیں، گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ ہر طرف گریہ وزاری، آہ وفغاں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دلدوز اور جگر سوز چیخوں نے مکہ کی ساری فضا کو سوگوار بنا دیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈوا دیئے۔ وہ اپنے اپنے مقتول عزیز کی سواری کے جانور کو لے کر آتیں اور اس کے ارد گرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہو جاتیں اور سینہ کوبی کرتیں، گلیوں میں گھومتیں اور نوحہ وفریاد کرتیں اور گریبان پھاڑ ڈالتیں۔ یہ شرمناک اور ذلت آموز سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا۔ (ماخوذ از ضیاء النبی جلد سوم)

ابولہب کا عبرتناک انجام

حبیب خدا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دُشمن ابولہب جنگ بدر میں قریش مکہ کے ساتھ شامل نہ ہوسکا۔ مکہ میں جب لشکر قریش کی ہزیمت اور مشرکین کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل کی خبر پہنچی تو ابولہب کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اسے ایک خطرناک پھنسی نکل آئی جسے عرب بہت منحوس خیال کرتے تھے اور اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ جب ابولہب کے بیٹوں کو علم ہوا کہ ان کے باپ کو خطرناک اور منحوس پھنسی نکل آئی ہے تو انہوں نے اس کے پاس آنا جانا ترک کر دیا۔ چنانچہ وہ تنہا اس اذیت اور درد سے کئی روز تک تڑپتا رہا اور ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد بے کسی اور کسمپرسی کی موت مر گیا۔

Marfat.com

تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ مکہ کے اس رئیس اعظم کو دفن کرنے کی بھی کسی نے زحمت گوارا نہ کی، جب اس کی لاش پھٹ گئی تو اس کی بدبو سے سارے اہل مکہ کے دماغ پھٹنے لگے تو ایک شخص نے اُس کے بیٹوں کے پاس آ کر انہیں ملامت کی کہ بدبختو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے باپ کی لاش سے بدبُو آ رہی ہے اور تم اُسے دفن بھی نہیں کرتے۔ انہوں نے جواب دیا: ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ بیماری ہمیں بھی نہ لگ جائے۔ چنانچہ بدنامی کے خوف سے اس بدبخت کے بیٹوں نے لکڑیوں سے اس کے گلے سڑے لاشے کو دھکیل کر ایک گڑھے میں پھینک دیا اور اس گڑھے کو دور کھڑے ہو کر پتھر پھینک کر بھر دیا۔

یہ اُس بدبخت ناہنجار کا انجام تھا جس نے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اس کے یہی کرتوت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک سورۃ تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ میں اس کا نام لے کر اس کی مذمت فرمائی اور اذیت ناک موت کی خبر دی۔ فرمان الٰہی اس طرح پورا ہوا کہ ساری دنیا نے اس کا مشاہدہ کر لیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ گستاخان بارگاہ رسالت کا انجام کتنا عبرتناک اور اذیت ناک ہوتا ہے۔ اُن بدبختوں کو گور و کفن بھی نصیب نہیں ہوتا۔

سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کا عقد

سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ سید الانبیاء ﷺ ان سے بہت پیار اور شفقت فرماتے۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچیں تو خاندانِ قریش میں چند صاحب ثروت حضرات جو اپنی اسلامی خدمات کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہادی عالم ﷺ کی خدمت میں رشتہ کے لئے ملتجی ہوئے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سبھی کو یہ فرمایا کہ

Marfat.com

جیسا اللہ چاہے گا۔

ایک دن حضرت ابوبکر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو ترغیب دی کہ وہ حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے حضور ﷺ کو پیغام بھیجیں۔ ان کی دلی آرزو بھی تھی کہ وہ اس سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوں لیکن اپنی تہی دامنی اور کم مائیگی کی وجہ سے عرض مدعا کی جرأت نہ ہوتی۔ بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور شفقت کا خیال کر کے ایک روز شرماتے ہوئے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور سراپا ادب بن کر بیٹھ گئے۔ مگر عرض مدعا بیان کرنے کے لئے ہمت ساتھ نہ دے رہی تھی اور خاموش بیٹھے رہے۔

نبی محترم ﷺ نے از خود فرمایا: اے علی! کیسے آئے ہو' کیا کوئی کام ہے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کی شرم وحیا کچھ عرض کرنے میں حائل رہی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ہی ارشاد فرمایا: لَعَلَّكَ اَلَكَ حَجَة ''کیا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے رشتہ کے لئے آئے ہو''

عرض کی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس ایک زرہ ہے جو غزوہ بدر میں ملی تھی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چار سو اسی (۴۸۰) درہم میں خرید لی۔ قیمت ادا کرنے کے بعد انہوں نے از راہ محبت یہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بطور ہدیہ دیدی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے چار سو درہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر دیئے جس سے ذاتی اور خانگی ضروریات کے لئے کچھ اشیاء خریدنے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ جاؤ اور میری بیٹی کے لئے ضروری اشیاء خرید کر لے آؤ۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کو ساتھ بھیجا تا کہ وہ سامان اکٹھا کر کے لے آئیں۔ جو کچھ بچا اس سے ولیمہ کا انتظام فرمایا۔ جب

Marfat.com

صحابہ کرام جمع ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھوا دیا۔

سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کا جہیز

شہنشاہِ کونین نے سیدہ عالم کو جو جہیز دیا' وہ بان کی ایک چار پائی' چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کے پتے تھے' ایک چھاگل' ایک مشک' دو چکیاں اور دو مٹی کے گڑھے تھے۔ (سیرت النبی از شبلی نعمانی)

رات کو نبی کریم رؤف رحیم ﷺ سیدہ خاتون جنت اور حضرت علی سلام اللہ علیہما کے پاس تشریف لے گئے۔ وضو فرمایا پھر پانی کو دم کیا اور دونوں پر چھڑک دیا پھر دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْھِمَا وَبَارِكْ عَلَیْھِمَا وَبَارِكْ لَھُمَا فِیْ نَسْلِھِمَا۔

"اے اللہ! اِن دونوں میں برکت ڈال۔ اِن دونوں پر برکت نازل فرما اور ان کے لئے ان کی نسل میں بھی برکتیں عطا فرما۔"

(ضیاء النبی جلد سوم)

❀❀❀❀

Marfat.com

غزوہ احد (شوال ۳ ہجری)

جنگ کے اسباب

کفار مکہ کو معرکہ بدر میں جو ناقابل تلافی نقصانات پہنچے تھے، ان میں سے اقتصادی نقصان سب پر بھاری تھا۔ جنگ بدر سے ان کی معیشت پر سخت کاری ضرب لگائی تھی۔ ڈھائی لاکھ درہم سے زائد قیدیوں کے فدیہ میں دینے پڑے۔ پھر تجارتی قافلہ کے لمبے راستے گھوم کر آنے کی وجہ سے مصارف بڑھ گئے اور نفع کی مقدار پہلے سے کم ہوگئی۔ آئندہ کے لئے نظام تجارت مستقلاً خطرے میں پڑ گیا۔ ان حالات میں بدر کے انتقام کا لاوہ اندر ہی اندر کھولنے لگا۔

اہل مکہ جنگ بدر میں اپنی شرمناک اور ذلت آمیز شکست کے صدمہ سے ایسے دوچار ہوئے کہ اپنی خفت مٹانے کے لئے انہوں نے اپنے مقتولین پر بھی آہ فغاں کرنے سے جبراً روک دیا تھا۔ چنانچہ قریش مکہ نے اپنی عزت بحال کرنے کے لئے فیصلہ کیا کہ جنگ بدر کی ہزیمت کا بھرپور انداز میں بدلہ لیا جائے۔

نئے معرکہ کے لئے بہت جلد تیاریوں کا آغاز ہوگیا۔ اس معاملے میں سرداران قریش میں سے عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن اُمیہ، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ربیعہ پیش پیش تھے۔

جنگی سامان حرب وضرب کے لئے ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جو جنگ بدر کا باعث بنا اور جسے ابوسفیان بچا کر لے جانے میں کامیاب ہوگیا تھا، جس کی مقدار ایک

Marfat.com

ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار تھی' اتفاق رائے سے جنگ کی تیاری کے لئے بیچ ڈالا گیا۔ دوسری طرف شعراء عرب نے جذبات حمیت کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعے قبائل کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ ابوسفیان جو غزوہ سویق میں سامان رسد کی ایک بہت بڑی مقدار سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا' اس نے واپس آ کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو مشتعل کرنا شروع کر دیا۔

قریش مکہ کا لشکر اور سامان جنگ

اس لشکر میں قریش مکہ کے تین ہزار جنگجو تھے جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو شہ سوار تھے۔ اس کے ساتھ سترہ عورتیں بھی تھیں جو اس غرض سے ساتھ آئیں کہ مرد اُن کی وجہ سے راہِ فرار نہ اختیار کر سکیں۔ ان میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھی تھی جس کا باپ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ سواری و بار برداری کے لئے تین ہزار اونٹ اور دو سو گھوڑے تھے۔ حفاظتی ہتھیاروں میں سات سو زرہیں تھیں۔ ابوسفیان پورے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ رسالے کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی اور عکرمہ بن ابوجہل کو ان کا معاون بنایا گیا جبکہ جھنڈا حسب دستور قبیلہ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اس بھرپور تیاری کے بعد کفار مکہ کے لشکر کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ اور انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔

مدینہ منورہ میں اطلاع

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دل سے حضور ﷺ کے وفادار تھے اور خاص مقصد کے تحت مکہ میں تھے تاکہ دشمن کے کیمپ کے اندرونی حالات پر کڑی نظر رکھیں۔ قریش مکہ کی ساری نقل و حرکت اور جنگی تیاریوں کو بنظر عمیق دیکھتے رہے۔ جونہی یہ لشکر حرکت میں آیا' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی ساری تفصیلات لکھ کر اپنے تیز رو قاصد کو دوڑا کر ان

Marfat.com

تیاریوں کی اطلاع مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا دی۔

قریش مکہ کی جنگی تیاریوں اور لشکر کی مکہ سے روانگی کی اطلاع ملنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو طلب فرمایا اور انہیں ساری صورتِ حال سے آگاہ فرمانے کے بعد اُن کی رائے طلب فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بزرگ صحابہ کرام کی اکثریت کی بھی یہی رائے تھی کہ مدینہ منورہ ہی میں رہیں اور اُن لوگوں سے کوئی تعرض نہ کریں، اگر وہ خود حملہ کریں تو اُن سے جنگ کریں۔ لیکن بعض نوجوانوں خصوصاً اُن مسلمانوں نے جو بدر کی جنگ میں شمولیت نہ کر سکے تھے، اُن کا اصرار تھا کہ باہر نکل کر جنگ کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے جب اُن کے جذبات دیکھے تو گھر تشریف لے گئے۔ دریں اثناء بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نوجوانوں کی سرزنش کی اور انہیں سمجھایا کہ رسول خدا ﷺ کی رائے کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب نبی کریم ﷺ زرہ پوش باہر تشریف لائے تو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا کہنے والوں کو ندامت ہوئی اور اُنہوں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم نے آپ کو آپ کی مرضی کے خلاف تجویز دی تھی، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اب اگر آپ چاہیں تو یہیں رہ کر مقابلہ کریں گے۔ مگر رسول خدا ﷺ نے فرمایا: نبی کی شان یہ نہیں ہوتی کہ مسلح ہونے کے بعد جنگ سے پہلے ہتھیار رکھ دے تا آنکہ اللہ اس کے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔ اَب باہر نکل کر ہی مقابلہ ہوگا۔

اس کے بعد تاجدار کائنات ﷺ ایک ہزار کے لشکر کے ہمراہ معرکہ کے لئے روانہ ہوئے ابھی نصف مسافت ہی طے ہوئی تھی کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین یہ عذر پیش کرتے ہوئے کہ اس کی رائے کو اہمیت نہیں دی گئی اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ

Marfat.com

لے کر مدینہ منورہ کی طرف واپس چلا گیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔

بچوں کا جوشِ جہاد

آگے جانے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سپاہ کا جائزہ لیا۔ متعدد لڑکے بھی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر ساتھ چلے تھے، انہیں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس جانے کا حکم دیا۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ کسی طرح اُسے شریک جہاد ہونے کا موقع ملے۔ رافع بن خدیج نے ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر اپنے آپ کو لڑائی کا اہل ثابت کیا اور سمرہ نے کشتی میں رافع کو پچھاڑ کر اپنی قوت تسلیم کرائی۔

مسلم خواتین پر اگرچہ جہاد فرض نہ تھا لیکن نازک صورت حال دیکھ کر اُن کے جذبات بھی اُمڈ رہے تھے۔ چنانچہ متعدد خواتین مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، اُم سلیط (ابوسعید خُدری کی والدہ)، اُم سلیم (حضرت انیس کی والدہ)، اُم عمارہ اور بعض دوسری خواتین فوج کے ساتھ روانہ ہوئیں اور اُنہوں نے شاندار خدمات انجام دیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کو مغرب کی جانب چھوڑا اور انتہائی مشرق میں اُحد پہاڑ کے سرے پر جہاں اُحد کی بلندیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر تھیں، وہاں پہنچ کر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا:

۱۔ مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت مصعب بن عُمیر حیدری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۲۔ قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت اُسید بن حفیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

۳۔ قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حباب بن مُنذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ اُحد کو پشت پر لے کر محاذ کا نہایت بہترین نقشہ ترتیب دیا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلامی علم تفویض کیا۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غیر زرہ پوش سپاہیوں کے کمانڈر بنائے گئے۔ پشت کی

Marfat.com

طرف جبل عینین کے درے پر پچاس تیر اندازوں کا دستہ تعینات کیا گیا اور حکم دیا کہ اگر پرندے لشکر کی بوٹیاں نوچیں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا۔ آپ ﷺ نے تاکیداً فرمایا۔ آپ تیر اندازی کے ذریعہ گھوڑ سواروں کی پیش قدمی روکیں اور اس کا خیال رکھیں کہ وہ ہماری پشت پر نہ آ جائیں، خواہ جنگ کا پانسہ ہمارے حق میں ہو یا ہمارے خلاف۔

لڑائی کا پہلا وار

دونوں لشکر قریب آئے۔ قریش کی عورتیں دف بجا کر فخریہ اشعار اور بدر کے مقتولوں کا درد بھرا مرثیہ پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں۔ کفار کی طرف سے یکا یک میدان میں ابو عامر اوسی راہب نمودار ہوتا ہے اور انصار کو مقابلہ کے لیے پکارتا ہے۔ انسانی تاریخ میں ایسی مثالیں کم ہی ملیں گی کہ اسی ابو عامر کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے والد پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی مگر حضور ﷺ کے جذبہ رحمت کو یہ پسند نہ آیا کہ بیٹے کی تلوار سے باپ کا خاتمہ ہو۔ اس کے بعد قریش کے علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ نے مسلمانوں کو للکارا اور مقابلے کی دعوت دی۔ یہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار کا وار کر کے اس کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ حضور اقدس نے خوش ہو کر تکبیر کا نعرہ بلند کیا پھر اس کا بھائی عثمان اس شان سے فخریہ اشعار پڑھتے سامنے آیا کہ اس کے پیچھے عورتوں کا ایک غول رجز گا رہا تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب عام جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ (انصاری) کافروں کی فوجوں میں گھس گئے اور صفیں کی صفیں اُلٹ دیں۔ مسلمانوں کے حملے کی تاب نہ لا کر مشرکین اُلٹے پاؤں پھر گئے اور بھاگنا

Marfat.com

شروع کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں میں تلوار لئے لاشوں پر لاشیں گراتے جاتے تھے کہ ایک کافر وحشی (جو ہندہ زوجہ ابوسفیان کا غلام تھا) نے دور سے تاک کر ایک چھوٹا سا نیزہ پھینکا جو ان کی ناف میں لگا اور گر گئے اور اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بہر حال مشرکین مرد اور عورتیں بھاگ رہے تھے جب کہ مسلمان اُن کا تعاقب کر رہے تھے۔

لڑائی کا دوسرا دور

اس موقع پر تیر اندوزوں نے دیکھا کہ میدانِ جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ فتح مل چکی ہے چنانچہ انہوں نے یہ دیکھ کر اپنی پوزیشن چھوڑ دی اور لشکر سے آ ملے۔ اُن کے سردار عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی نصیحت اور تاکید یاد دلائی۔ انہوں نے جواب دیا جنگ ختم ہو چکی ہے اور اب یہاں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا مقام چھوڑ دیا۔ پہاڑ کے درہ پر مامور پچاس تیر اندازوں میں سے چالیس تیر انداز نیچے اُتر آئے جب کہ باقی دس اپنے قائد عبداللہ بن جبیر انصاری کی قیادت میں اپنے مورچے پر ڈٹے رہے اور اپنے دوسرے چالیس ساتھیوں کو بھی اپنی جگہ ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ وہ اپنے مورچے سے نیچے اُتر چکے تھے اور مشرکین کا مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے۔ چنانچہ ہادی عالم ﷺ کے فرمان کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچنے کے لیے جا رہے ہیں تو پھر بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' کی خلاف ورزی کے نتیجے میں مسلمانوں کو پریشان کن حالات سے دو چار ہونا پڑا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم چومتی ہوئی فتح دوبارہ جنگ میں تبدیل ہو گئی۔

Marfat.com

خالد بن ولید کا حملہ

قریش مکہ کی فوج میں خالد بن ولید (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) جیسا زیرک اور بہادر جنگی لیڈر موجود تھا۔ اس نے دور ہی سے پورے محاذ کا سماں دیکھا تو دوسو (۲۰۰) سواروں کی معیت میں پہاڑ کے پیچھے سے ہو کر اسی نازک عقبی ناکے سے (جبل عنین) جو چالیس تیر اندازوں کے پوزیشن چھوڑ جانے کی وجہ سے خالی پڑا تھا' اچانک ہلہ بول دیا۔ یہ منظر دیکھ کر بھاگتی ہوئی قریش فوج کے دستے پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔ اپنی فتح سے مسرور مسلمان چونکے تو دیکھا کہ تلواروں کی برق ہائے بیتیاب سروں پر چمک رہی ہیں۔

عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ مزاحمت کے لئے موجود تھے لیکن یہ مزاحمت دم توڑ گئی اور یہ سب شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پہاڑ کے پیچھے سے خالد بن ولید کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھا تو نہایت بلند آواز سے پکارا کہ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ مگر اس افراتفری میں کچھ سنائی نہ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے اُن کی شکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدرے مشابہ تھی' جب وہ جنگ میں شہید ہو کر گر پڑے تو لشکر قریش نے اُس وقت یہ پراپیگنڈہ کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے۔ یہ خبر سُنتے ہی بعض مسلمان بددل ہو کر مدینہ منورہ کی طرف بھاگے اور کچھ بددلی کے ساتھ لڑتے رہے اور جانباز جن کی تعداد بارہ تھی جو رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی حضور ﷺ کو ڈھونڈ نہ پائے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ نے جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا' اچانک حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا۔ ایک دم صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور حضور

Marfat.com

ﷺ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسا پتھر مارا کہ آپ ﷺ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ سر مبارک میں زخم آیا اور لب مبارک خون آلود ہو گئے۔ خون چہرہ انور پر بہہ رہا تھا۔

صحابہ کرام کی جانثاری

جب حضور اکرم ﷺ زخمی ہو گئے تو چاروں اطراف سے کفار نے آپ ﷺ پر حملہ کر دیا۔ لیکن آپ ﷺ اور چند صحابہ کرام استقامت اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ ان میں ابو دجانہ بھی تھے جو محبوب رب العالمین ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ تیر اُن پر گرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ تیروں سے چھلنی ہو گئی۔ ان میں سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اسی جگہ کھڑے حضور ﷺ کے دفاع میں تیر چلا رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً ایک ہزار تیر چلائے۔ اُن میں ایک خاتون نسیبہ اُمِ عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جنہوں نے پانی پلانے کا کام چھوڑ دیا اور تلوار لے کر آپ ﷺ کے دفاع میں کھڑی ہو گئیں یہاں تک کہ اُن کی گردن میں تیر لگا اور وہ شدید زخمی ہو گئیں۔ اُن کے ساتھ اُن کے شوہر اور دو بیٹے بھی تھے۔ اُن سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے گھر والوں پر اللہ برکت نازل فرمائے۔ نسیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں آپ ﷺ کی معیت جنت میں بھی حاصل ہو۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ تو انہیں جنت میں میرا رفیق بنا۔

دشمن کے ہجوم کی وجہ سے آپ ﷺ نیچے گر گئے اور کچھ چوٹیں بھی آئیں۔ لیکن مٹھی بھر رفقاء نے ایسی فدا کاری کا مظاہرہ کیا کہ جس کی تاریخ میں مشکل ہی سے کوئی

Marfat.com

مثال ملتی ہے۔

انہی خوفناک لمحات میں ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے قسم کھائی کہ محمد (ﷺ) اگر تم زندہ رہے تو میری خیر نہیں۔ آپ ﷺ نے ایک جانثار صحابی حارثہ بن صمہ رضی اللہ عنہ سے چھوٹا سا نیزہ لے کر اس کی گردن میں مارا۔ نیزہ لگتے ہی اس نے گھوڑے سے گر کر قلابازیاں کھائیں اور موت کے منہ میں پہنچ گیا۔ تمام جنگی مہموں میں تنہا یہ بدبخت شخص ہے جسے آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

اِسی اثنا میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر رسول اکرم ﷺ پر پڑی تو انہوں نے نعرہ لگایا مسلمانو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ۔ یہ خوش کن خبر سُن کر مسلمان سمٹنا شروع ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے گئے۔ جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا، اور فوج لیکر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے جانثار صحابہ نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لا سکا اور پہاڑ سے اُتر گیا۔

حضور اقدس ﷺ اپنے چند صحابہ کرام کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرہ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لا رہے تھے اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون دھو رہی تھیں مگر خون بند نہیں ہو رہا تھا۔ کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا گیا اور اس کی راکھ زخم پر لگائی تو خون بہنا بند ہو گیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ میٹھا پانی لے کر آئے، آپ نے نوش فرمایا اور دعا دی۔

Marfat.com

عتابِ خداوندی

عبداللہ بن قمیہ ملعون جس نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے چہرہ انور پر تلوار سے وار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ قہار و جبار نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کردیا جس نے اس ملعون کو سینگ مار مار کر چھلنی کر دیا اور ٹکر مار کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف گرا دیا جو لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا۔ اس طرح اس بدبخت کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئی۔ (زرقانی جلد دوم)

شہدا کا مُثلہ

کفار قریش کی عورتیں مسلمان شہدا کے مُثلہ میں مشغول ہوگئیں۔ ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے تو اس بے دردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا۔

مشرکین کا فرار

ابوسفیان نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر سید الکونین ﷺ کے متعلق یقینی معلومات حاصل کرنے کے لئے بلند آواز سے حضور ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام لے کر پکارا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ابوسفیان کو جواب نہ دو۔ ابوسفیان نے دوبارہ یہی سوال کیا اور جواب نہ ملنے پر بولا اے ہبل دیوتا تو اونچا ہو۔ یہ سُن کر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور کہا الحمدللہ یہ تینوں یہاں موجود ہیں۔ جونہی جانثاران سیدالمرسلین ﷺ از سرِ نو مجتمع ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حملہ آوروں

Marfat.com

کے دلوں پر اہل حق کی ہیبت طاری کر دی۔ مشرکین کے حملہ آور لشکر نے یکا یک میدان چھوڑ کر واپس جانے کا فیصلہ کرلیا اور وہ گھبرا کر بسرعت تمام واپس بھاگ گئے۔ اس طرح اتفاقی فتح کے پردے میں قریش مکہ میں چھپی ہوئی کمزوری کا پول کھل گیا۔ ابوسفیان نے جاتے ہوئے بلند آواز میں کہا' آئندہ سال پھر بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہہ دو منظور ہے۔ یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے رہی۔

اس معرکہ میں ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے اور چالیس (۴۰) زخمی ہوئے۔ دوسری طرف قریش مکہ کے مقتولین کی تعداد تیس (۳۰) تھی۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ جیسا بہادر جرنیل اور آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش' ذی مرتبت صحابہ کرام میں سے مصعب بن عمیر' حنظلہ بن ابی عامر' رافع بن مالک بن عجلان' عبداللہ بن عمرو خزرجی' عمرو بن جموع اور متعدد بدری صحابی اسلام کے شجر طیبہ کو اپنے خون سے سیراب کر گئے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مسلمان شہداء کرام کو مقام احد میں تدفین کے بعد زخموں سے چُور تھکا ماندہ لشکر اسلام انتہائی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ شام کو مدینہ منورہ پہنچا اور رات بھر پہرہ دیا۔

غزوہ حمراء الاسد (دشمنوں کا تعاقب)

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے جانا ہے اور صرف وہی ساتھ جا سکتا ہے جو اُحد میں شریک تھا۔ ادھر مشرکین کو مقام روحا جو مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر تھا' پہنچ کر اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ مکہ جا کر ہم لوگ اپنی فتح کا کیسے یقین دلائیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس ایک بھی مسلمان قیدی

Marfat.com

نہیں ہے۔ لہٰذا واپس پلٹنا چاہا۔ لیکن قبیلہ خزاعہ کا رئیس جو در پردہ مسلمان ہو چکا تھا' اس نے ابوسفیان کو از راہ ہمدردی سمجھایا کہ محمد ﷺ فوج لے کر آ رہے ہیں۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے تعاقب کی خبر ملی تو وہ ڈر گئے اور واپس مکہ جانے ہی میں عافیت سمجھی۔

حضور ﷺ نے اپنے جانثاروں کی معیت میں کفار کا تعاقب کیا اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام تک پہنچ گئے۔ وہاں لشکر اسلام نے تین دن قیام فرمایا لیکن کافروں نے واپس آ کر مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت نہ کی۔ تین دن بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجاہدین اسلام کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوہ اُحد فتح یا شکست

جنگی نقطہ نگاہ سے کسی جنگ میں فتح یا شکست کو متعین کرنے کے لئے کچھ اصول اور ضوابط ہوتے ہیں۔ مثلاً دشمن کی فوج تہس نہس کر دینا' کثیر تعداد میں قیدی بنا لینا' قیادت کا قتل ہو جانا یا دشمن کے علاقہ پر قبضہ کر لینا۔ اس نقطہ نظر سے غزوہ بدر کا جائزہ لیا جائے تو دشمن کی فوج کثیر تعداد میں قتل ہوئی۔ ابوجہل سمیت سبھی موجود سرداران قریش قتل ہو گئے اور ستر (۷۰) قیدی بنا لئے گئے جس مقام پر جنگ لڑی گئی وہ عملاً مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کی واضح فتح اور برتری تھی جب کہ مشرکین کو یہاں ذلت آمیز شکست سے دو چار ہونا پڑا۔

اس معیار پر اگر غزوہ اُحد کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہاں لڑائی کے پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا۔ لیکن چند افراد کی غلطی کی وجہ سے لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ مگر مسلمانوں کی فوج وقتی بدنظمی کے فوراً بعد ہی دوبارہ منظم ہو گئی۔ یہاں تک کہ دشمن کا تعاقب بھی شروع کر دیا۔ سپہ سالار لشکر

Marfat.com

بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے۔ ایک بھی مسلمان قیدی نہ بن سکا اور نہ ہی مسلمانوں کا کوئی علاقہ دشمن کے قبضہ میں آسکا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اسے محض تکلیف اور نقصان قرار دیا، شکست سے تعبیر نہیں کیا۔

۴۔ رہبری

اُحد میں مسلمانوں کو جو زخم لگے اس کے منفی اثرات ظاہر ہونے لگے۔ اردگرد کے قبائل جو اسلام کے زیر اثر آچکے تھے، اب پھر سرکش ہونے لگے۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی بابت دریافت کیا اور درخواست کی کہ کچھ مبلغین ہماری طرف بھیجیں جو ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت کی سربراہی میں دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو روانہ کیا۔ رجیع کے مقام پر اُن کے ساتھ غداری کی گئی۔ دھوکے سے دوسو تیر اندازوں نے اُن کے گھیرے میں لے لیا۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر دو کے سوا سب اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ بچ جانے والے دو صحابہ خبیب بن عدی اور زیب بن دشنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لیجا کر فروخت کر دیا۔ یہ دونوں اصحاب مکہ میں مشرکین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

اسی طرح قبیلہ کلاب کا رئیس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ چند مبلغین کو میرے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ میری قوم میں جا کر اسلام پھیلائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستر مبلغ اور قاری اس کے ساتھ بھیج دیئے لیکن اُس نے دھوکا دے کر راستے میں انہیں شہید کر دیا صرف ایک مبلغ حضرت کعب بن زید کسی طرح بچ کر مدینہ منورہ میں پہنچے اور مسلمانوں کو اپنے ساتھیوں کی مظلومی کی دردناک کہانی سنائی۔

Marfat.com

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول ۴ ہجری میں بنی نضیر کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ کسی مسلمان یا بنی نضیر کے کسی آدمی سے اگر کوئی شخص مارا جائے گا تو خون بہا کی رقم دونوں ادا کریں گے۔ اتفاق سے بنی عامر کے دو آدمی ایک جنگی غلطی سے ایک مسلمان کے ہاتھوں مارے گئے۔ معاہدے کی رو سے خون بہا کی رقم مسلمانوں اور بنی نضیر نے مل کر ادا کرنی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ بظاہر خون بہا کی رقم دینے پر راضی ہو گئے۔ لیکن اندرونِ خانہ سازش کی کہ ایک آدمی چھت پر چڑھ کر آپ ﷺ پر بھاری پتھر گرا دے۔ اُس وقت حضور ﷺ کے ساتھ آٹھ نو صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی تھے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ شامل تھے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ان کے مذموم منصوبے کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں سے اُٹھ آئے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر آپ ﷺ نے بنونضیر کو مدینہ منورہ خالی کرنے کے لئے دس دن کی مہلت دی۔ وہ جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ عبداللہ بن اُبی اُن کے ہاں پہنچ گیا اور انہیں کہا کہ ڈٹ جاؤ میں دو ہزار جنگی جوانوں کے ساتھ تمہارے قلعوں میں پہنچ جاؤں گا۔ بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب نے حضور ﷺ کو پیغام بھیجا کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔

یہ جواب ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

کو لڑائی کے لئے تیار ہونے کا حکم فرمایا۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُمِّ مکتوم کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنایا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علَم عطا فرمایا اور اپنے جانثاروں کو ساتھ لے کر بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ بنو نضیر نے قلعہ بند ہو کر ابتداء میں مزاحمت تو کی لیکن جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور عبداللہ بن اُبی اور بنو قریظہ میں سے کوئی بھی مدد کو نہ آیا تو پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد بالآخر اس شرط پر معاہدہ ہوا کہ بنی نضیر جس قدر مال و اسباب چاہیں اونٹوں پر لاد کر مدینہ منورہ سے جلاوطن ہو جائیں گے۔ اس طرح انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے گھروں کو اکھاڑا اور خیبر کی طرف منتقل ہو گئے۔

غزوہ بدر دوم ذیقعدہ ۴ ہجری

اُحد کی لڑائی کے بعد سپہ سالار قریش ابوسفیان نے اُحد سے بھاگتے وقت بآواز بلند چیلنج دیا تھا کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ بدر کے میدان میں دوبارہ ہوگا۔ ابوسفیان کی یہ آواز سن کر رسول اکرم ﷺ نے اپنے قریب کھڑے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ اس سے کہہ دو "ٹھیک ہے" یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان طے پائی۔ ذیقعدہ ۴ ہجری میں جب سرکار دو عالم ﷺ نے جانثاران اسلام کو لڑائی کے لئے بدر کی طرف چلنے کیلئے بلایا تو پندرہ سو مجاہدین آپ ﷺ کے ساتھ بدر پہنچ گئے۔ ابوسفیان بھی مکہ سے قریباً دو ہزار کی نفری لے کر چل پڑا لیکن بد دلی کا شکار تھا۔ چنانچہ خشک سالی اور خراب موسم کا بہانہ بنا کر راستے ہی سے واپس ہو گیا۔ مجاہدین اسلام نے آٹھ روز تک بدر کے میدان میں مشرکین مکہ کا انتظار کیا مگر وہ نہ آئے۔ چنانچہ مسلمان بامراد و کامران واپس آئے۔ اس طرح آس پاس کے قبائل پر اہل اسلام کی پھر دھاک بیٹھ گئی۔

❀❀❀❀

Marfat.com

غزوہ خندق شوال ۵ ہجری

غزوہ بنونضیر کے نتیجہ میں یہودی مدینہ بدر ہو کر خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں آباد ہونے کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے بھرپور انتقام لینے کے لئے سارے عرب میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ سب سے پہلے اُن کا ایک وفد خیبر سے مکہ پہنچا۔ اُن لوگوں نے مشرکین قریش کو مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن معرکے پر تیار کیا۔ پھر وہی وفد بنو غطفان کے پاس گیا' وہ بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کے علاوہ یہودیوں نے بنوسلیم' بنوسعد' بنواسد اور بنوکنانہ وغیرہ متعدد دوسرے قبائل کو بھی مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ قریش نے بھی اپنے حامیوں اور حلیفوں کو مدد کے لئے پکارا۔ چنانچہ پورے عرب سے سارے کافر و مشرک اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے مصداق مٹھی بھر توحید و رسالت کے ماننے والوں کو اپنے زعم باطل میں مٹانے کے لئے وافر افرادی قوت اور آلاتِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر مدینۃ النبی ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوسفیان کی کمان میں چار ہزار سپاہ روانہ ہوئی جس کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ یہ لشکر جب مرالظہران کے مقام پر پہنچا تو بنی سلیم بھی آ ملے۔ ادھر بنواسد' فرازہ' اشجع اور بنومرہ بھی اپنے اپنے علاقوں سے نکلے۔ بنی غطفان نے عینیہ بن حصن کی سرکردگی میں مارچ کیا۔ اس طرح لشکر کفار کی مجموعی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ جب کہ اُن کا مقابلہ صرف تین ہزار بے سروسامان مسلمانوں سے تھا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی صحابہ کرام سے مشاورت

حضور سرور کائنات ﷺ کو یہود کی اس حرکت اور سازش کا بروقت علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے پیش آمدہ خطرات کے پیش نظر صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ باہمی مشاورت سے مدینہ منورہ میں رہ کر ہی مدافعت کرنے کا فیصلہ ہوا اور شہر کی حفاظت کیلئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ قبول کیا گیا کہ ایران کے طریقے پر خندق کھودی جائے۔ اس سے پہلے اس طریق دفاع سے عرب واقف نہ تھے۔ اس لئے یہ طریق جنگ عرب حملہ آوروں کے لئے مشکلات پیدا کرسکتا تھا۔ نیز اس طریقے سے کم تعداد کے ساتھ کثیر تعداد دشمن کو روکا جاسکتا تھا اور جانی نقصان بھی کم سے کم حد تک متوقع تھا۔

مدینہ منورہ کے مشرق' مغرب اور جنوب میں لاوے کی چٹانیں ہیں اس لئے صرف شمال کی جانب سے لشکر مدینہ منورہ میں داخل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ شمال کی جانب سے آنے والے راستے میں سب سے تنگ مقام منتخب کرکے وہاں خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ فاصلہ تقریباً ایک میل بنتا تھا۔ تاجدار کائنات ﷺ نے دس، دس صحابہ کو چالیس' چالیس ہاتھ خندق کھودنے پر مامور کیا۔ خندق کی چوڑائی قریباً دس گز اور گہرائی پانچ گز رکھی گئی تاکہ انسان یا گھوڑا چھلانگ لگا کر پار نہ کرسکے اور گرنے کی صورت میں از خود باہر نہ نکل سکے۔ خندق کا ملبہ مدینہ منورہ کی طرف جمع کیا گیا تاکہ مشرکین کو خندق بھرنے کے لئے دستیاب نہ ہوسکے۔ خندق کی کھدائی میں بعض اوقات سخت مواقع بھی آئے۔ خوراک کی کمی کے باعث بھوک شدت اختیار کرگئی جس سے نقاہت' کمزوری اور تھکاوٹ ہونا فطری بات تھی۔ اور صورتحال کچھ یوں تھی کہ سید الانبیاء تاجدار کائنات' حبیب رب العالمین ﷺ خود بھی ایک مزدور کی طرح مٹی کھود کھود کر خندق سے باہر پھینک رہے تھے۔ نبی اور امتی میں کوئی امتیاز نظر نہیں آرہا

Marfat.com

تھا۔ آقا اور غلاموں کی یہ جماعت سر سے پاؤں تک گرد و غبار کے لباس میں ملبوس تھے۔ رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود تمام مراحل میں شریک رہے بلکہ جہاں مشکل پیش آتی صحابہ کرام کی نگاہیں آپ ﷺ کو تلاش کرتیں۔

حضرت ابو طلحہ زید بن سہیل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے محبوبِ خدا ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا جس پر بھوک کی وجہ سے ہر ایک نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے شکم اقدس سے کپڑا اُٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

معجزات کا ظہور

خندق کی کھدائی میں نبوت کی کئی نشانیاں ظہور پذیر ہوئیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ کے شکمِ اطہر پر دو پتھر بندھے ہوئے دیکھے تو تڑپ اُٹھے اور گھر جا کر بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور اُن کی بیوی نے ایک صاع (سوا دو کلو) جَو پیسے پھر تاجدار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی راز داری کے ساتھ عرض کیا کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ گھر تشریف لائیں۔ مگر حضور نبی رحمت ﷺ کے لئے ایسا کرنا کیونکر گوارہ تھا کہ مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد کو چھوڑ کر چند صحابہ کرام کو ساتھ لے کر کھانا کھائیں۔ لہٰذا آپ ﷺ تمام اہل خندق جن کی تعداد ایک ہزار تھی سب کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھانے کی مقدار بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا' یہ بہت ہے اور بڑا پاکیزہ ہے' جاؤ اور اپنی اہلیہ سے کہو وہ میرے آنے سے پہلے ہنڈیا چولہے سے نہ اتارے اور نہ روٹیاں پکائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ (کھانے کی کم مقدار کے پیش نظر) پریشان تھے۔ بیوی کو گھر آ کر بتایا کہ تمام مجاہدین و انصار آ رہے ہیں۔ انہوں نے

Marfat.com

پوچھا کیا کھانے کی مقدار کا حضور ﷺ کو بتا دیا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ پھر بیوی نے کہا فکر کی کوئی ضرورت نہیں اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

جب حضور اکرم ﷺ تمام ساتھیوں سمیت گھر تشریف لائے تو کریم آقا ﷺ نے گوندھے ہوئے آٹے اور ہنڈیا میں اپنا مقدس لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے فرمایا کہ کسی روٹی پکانے والی سے روٹی پکانے میں مدد لو اور ہنڈیا سے سالن بھی نکالتے جانا اور اسے ڈھانپے رکھنا۔ سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ ہنڈیا سے اب بھی سالن ابل رہا تھا اور آٹے میں بھی کمی نہ آئی حالانکہ ایک ہزار آدمی کھانا کھا چکے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سے فرمایا۔ اب تم خود بھی کھاؤ اور تحفتاً دوسروں کے ہاں بھی بھجوا دو کیونکہ سب بھوکے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن خندق کے پاس دو مٹھی کھجوریں لے کر آئیں کہ ان کے بھائی اور ماموں کھا لیں گے۔ لیکن رسول کریم ﷺ کے پاس سے گزریں تو آپ ﷺ نے اُن سے کھجوریں لے لیں اور ایک کپڑے کے اوپر بکھیر دیں۔ پھر اہل خندق کو دعوت دی۔ اہل خندق جوں جوں کھجوریں کھاتے گئے وہ بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ سارے اہل خندق کھا کھا کر چلے گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گر رہی تھیں۔ (ابن ہشام جلد دوم، الرحیق المختوم)

فتوحات کی بشارت

حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے وقت ایک سخت چٹان آ گئی جو کدال سے ٹوٹ نہیں رہی تھی۔ مجبور ہو کر ہم نے اپنی مشکل حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ اُس چٹان کے پاس تشریف لے

Marfat.com

گئے۔آپ نے کدال اُٹھائی اور بسم اللہ پڑھ کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو اس کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں۔پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی تو چٹان کا دوسرا تہائی حصہ کٹ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا۔اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔واللہ میں مدائن کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔پھر آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی پاش پاش ہوگئی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔واللہ میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔(رحمت دارین)

اُدھر خندق کی تکمیل ہوئی اِدھر (شوال ۵ ہجری) کفار قریش اور اُن کے اتحادی دس ہزار کا لشکر لئے آ پہنچے اور جبل اُحد تک پھیل کر خیمہ زن ہو گئے۔اِن کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔کفار کا لشکر جب مدینہ منورہ کی طرف بڑھا تو راستے میں ایک چوڑی اور گہری خندق کو حائل دیکھ کر حیران و پریشان ہوگیا۔ اُن کے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ فدایان اسلام اپنا دفاع اس طریقے سے کریں گے۔ کیونکہ وہ اس طریقہ دفاع سے بالکل ناواقف تھے۔اب اُن کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خندق کے اس پار شہر کا محاصرہ کر کے بیٹھ جائیں۔

مشرکین مکہ خندق کے پاس پہنچ کر غیظ و غضب سے چکر کاٹنے لگے اور خندق کی دوسری طرف جانے کا راستہ تلاش کرنے لگے۔دوسری طرف جانثارانِ مصطفےٰ ﷺ اُن کی گردش پر پوری نظر رکھے ہوئے تھے اور اُن پر تیر برسا رہے تھے تاکہ انہیں خندق کے قریب آنے کی جرأت نہ ہو۔

مدینہ کے تاجدار سرورِ کائنات ﷺ فوج کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے۔ مخالف جدھر دباؤ ڈالتا ادھر جانثارانِ سید الانبیاء سیسہ پلائی دیوار بن کر مقابلہ کیلئے پہنچ

Marfat.com

جاتے۔ایک روز ابو جہل کا بیٹا عکرمہ ٗضرار ٗ خبیرہ ٗنوفل اور عمرو بن عبدود عرب کا مشہور شہہ سوار اور جنگجو گھوڑوں پر سوار ہو کر خندق کا چکر کاٹنے لگے ایک جگہ خندق نسبتاً تنگ تھی۔عمرو بن عبدود نے گھوڑے کو ایڑی لگائی ٗ گھوڑا بجلی کی سرعت کے ساتھ کود کر خندق کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور بلند آواز سے پکارا:

ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ: ''یعنی ہے کوئی میرے ساتھ مقابلہ کرنے والا''

کافر کی یہ للکار سن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جن کی تلوار سے اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا کوئی دشمن نہ بچ سکا ٗ اٹھے حضور ﷺ نے فرمایا: ''علی یہ عمرو ہے'' حضرتِ علی شیر خدا نے عرض کی ''میں جانتا ہوں'' کسی کو اُمید نہ تھی کہ دست بدست لڑائی میں کوئی عمرو کے سامنے آئے گا۔

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تلوار کو ہوا میں لہراتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ شیرِ خدا نے کہا کہ آؤ اور میرے ساتھ مقابلہ کر۔وہ کہنے لگا میرے آپ کے والد ابو طالب کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم تھے ٗ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ آپ میری تلوار سے قتل ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری ذوالفقار تیرا سر قلم کرے۔یہ سن کر وہ غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔اس نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگائی اور حیدر کرار سے پنجہ آزمائی کیلئے آگے بڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال پر روکا لیکن یہ وار اس زور کا تھا کہ تلوار ڈھال سے گزر کر اُن کے ماتھے پر لگی اور آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔زخم کھا کر شیر کی طرح جھپٹے اور عمرو بن عبدود پر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے شانے کو کاٹتی ہوئی سینے تک اتر گئی اور وہ ڈھیر ہو گیا۔اس کے گرتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زور سے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔اب عمرو کے ساتھی آگے بڑھے لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے شیر کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ نکلے۔ان میں سے ایک نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی

Marfat.com

خندق میں گر پڑا۔ مسلمانوں نے اس پر تیر اور پتھر برسائے۔ اس واقعہ کے بعد ایک مہینہ کے قریب کفار نے محاصرہ کئے رکھا لیکن پھر کسی کو خندق پار کرنے کا حوصلہ نہ پڑا۔

دورانِ محاصرہ کے اہم واقعات

خندق کی کھدائی ختم ہوتے ہی جنگ کا آغاز ہوگیا تو منافقین نے مومنین سے یہ کہہ کر کنارہ کرلیا کہ اُن کے گھر غیر محفوظ ہیں۔ دوسری طرف بنوقریظہ کے یہودیوں نے عین وقت پر مشکوک روش اختیار کی۔ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اُن کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ جو ہمارا آپ کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے اس کی پاسداری کرو۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ محمد کون ہیں اور معاہدہ کیا ہے؟ ایک طرف دشمن سے جنگ اور دوسری طرف حلیفوں کے اس سلوک کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے قبلہ غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کرنا چاہا کہ مدینہ کی پیداوار کی ایک تہائی اُن کو دی جائے۔

چنانچہ مشاورت کے لئے اکابرین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اکٹھے ہوئے انصار کے سردار سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے مداخلت کرتے ہوئے پوچھا کہ حضور ﷺ کی رائے ہے یا اللہ کا حکم؟ دوسری صورت میں تو سرتابی کی گنجائش نہیں۔ البتہ مشورہ کی صورت میں ہماری رائے یہ ہے کہ ہم نے کفر کی حالت میں بھی کسی کو خراج نہیں دیا۔ اب آپ ﷺ کے غلام ہو کر کیوں کر ایسا کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ اُن کے بے مثال استقلال کو دیکھ کر خوش ہو گئے اور دشمنان اسلام سے کہا کہ جاؤ جو بن آئے کر دکھاؤ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

یہودیوں کی عہد شکنی کے پیش نظر مستورات اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں

Marfat.com

پہنچایا گیا۔ جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ساری فوج خندق کی طرف مصروف جنگ ہے تو انہوں نے اچانک اس قلعہ پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا تو انہوں نے کمال ہمت سے خیمہ کی چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر ماری کہ سر پھٹ گیا۔ پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے۔ چنانچہ اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔

یہودیوں کی بدعہدی کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رنج ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر مبارک منہ پر ڈال کر لیٹ گئے۔ چند لمحات کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ! حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ کہتے ہوئے اُٹھے اور مسلمانوں کو فتح و نصرت کی خوشخبری دی۔ انہی حالات میں نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! میرے ایمان سے ابھی میرا قبیلہ بے خبر ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں تو میں یہودیوں اور قریش دونوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ بنو قریظہ پہنچ گئے اور اُن سے اس قسم کی گفتگو کی جس سے اُن کی ہمدردی اور قرابت جھلکتی ہو۔ پھر ناصحانہ انداز میں گویا ہوئے کہ دیکھو قریش مکہ اور بنو غطفان کا داؤ چلا تو مدینہ منورہ پر حملہ کر دیں گے ورنہ واپس چلے جائیں گے لیکن تم نے تو یہیں رہنا ہے۔ اگر تم قریش کی مدد کرنا چاہتے ہو تو ان کے چند افراد یرغمال اپنے پاس رکھ لو تاکہ قریش تمہیں چھوڑ کر بھاگنے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ بنو قریظہ کے سرداروں کو یہ مشورہ اچھا لگا۔ پھر نعیم وہاں سے اُٹھے اور سیدھے قریش کے پاس پہنچ گئے۔ انہیں اپنی قرابت یاد دلائی اور پھر ایک اہم خبر کا انکشاف کرتے ہوئے

Marfat.com

کہا کہ بنو قریظہ اپنے کئے پر نادم ہیں محمد ﷺ سے دوبارہ تعلقات بحال کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے طے کیا ہے کہ وہ تم سے چند افراد کا مطالبہ کریں جنہیں وہ یرغمال بنالیں بعد میں انہیں محمد ﷺ کے حوالے کر کے اپنا معاملہ صاف کرلیں گے۔ قریش کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس لئے انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ بہت محاصرہ ہو گیا آج کی رات حملہ کرتے ہیں۔ بنو قریضہ نے جواب دیا سبت (ہفتہ) ہے۔ آج تو معاف ہی رکھیں اور ہم حملہ میں اس وقت شریک ہونگے جب آپ اپنے کچھ نوجوان ہمارے پاس بطور یرغمال رکھیں گے۔ قریش نے کہا واللہ نعیم نے سچ ہی کہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ غلاموں کی بات تو رہنے ہی دیں اور ہم تو آج ہی حملہ کریں گے۔ بنو قریظہ کو بھی قریش کی مفاد پرستی کا احساس ہو گیا اور یوں اُن میں پھوٹ پڑ گئی۔

کفار اب تک اس امید پر بیٹھے رہے تھے کہ محاصرہ کی طوالت مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دے گی۔ مگر ابوسفیان شدید سردی کے موسم اور فوج کا راشن ختم ہو جانے کے خوف سے بھی پریشان تھا اور یہودیوں کے ساتھ چھوڑ جانے کی وجہ سے بھی اس کا حوصلہ پست ہو چکا تھا۔

نصرت خداوندی

اب رب جبار و قہار کی نصرت کا ظہور اس طرح ہوا کہ معاصرہ کے عرصہ میں ایک انتہائی سرد اور تاریک رات کو مشرق کی جانب سے نہایت تند و تیز آندھی چلی جس سے محاصرین (مشرکین مکہ) کے خیمے اکھڑ گئے۔ چولھوں پر رکھے ہوئے دیگچے الٹ گئے اور ان کے بہت سے گھوڑے اور خچر ہلاک ہو گئے۔ یہ آندھی کیا تھی، دشمنوں کے لئے عذاب الٰہی تھا۔ فوج میں افراتفری مچ گئی اور کفار پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ رہا۔ وہ راتوں رات محاصرہ اُٹھا کر

Marfat.com

اس طرح اُلٹے پاؤں بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ منورہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

اگلی صبح جب مسلمان بیدار ہوئے تو دیکھا کہ میدان صاف ہے اور دشمن واپس جا چکا ہے۔ اس وقت نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا! اب قریش تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے بلکہ اب تم اُن پر چڑھائی کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟﴿۹﴾

(سورۃ الاحزاب: ۹)

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ تعالیٰ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا، جب (حملہ آور ہو کر) آ گئے تھے تم پر (کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا۔

ہجرت، بدر، اُحد بلکہ اب تک پیش آنے والے تمام سرد و گرم واقعات میں سب سے شدید اور سخت معرکہ احزاب ہی کا تھا۔ جب دشمن چاروں طرف سے سمٹ کر آیا۔ آگے اور پیچھے سے مسلمان چکی کے دو پاٹوں میں گھر گئے۔ جب عورتیں اور بچے غیر محفوظ ہو گئے اور جب مدینہ منورہ میں قحط سالی کی کیفیت تھی، جب خوف سے آنکھیں پتھرا گئیں۔ مسلمانوں پر بیم و رجا کی کیفیت کا اندازہ اسی ایک امر سے ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی اس لڑائی میں لگاتار چار نمازیں قضا ہوئیں۔ شدید ترین اس آزمائش میں رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود موجود رہے اور تمام حالات کا صبر و استقامت سے مقابلہ

Marfat.com

فرماتے رہے۔ ہر مشکل وقت میں صحابہ کی قیادت فرمائی اور ہر تکلیف سب سے پہلے اپنے اوپر برداشت کی۔ ان حالات میں رب کریم کو اپنے محبوب ﷺ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اسے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے بہترین نمونہ دیا اور فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

(سورۃ الاحزاب:۲۱)

یقیناً رسول اللہ کی ذات تمہارے لئے نمونہ ہے۔

غزوۂ احزاب کے شہداء

غزوۂ احزاب میں اگرچہ فریقین کے درمیان عمومی لڑائی تک نوبت نہیں پہنچی پھر بھی مسلمانوں کے چھ یا دس آدمی شہید ہوئے جبکہ کفار کے مقتولین کی تعداد تین ہے۔(رحمتِ دارین)

غزوہ بنو قریظہ (شوال/ذیقعدہ ۵ ہجری)

تاجدارِ مدینہ ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر رکھ دیئے اور غسل فرمایا ہی تھا کہ جبرئیل امین علیہ اسلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں جب کہ فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اُٹھیے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنو قریظہ کا رُخ کیجئے کیونکہ اُن لوگوں نے معاہدہ توڑ کر اعلانیہ جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔(مسلم شریف)

نبی کریم ﷺ نے منادی کرادی کہ جو شخص سننے اور ماننے والا ہے وہ نماز عصر بنو قریظہ میں ادا کرے۔ اسلامی لشکر نے بنو قریظہ کے دلوں میں رعب ڈال دیا' چنانچہ انہوں نے میدان میں نکلنے کی جرأت نہ کی اور گفت وشنید پر اُتر آئے اور بالآخر

Marfat.com

ہتھیار ڈال دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کو طلب فرمایا اور اُن سے کہا کہ وہ بنو قریظہ کے بارے میں فیصلہ کر دیں۔ یہ اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ بنو قریظہ کے حلیف تھے اور رسول اللہ ﷺ قبیلہ اوس کو اس اہم مسئلہ پر اعتماد میں لینا چاہتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ نے تورات کے احکامات کے مطابق بنو قریظہ کو بد عہدی کی یہ سزا سُنائی کہ اُن کے تمام بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قریباً پانچ سے سات سو کے درمیان بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ البتہ بچوں اور خواتین کو قیدی بنالیا گیا اور اُن کے اموال تقسیم کر دیئے گئے۔ اس طرح اطراف مدینہ سے یہود کو نکال باہر کیا گیا اور مسلمان اُن کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

صلح حُدَیبیہ (ذیقعد ۶ ہجری)

غزوہ احزاب کے بعد عرب کے حالات میں ایک تبدیلی محسوس ہونے لگی۔ جس سے اسلام کی دعوت کی کامیابی کے آثار رفتہ رفتہ نمایاں ہونے لگے۔ ذیقعدہ ۶ ہجری میں حضور نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پُرامن طور پر مکہ میں داخل ہوئے اور طواف عمرہ کیا۔ حضور ﷺ نے یہ خواب مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو سُنایا۔ خواب کو اشارہ غیبی سمجھتے ہوئے آپ ﷺ نے عمرہ کے لئے جانے کا اعلان فرمایا۔ اس خوش کُن خبر کو سُن کر سب صحابہ کرام بہت خوش ہوئے کیونکہ اُن کے دلوں میں کعبتہ اللہ کی زیارت اور طواف کرنے کی خواہش گزشتہ چھ سالوں سے مچل رہی تھی کہ وہ سعید لمحات کب نصیب ہوں گے۔ جب ہم بیت اللہ کی زیارت کرسکیں گے اور طواف کعبہ سے مشرف ہوں گے۔

سید المرسلین ﷺ کم وبیش چودہ سو انصار و مہاجر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ آپ ﷺ کی نیت لڑائی کرنے کی نہ تھی لہٰذا صحابہ کرام کو ہدایت تھی کہ اپنی تلواریں نیام کے اندر رکھیں۔ قربانی کے جانور ساتھ تھے۔ یہ سفر ذیعقدہ کے مہینے میں کیا جارہا تھا جو حرمت والا مہینہ ہوتا ہے جس میں ہر دشمن کو بلا روک ٹوک مکہ میں آنے اور حج کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔

مدینہ منورہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ کے مقام پر عمرہ کا احرام باندھا گیا اور اپنی قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں قلادے ڈال دیئے گئے تاکہ

Marfat.com

لوگوں کو اطمینان ہو کہ آپ ﷺ جنگ نہیں کریں گے۔ جب یہ نورانی قافلہ مکہ سے قریباً ساٹھ میل دور عُسفان کے مقام پر پہنچا تو مخبر نے (جسے حضور ﷺ نے مکہ والوں کے ارادے معلوم کرنے کیلئے بھیجا ہوا تھا) اطلاع دی کہ قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکنے کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں اور انہوں نے اپنا لشکر منظم کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان حالات اور قریش مکہ کے عزائم جاننے کے بعد نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا کہ مسلمان چونکہ عمرہ کی نیت سے جا رہے ہیں۔ لہٰذا حتی الامکان ٹکراؤ سے گریز کیا جائے اور اگر عمرہ کرنے سے زبردستی روکا جائے تو صرف اُسی صورت میں قوت کا استعمال کیا جائے۔ چنانچہ سفر جاری رکھا گیا۔

جب ثنیۃ المرار پہنچے تو اُونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ نے اُسے اُٹھانا چاہا مگر وہ نہ اُٹھی جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے راستہ میں تھوڑی سی تبدیلی کی اور حدیبیہ کے مقام پر ایک کنویں کے نزدیک نزول فرمایا جس میں تھوڑا سا پانی تھا جہاں سے صحابہ کرام نے تھوڑا تھوڑا پانی لینے لگے چنانچہ چند لمحوں میں سارا پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے پانی کی صورت حال سے حضور اکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک صحابی کو حکم دیا کہ کنویں میں اتر کر یہ تیر اُس میں گاڑ دے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی جوش مار کر اُبلنا شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا۔ صحابہ نے سیر ہو کر پانی پیا۔

دوسری طرف قریش مکہ بضد تھے کہ وہ کسی قیمت پر حضور ﷺ کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے اور سارے معاملات حسن و خوبی سے طے پا جائیں۔ قریش کے کئی ایک وفود کے ساتھ گفت و شنید ہوتی رہی۔

Marfat.com

مختلف لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ انہیں ایک ہی بات باور کرانے کی کوشش ہوتی رہی کہ ہم عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ آخر میں قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا جس نے آپ ﷺ کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ آپ کے اردگرد جو لوگ اکٹھے ہیں یہ مشکل میں ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عروہ کی اس بات پر برہم ہو گئے اور تلخ کلامی میں سخت جملوں کا تبادلہ ہوا۔ عروہ واپس پلٹا تو مسلمانوں کے نظم وضبط اور اُن کے دلوں میں رسول ﷺ کی تعظیم سے خاصا مرعوب تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے سامنے اس کا برملا اقرار بھی کیا اور وہ ساری کیفیت بیان کی جو صحابہ کی محبتِ رسول اللہ ﷺ کے دل نواز مناظر کی شکل میں انہوں نے دیکھی تھی۔ اُس نے کہا اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ اگر تھوکتے ہیں تو آپ ﷺ کے ساتھی لعاب دہن کو تبرک سمجھ کر ہاتھ پر مل لیتے ہیں اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ اُس کی بجاآوری کیلئے سب دوڑ پڑتے ہیں۔ اگر وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ آگے بڑھ کر اُسے اپنے چہروں اور سینوں پر مل لیتے ہیں وہ جب کوئی بات بولتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور فرطِ تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہیں دیکھتے۔

اے سردارانِ قریش! اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ مشکل وقت میں مسلمان اپنے نبی کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ میں نے حقیقت حال سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب تم جو مناسب سمجھو وہ کرو۔

قریش کی خواہش تھی کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کریں۔ ایک روز مسلمان صبح کی نماز ادا کرنے میں مصروف تھے کہ

Marfat.com

تنعیم کی طرف سے (۸۰) اسّی آدمیوں کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اُن سب کو گرفتار کر لیا لیکن رحمت عالم ﷺ نے ان کے لئے عفوو درگزر کا عام اعلان کر دیا۔ یوں قریش کی سازش ناکام بنا دی۔

حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کر رہے تھے۔ اہل مکہ نے جتنے سفیر بھیجے مسلمانوں کی حسن نیت کے بارے میں وہ خود تو مطمئن ہو کر واپس جاتے مگر وہ اہل مکہ کو مطمئن نہ کر سکے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے طے کیا کہ قریش تک اپنا موقف پہنچانے کے لئے سفیر بھیجا جائے۔ صحابہ کرام کی مشاورت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ سعید بن عاص کے مہمان بن کر مکہ گئے اور وہاں جا کر سربراہان قریش کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرہ کرنے کی دعوت دی لیکن اُس عاشق صادق نے جواب میں فرمایا کہ:

مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا محبوب میرے اللہ کا رسول ﷺ طواف نہیں کریگا۔

(السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکہ روانہ ہونے کے بعد بعض صحابہ کے دل میں رہ رہ کے خیال آتا رہا کہ عثمان کتنا خوش نصیب ہے جسے مکہ مکرمہ جانے کا موقع مل گیا۔ اب وہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ سے فارغ ہو کر احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے گا۔ نا معلوم یہ سعادت ہمیں نصیب ہوتی بھی ہے یا نہیں۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے ان جذبات کا اظہار بارگاہ بے کس پناہ میں کیا تو مخبر صادق ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

مَا اَظُنُّهٗ طَافَ بِالْبَيْتِ وَنَحْنُ مَحْصُوْرُوْن

میرا خیال ہے کہ وہ کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کریں گے جبکہ ہم محصور ہیں اور ہمیں مکہ میں جانے کی اجازت بھی نہیں۔

(السیرۃ النبویہ جلد ۲)

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عثمان! کیا تو نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا' میں بیت اللہ کا طواف آپ کے بغیر کیسے کر سکتا تھا۔

قریش نے بات چیت کے بہانے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روکے رکھا۔ اُن کے رک جانے کی وجہ سے اہل ایمان کی بے چینی بڑھتی گئی اور کئی قسم کے خدشات ذہنوں میں آنے لگے جس سے اہل ایمان مضطرب رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ناگہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے کی خبر گردش کرنے لگی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ اور بیعت رضوان

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لیں گے' یہاں سے نہیں جائیں گے۔ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ جان کی بازی لگا دینے کے لئے بیعت کریں۔ تمام صحابہ کرام نے اس بات پر بیعت کی کہ میدان جنگ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ جب صحابہ کرام بیعت کر چکے تو آخر میں سرور عالم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنَّهٗ فِیْ حَاجَتِكَ وَ حَاجَةِ رَسُوْلِكَ (السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

Marfat.com

اے اللہ یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور
تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے۔

پھر جب بیعت مکمل ہو چکی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی واپس آ گئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ اس بیعت میں صرف ایک آدمی نے، جو منافق تھا، شرکت نہیں کی۔ اس کا نام جد بن قیس تھا۔

رسول خدا ﷺ نے یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی۔ اِس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ
الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ
عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (سورۃ الفتح:۱۸)

یقیناً راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے۔ آپ کی اس درخت کے نیچے پس جان لیا اس نے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس اُتارا اس نے اطمینان کو ان پر اور بطور انعام انہیں یہ قریبی فتح بخشی۔

جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو انہیں حالات کی سنگینی کا ادراک ہو گیا چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان کو واپس جانے دیا اور سہیل بن عمرو ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ گفت و شنید شروع ہوئی اور دیر تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور بالآخر طرفین میں صلح کی درج ذیل دفعات طے پائیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ اس سال عمرہ ادا نہیں کریں گے۔ جب کہ آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں گے تو تین روز قیام کریں گے اور اپنے ساتھ مسافر کا ہتھیار یعنی نیزے اور نیام میں تلواریں ہوں گی۔

Marfat.com

۲۔ دس سال تک فریقین جنگ بندی رکھیں گے۔اس عرصہ میں کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھائے گا۔

۳۔ جو محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے دخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا' اس فریق کا جزو سمجھا جائے گا۔لہٰذا کسی پر زیادتی ہوگی تو خود اُس فریق پر زیادتی تصور کی جائے گی۔

۴۔ قریش کا کوئی آدمی بھاگ کر محمد (ﷺ) کے پاس جائے گا اسے لازماً واپس کیا جائے گا لیکن اگر محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے جو بھاگ کر مکہ آجائے گا' اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

مسلمانوں کو معاہدہ کی ہر دفعہ سخت ناگوار لگی اور ان شرائط کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے اظہار خیال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور وہ مجھے برباد نہ کرے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معاہدہ تحریر کرنے کا حکم ہوا۔جب لکھنا شروع کیا تو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ لکھا۔اس پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا چنانچہ بِسۡمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھا گیا۔اس کے بعد اُس نے محمد رسول اللہ (ﷺ) پر بھی اعتراض کیا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر ہم نہ تو آپ کو عمرہ سے روکتے اور نہ ہی جنگ کرتے۔لہٰذا آپ محمد بن عبداللہ لکھوایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم لوگ جھٹلاؤ۔پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھ دیں اور لفظ رسول اللہ مٹا دیں۔لیکن حضرت علی نے معذوری کا اظہار کیا لہٰذا نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔اس کے بعد پوری دستاویز لکھی گئی۔(ضیاء النبی جلد چہارم)

Marfat.com

حضرت ابو جندل کی واپسی

صلح حدیبیہ ابھی لکھی جا رہی تھی کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو کفار کی قید سے فرار ہو کر کسی طرح گرتے پڑتے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اُن کے پاؤں بیڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ سہیل نے کہا اے محمد (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا مطالبہ معاہدہ کی رو سے کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ابھی تو یہ معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا۔ سہیل نے کہا! اگر ایسا ہے تو پھر میں کسی بات پر آپ سے معاملہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا! میرے کہنے پر ابو جندل کو ہمارے پاس رہنے دو۔

سہیل نے کہا، میں آپ کے کہنے سے اجازت نہیں دے سکتا۔

یہ سُن کر ابو جندل پکار کر بولے: اے مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ میں مشرکوں میں واپس نہیں جاؤں گا۔

حضور ﷺ نے ابو جندل کو صبر کی تلقین فرمائی اور انہیں واپس بھجوا دیا۔

معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا اُٹھو اور اپنے اپنے جانور قربان کر دو اور احرام کھول دو۔ لیکن درد و کرب کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے کیونکہ انہیں مکہ جانے سے روک دیا گیا تھا اور صلح کی شرائط انہیں سخت ناگوار محسوس ہوئی تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پیش قدمی فرماتے ہوئے احرام کھول دیا اور آپ ﷺ کی دیکھا دیکھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اُٹھے اور اپنے اپنے جانور ذبح کرنے لگے البتہ غم و حزن کی فضا قائم تھی۔ بعد ازاں اس صلح کے فوائد ظاہر ہوئے جو مسلمانوں کو اُس وقت گراں گزری تھی۔ چونکہ رسول خدا ﷺ اللہ کے رسول تھے آپ کی رائے اور رد عمل وحی الٰہی سے مشرف تھا اور آپ پختہ فکر اور بالغ نظر رکھتے

Marfat.com

تھے اس لئے اس فیصلہ پر راضی اور مطمئن تھے۔

شرائط معاہدہ میں نصرتِ خداوندی

صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر جب حضور ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے جو بزرگ مکہ سے ہجرت کر کے آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ قریش کے ظلم وستم سے بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ قریش نے اُن کو واپس لانے کیلئے دو آدمی بھیجے۔ معاہدہ کے مطابق حضور ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مکہ چلے جاؤ تم جانتے ہو کہ ہم نے کفار قریش سے معاہدہ کر رکھا ہے۔ ہمارے دین میں عہد شکنی اور غداری جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہاری رہائی کا سبب بنا دے گا۔

چنانچہ راستے میں ابو بصیر کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور سمندر کے ساحل کی طرف چلے گئے۔ اس علاقہ پر کسی کا قبضہ نہ تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد ابو جندل بھی کسی طرح قریش سے جان بچا کر وہیں پہنچ گئے۔ پھر مکہ کے دوسرے مظلوم مسلمانوں نے بھی موقع پا کر کفار کے ظلم وستم سے بچ کر یہاں پناہ لینی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس جنگل میں ستر آدمیوں کی جماعت جمع ہو گئی۔

مکہ سے شام کو جانے والے سارے تجارتی قافلے اسی ساحلی علاقہ سے گزرتے تھے۔ جو قافلہ بھی یہاں سے گزرتا، یہ لوگ انہیں لوٹ لیتے۔ بالآخر کفار قریش نے تنگ آ کر خدا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر حضور ﷺ کو خط لکھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کی مکہ سے بھاگے ہوئے مسلمانوں کو مکہ واپس بھیجنے کی شرط ختم کر دی جائے، اور جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ جائے، آپ اُسے مدینہ منورہ میں ٹھہرا لیجئے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو کافروں سے ملنے جلنے کا موقع ملا۔ جس سے کافر اسلام کی خوبیوں سے واقف ہوئے اور وہ اسلام قبول کرنے لگے۔ عرصہ دو سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا جم غفیر موجود تھا۔

اگرچہ ابتدا میں صلح حدیبیہ کی شرائط سے اکثر صحابہ کرام مطمئن نہ تھے مگر اس کے بعد کے واقعات سے یہی صلح تمام فتوحات کی کلید ثابت ہوئی۔ اب تک مسلمانوں اور کفار کو ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ملنے جلنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا مگر اس صلح کی وجہ سے گفت و شنید اور تبادلہ خیالات کا راستہ کھل گیا۔ کفار کو مسلمانوں کے کردار و اعمال کا قریب سے جائزہ لینے کا موقع ملا۔ جو مسلمان مکہ جاتے عفت شعاری اور عبادت گزاری سے کفار کے دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش بٹھا دیتے کہ خود بخود کفار اسلام کی طرف مائل ہوتے جاتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص بھی اسی زمانے میں خود بخود مکہ سے مدینہ منورہ جا کر مسلمان ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام)

فتح مبین

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ﴿۳﴾ (الفتح: ۱ تا ۳)

یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے۔ تا کہ دُور فرما دے

Marfat.com

آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے اور مکمل فرما دے اپنے انعام کو آپ پر اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی مدد فرمائے جو زبردست ہے۔

صلح حدیبیہ کر کے قریش مکہ نے مسلمانوں کو ایک سیاسی قوت تسلیم کر لیا اور زیارت مکہ کا حق تسلیم کر کے دین اسلام کو بھی عرب کے دوسرے ادیان میں سے ایک دین کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ تمام قبائل عرب کو بغیر کسی خوف اور ڈر کے مسلمانوں سے معاہدات کرنے کی آزادی مل گئی جبکہ اس سے قبل ایسا کرنا قریش سے دشمنی کے مترادف تھا۔ نتیجتاً تین بڑے مخالف گروہ قریش، بنو غطفان اور یہود جو اسلام دشمنی میں متحد تھے، اس معاہدہ سے اللہ کی نصرت اور رسول اللہ ﷺ کی بے مثال قیادت اور اہل ایمان کی لاجواب استقامت نے ان قوتوں کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بے مثال تدبیر سے ان میں سے ایک مضبوط فریق قریش کو اپنے ساتھ معاہدہ صلح میں باندھ کر بے اثر کر دیا۔ یہود تو پہلے بھی کھلے میدان میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھے۔ وہ صرف سازش اور خفیہ جوڑ توڑ کے ماہر تھے۔ جہاں تک بنو غطفان کا تعلق ہے وہ اپنے طور پر اکیلے بڑی کارروائی کرنے کے اہل نہ تھے اور نہ اُن میں کوئی منظم قیادت تھی۔ چنانچہ جب کفار کے اس اتحاد ثلاثہ میں قریش مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کے بندھن میں بندھ گئے تو باقی دو فریق قابل ذکر نہ رہے جس کے لئے مسلمانوں کو کسی خاص کارروائی کی ضرورت ہوتی۔

قریش مکہ سے صلح حدیبیہ ہو جانے کے بعد مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب حکومتی سطح پر دعوت اسلام کا فریضہ اقوام عالم کو دیا جانے لگا۔ اس کی ابتدا سید العالمین ﷺ کی جانب سے اُن

Marfat.com

مبارک خطوط سے ہوتی ہے جو آپ ﷺ نے دنیا کے مختلف حکمرانوں کو تحریر فرمائے اور پھر ایسا وقت آیا کہ معاہدہ کرنے کے دو سال بعد جزیرۃ العرب کی تمام مقتدر قوتیں اسلام کے مقابلے میں سرنگوں ہوگئیں اور آفتاب رسالت کی کرنیں اپنی پوری آب و تاب سے روم ایران اور پورے جزیرۃ العرب کو منور کرنے لگیں۔

سلاطین کے نام دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد جنگ و جدال کے خطرات ٹل گئے تو ہر طرف سکون کی فضا پیدا ہوگئی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا دائرہ صرف خطہ عرب ہی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ ﷺ تمام کائنات کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ (سورۃ سبا:۲۹)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

لہٰذا آپ ﷺ نے اسلام کا عالمی پیغام تمام روئے زمین پر پہنچانے کیلئے مختلف سلاطین کو دعوت اسلام دینے پر توجہ فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے روم ایران مصر، حبش، دمشق، یمامہ، بحرین، عمان، نجد، غسان، دومتہ الجندل اور یمن کے بادشاہوں کو خطوط لکھے کہ وہ اسلام کی دعوت قبول کرلیں۔ اس کے علاوہ مختلف قبائل کے اُمراء اور مذہبی پیشواؤں کو خطوط کے ذریعے نہایت حلیمانہ انداز میں اسلام کی دعوت دی۔ ان مکاتیب کی ترسیل کا سلسلہ محرم ۷ ہجری سے ۱۰ ہجری تک جاری رہا۔ مختلف کتب تاریخ میں قریباً دو سو پچاس مکاتیب محفوظ ہیں۔ چند مکاتیب نبوی اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے تمام سلاطین کو مخاطب کرتے وقت اُن کی دنیوی عزت اور مرتبے کا لحاظ فرمایا اور اس مرحلہ میں کافر بادشاہوں کے اقتدار کو چیلنج نہیں کیا بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دی اور ماننے کی صورت میں امن و سلامتی کی ضمانت بھی دی۔ اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے اُن کے عقائد کا خیال فرماتے ہوئے ان عقائد کے متعلق اسلام کی نقطہ نظر کو پوری حکمت کے ساتھ واضح کیا۔ مثلاً نجاشی کے خط میں حضرت عیسیٰ ابن مریم سے متعلق عقیدہ بلاکم و کاست انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا۔

بحرین، عمان، نجد، غسان، دومتہ الجندل اور یمن کے سلاطین نے اسلام قبول کرلیا۔ جبکہ دمشق اور یمامہ کے بادشاہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے حضور ﷺ کا خط مبارک غصہ سے پھاڑ ڈالا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! جس طرح اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ بعد میں آپ ﷺ کی یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ خسرو پرویز کے بیٹے شرویہ نے رات کو سوتے میں اسے قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

مصر کے بادشاہ نے اسلام تو قبول نہ کیا لیکن حضور ﷺ کے خط مبارک کا بہت احترام کیا اور جواب میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں تحائف بھیجے۔ روم کے بادشاہ قیصر کے دل میں ایمان کا نور تو چمکا لیکن عیسائی رعایا کے خوف سے ایمان نہ لاسکا جبکہ حبش کے بادشاہ نے اسلام قبول کرلیا۔

سید العالمین ﷺ نے اُس وقت کے مروجہ طریقہ کے مطابق بادشاہوں کے پاس یہ خطوط سربمہر کر کے اپنے سفیروں کے ذریعے بھجوائے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ جس قاصد کو جس ملک کے حکمران کی طرف روانہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُسے اُس ملک کی زبان کا ماہر بنا دیا تاکہ وہ بلاجھجک اپنا مدعا بیان کرسکے۔

Marfat.com

غزوہ خیبر (محرم ۷ ھ)

خیبر ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے جو مدینہ منورہ سے شمال کی جانب شام کے راستے میں قریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں کے یہودی بنیادی طور پر اگرچہ کاشت کار تھے مگر جنگجو ہونے کی وجہ سے انہوں نے اپنی رہائشی بستیوں کو مضبوط قلعوں کی طرز پر بنا رکھا تھا۔ جن میں انہوں نے اپنی رہائش کے ساتھ جنگ کی صورت میں دفاع کا بھرپور انتظام کر رکھا تھا۔ خیبر میں یہودیوں کے دس ہزار نوجوان ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح تھے۔

مدینہ منورہ سے نکالے جانے والے بنو قینقاع اور بنو نضیر کے یہودی بھی خیبر آ کر آباد ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خیبر کے یہودیوں سے مل کر اسے اسلام کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ وہ اہل اسلام کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اُن سے نجات حاصل کرنے کے لئے اب اُن کی مؤثر سرکوبی بہت ضروری تھی۔

چنانچہ صلح حدیبیہ سے فراغت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں سے نپٹنے کے لئے خیبر کا قصد فرمایا اور اس مہم میں صرف بیعت رضوان میں شمولیت فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ فرمایا جن کی تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ جن میں دو سو گھڑ سوار تھے۔ اسی اثناء میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اہل خیبر کو کہلا بھیجا کہ محمد ﷺ تم سے لڑنے آ رہے ہیں مگر تم اُن سے نہ ڈرنا۔

Marfat.com

تمہاری تعداد بہت ہے' یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ مجاہدین اسلام نے مدینہ منورہ سے خیبر تک کا سفر چار روز میں مکمل کیا۔ اس خیال سے کہ بنو غطفان جو کہ یہود کے حلیف تھے' کہیں اُن کی مدد کو نہ آ جائیں۔ آپ ﷺ نے خیبر کے جنوب کی جانب جانے کے بجائے شمال کی جانب سے حملہ کا منصوبہ بنایا تاکہ لشکر اسلام یہود اور بنو غطفان کے درمیان حائل ہو جائے اور بنو غطفان یہود کی مدد نہ کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب بنو غطفان نے یہود کی مدد کے لئے نکلنے کی تیاری کی تو انہیں اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مسلمان پیچھے سے اُن کی عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے باہر نکلنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قوم پر رات کو حملہ نہ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا لشکر اسلام نے رات اسی جگہ گزاری اور صبح کو نماز فجر اول وقت پڑھ کر آگے بڑھے۔ جب بستی نظر آئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی فتح کی دعا مانگی۔ پھر آپ نے ایک ایک کر کے خیبر کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ خیبر کا وہ قلعہ جسے یہودی ناقابل تسخیر سمجھتے تھے' اس کا سردار یہودیوں کا مشہور جنگجو مرحب تھا۔

فریقین کے درمیان جھڑپیں شروع ہو چکی تھیں لیکن جونہی یہود کو شکست کے آثار نظر آتے' وہ واپس بھاگ کر قلعہ بند ہو جاتے۔ ادھر مسلمان تعداد میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ بھاری ہتھیاروں سے محروم تھے' جن کے ذریعے قلعوں پر آتش باری یا سنگ باری کی جا سکتی۔ مسلمان مجاہدین کو قلعہ کا محاصرہ کئے ۲۰ روز ہو چکے تھے۔ شدید کوشش کے باوجود مسلمانوں کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہو رہی تھی۔ ان حالات میں ایک رات رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سب مجاہدین نے سن لیا۔ ان کی رات پیچ و تاب کھاتے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب کی بارگاہ میں ملتجی تھے کہ انہیں یہ سعادت نصیب ہو جائے اور بہت سے اس بات کے منتظر تھے کہ وہ یہ دیکھیں کہ وہ کون خوش بخت ہے جس کے مقدر میں یہ سعادت لکھی ہوئی ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے ایک نگاہ اپنے غلاموں پر ڈالی اور فرمایا علی کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا ہونے کے باعث نہیں آئے اور اپنے خیمے میں ہیں۔ حکم ہوا انہیں بلاؤ۔ جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ وہ اس وقت آشوب کی شدید تکلیف میں مبتلا ہیں اور سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے اُن کی آنکھوں میں اپنا مبارک لعاب دہن لگا دیا' پھر وہ آنِ واحد میں ایسے تندرست ہوئے کہ زندگی بھر آشوب چشم کی شکایت کبھی نہ ہوئی۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے علَم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا کرتے ہوئے فرمایا: اپنا کام نہایت متانت اور وقار سے شروع کرنا۔

''دشمن کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا' اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو پھر اُن سے جنگ کرنا۔ خدا کی قسم! اگر حق تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک بھی شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علَم اٹھائے اسلامی لشکر کے ساتھ خیبر کے سب سے مضبوط قلعہ ناعم کے قریب پہنچے اور جا کر اپنا جھنڈا گاڑھ دیا۔ مرحب (جو اس قلعہ کا سردار اور طاقت ور جنگجو تھا اور یہود کے نزدیک اُس کا مقام ایک ہزار جنگجوؤں پر بھاری تھا) فخر و غرور کی علامت بنا لوہے میں غرق میدان میں رجز پڑھتے ہوئے نکلا اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ مسلمہ بن اکوع کے چچا عامر بن اکوع اس کے مقابلے

Marfat.com

میں نکلے لیکن زخمی ہوئے جو بعدازاں انہی زخموں کے باعث جام شہادت نوش کر گئے۔

اب اُس کے مقابلہ میں حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے۔ آپ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اَنَا الَّذِی سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرًا

کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهِ الْمَنْظَرِ

اُوْفِیْهِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہ

''میں وہ ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے، جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں، میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے سے ماپ کر دوں گا۔''

جناب علی المرتضیٰ شیر خدا نے آتے ہی تلوار حیدری سے اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ لوہے کی ٹوپی اور سر کو کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اتر گئی۔ مرحب لڑکھڑا کر گرا۔ اس کے بعد اس کا بھائی یاسر میدان میں نکلا جسے زبیر بن العوام نے واصل جہنم کیا۔ یوں یہودیوں کا مورال ختم ہو گیا۔ مرحب کے قتل کے بعد یہودی حوصلہ ہار بیٹھے۔ یہ اہم ترین قلعہ ۲۰ روز کے محاصرہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کمان میں فتح ہوا اور اسی لئے آپ کو فاتح خیبر کہا جاتا ہے۔

یہود کے تمام سردار ایک ایک کر کے مارے گئے۔ خیبر کے سب قلعے یکے بعد دیگرے مسخر ہو گئے۔ عرب میں یہودیوں کی قوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ غالب مغلوب ہو کر جانتا ہے کہ بہادر شکست کے بعد کس طرح مجبور ہو جاتے ہیں۔ عرب کے یہودی جو عسکری اور علمی قابلیت کے لحاظ سے عرب کے حقیقی راہنما تھے۔ اب جانثاران حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خائف و خاسر ہو کر زخم چاٹ رہے تھے۔ انہیں ماضی میں کی گئی شرارتوں کی وجہ سے انتقام کا خوف تھا۔ اگرچہ مغلوب یہودی دشمنوں کے لئے

Marfat.com

موسوی قانون کے مطابق قتل کرنے کا حکم دیتا تھا لیکن مجسمہ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کسی قسم کا تعرض نہ فرمایا۔

قموص کے بعد باقی قلعے جلدی فتح ہو گئے۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہود واصل جہنم ہوئے جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ۱۵ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہودیوں نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ صلح کی گفتگو کے بعد ان کے لئے فیصلہ ہوا کہ وہ صرف خالی ہاتھ یہاں سے چلے جائیں۔ جانے سے پہلے یہودیوں نے دوبارہ درخواست کی کہ اُنہیں زمین اور باغوں کی کاشت پر لگایا جائے اور یہیں رہنے دیا جائے۔ وہ پیداوار کا نصف آپ کو دے دیا کریں، رحمت وشفقت کے پیکر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کی یہ درخواست قبول فرماتے ہوئے فرمایا: ”ہم تمہیں برقرار رکھیں گے جب تک ہم چاہیں گے۔“ فدک والوں نے اس صورتِ معاملہ کی خبر سنی تو انہوں نے بھی انہی شرائط پر صلح کی درخواست کی۔ ان کی درخواست بھی منظور کر لی گئی۔

جب غلہ کی برداشت اور تقسیم کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو وہاں بھیج دیا۔ انہوں نے غلہ کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہا کہ جو حصہ چاہو لے لو۔ اس پر یہودی حیران ہو کر کہنے لگے کہ ”زمین وآسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔“ (فتوح البلدان)

اموالِ غنیمت

جنگ کے بعد مال غنیمت اور تمام قیدیوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ قیدی عورتوں میں بنو نضیر کے مقتول سردار حُیی بن اخطب کی بیٹی اور حصن القموص کے مقتول رئیس کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوہ صفیہ بھی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وآلک وسلم

Marfat.com

یہ قریظہ اور بنونضیر کے سردار کی بیٹی ہیں، یہ آپ ہی کے لائق ہیں۔'' آپ ﷺ نے ان کے حال پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد کر دیا جائے اور اپنے قبیلہ میں لوٹ جائیں یا اسلام قبول کرلیں۔ حضرت صفیہ نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور انہیں نکاح کی عزت بخشی اور ام المومنین کے شرف سے مستفیض ہوئیں۔

فتح خیبر کے نتیجے میں مسلمانوں کو زرعی اراضی اور نخلستانوں کے علاوہ سونے چاندی کے زیورات، کپڑے، بھیڑ بکریوں، اونٹوں، گدھوں، مختلف اشیائے خورد ونوش اور دیگر بے شمار اشیاء کی صورت میں کثیر مال غنیمت حاصل ہوا۔ مختلف نوع کے اسلحہ کی کثیر مقدار مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

خیبر کی غنیمت جب تقسیم ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معاشی حالت قدرے درست ہونا شروع ہوئی اور انہیں اور ان کے بیوی بچوں کو پیٹ بھر کے کھانا نصیب ہونے لگا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے گھر میں بھی کئی بار فاقہ کی نوبت رہتی، یہاں تک کہ خیبر فتح ہوا اور اللہ نے اہل ایمان کو کشادگی عطا فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حبشہ سے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ان کی آمد پر بہت خوش ہوئے۔ ان کا بوسہ لیا اور فرمایا:

> ''مجھے نہیں معلوم کہ آج مجھے کون سی بات کی خوشی زیادہ ہے۔ خیبر کی فتح کی یا جعفر کی آمد کی۔'' آپ ﷺ نے پندرہ سال بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

یہودی عورت کی ناپاک سازش

جب خیبر پر مسلمانوں کی گرفت مستحکم ہو چکی تو یہود نے اپنے اندرونی جذبہ حسد

Marfat.com

و بغض کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک اور مذموم سازش تیار کی۔سلام بن مشکم کی بیوی نے حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا جسے اس نے زہر میں بھون رکھا تھا۔آپ ﷺ نے اس کا ایک لقمہ جیسے ہی چبایا۔آپ ﷺ نے فوراً تھوک دیا اور فرمایا کہ یہ زہر آلود بکری ہے۔اسی اثناء میں ایک لقمہ ایک صحابی بشیر بن براء رضی اللہ عنہ نے نگل لیا تھا۔آپ ﷺ نے اس خاتون کو طلب فرمایا تو اس نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔اس پر آپ ﷺ نے اس عورت کو اپنی جانب سے معاف فرما دیا لیکن جب بشیر بن براء کا اسی زہر کے اثر سے انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے بشیر بن براء کے قتل کے قصاص میں اسے قتل کرا دیا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

جنگ موتہ (جمادی الاوّل ۸ ھ)

موتہ جنوبی اردن میں بلقا کے قریب ایک آبادی کا نام ہے۔ یہ معرکہ یہیں وقوع پذیر ہوا۔

صلح حدیبیہ کے بعد حضور ﷺ نے مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے گرامی نامے قاصدوں کے ہاتھ ارسال فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک گرامی نامہ دے کر حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر کو حاکم بصریٰ کے پاس روانہ کیا۔ راستہ میں قیصر روم کے گورنر شرجیل بن عمر غسانی، جو بلقا پر مامور تھا، نے حضرت حارث بن عمیر کو گرفتار کرلیا اور انتہائی بے دردی سے انہیں شہید کر دیا۔

اس وقت بھی سفیروں اور قاصدوں کا قتل بدترین جرم سمجھا جاتا تھا جو اعلان جنگ متصور ہوتا تھا۔ اس لئے جب رسول خدا ﷺ کو اس انسانیت سوز واقع کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تین ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان پر مشتمل لشکر تیار کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث (حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام) کی سرکردگی میں مدینہ سے روانہ کیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر لڑائی میں زید رضی اللہ عنہ بن حارث شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی تھے) امیر لشکر ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ انصاری لشکر کی قیادت کریں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو مناسب سمجھیں امیر بنالیں۔

آپ ﷺ نے مدینہ کے باہر تک لشکر کے ساتھ چل کر انہیں رخصت کیا اور

Marfat.com

الوداع کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ جس مقام پر حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر قتل کئے گئے تھے' وہاں پہنچ کر اس مقام کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو بہتر ورنہ اللہ سے مدد مانگیں اور اللہ کی راہ میں منکرین سے جہاد کریں۔

حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ لڑائی کی صورت میں نہ عہد شکنی کرنا' نہ کسی قسم کی زیادتی کرنا' نہ کسی بچے' عورت' عمر رسیدہ بوڑھے اور اپنی عبادت گاہ میں گوشہ نشین شخص کو قتل کرنا' کسی کھجور کے قریب نہ جانا' نہ کسی درخت کو نہ کاٹنا اور نہ کسی مکان کو منہدم بھی نہ کرنا۔

اسلامی لشکر شمال کی طرف بڑھتا ہوا مقان پہنچا۔ یہ مقام شمالی حجاز سے متصل شامی (اردنی) علاقے میں واقع ہے۔ یہاں لشکر نے پڑاؤ کیا اور یہیں جاسوسوں نے اطلاع پہنچائی کہ ہرقل قیصر روم بلقاء کے علاقہ میں مآب کے مقام پر ایک لاکھ رومیوں کا لشکر لے کر خیمہ زن ہے اور دیگر قبائل کے اتنے ہی افراد اور بھی موجود ہیں۔ گویا تین ہزار کی مختصر سی جمعیت کے مقابلہ پر دو لاکھ سپاہ لشکر کفار موجود تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا کہ ناموافق حالات سے دربارِ رسالت ﷺ کو خبر دی جائے مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواہ انصاری نے فرمایا "اس جنگ میں فتح مقصود نہیں شہادت کا موقع کیوں ضائع کریں" اور ایک پر جوش خطبہ دیا جس نے اہل ایمان کے شوق شہادت کو تازہ کر دیا اور تین ہزار کے مختصر لشکرِ اسلام نے دو لاکھ فوج کفار سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والا جانثاران اسلام کا یہ لشکر آگے بڑھ گیا۔ مقام موتہ پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ فوج کفار نے اسلامی لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عجیب وغریب معرکہ تھا' دنیا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ مسلمان عجیب بے خودی اور سرفروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناقابل فراموش بہادری سے لڑ رہے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہیتے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارث شوق شہادت میں تکبیر کہتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ کفر کی گھٹاؤں میں اسلام کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن کی برچھیاں سینے میں تیر نے لگیں۔ عَلَم ہاتھ سے گرا چاہتا تھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب نے پرچم اسلام کو سنبھالا۔ جواں ہمت جناب جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب دشمن کے نرغے میں گھر گئے۔ زخم پر زخم کھا رہے تھے پھر بھی بڑھے جاتے تھے' دایاں بازو کٹ کر زمین پر گر گیا تو دوسرے ہاتھ میں عَلَم تھام لیا اور اسے مسلسل بلند رکھا۔ یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو عَلَم سینے سے چمٹا لیا۔ اسی حالت میں دشمن کا ایک نیزہ ان کے سینہ سے پار ہو گیا اور آپ زمین پر گر گئے۔ اس وقت جسم پر ۹۰ سے زیادہ زخم تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ انصاری نے عَلَم سنبھالا۔ شہادت کے شوق میں آگے بڑھ گئے اور دیوانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پھر مجاہدین اسلام نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی قیادت پر اتفاق کر لیا اور یہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان کا پہلا معرکہ تھا۔ جس میں وہ شریک ہوئے تھے۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ میں پیش آنے والے تازہ ترین حالات سے آگاہ فرما رہے تھے: صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ جس وقت موتہ کے میدان میں مسلمان موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہے تھے' سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرما تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارک سے اشکوں کا سیل رواں تھا اور زبان قدسی پر یہ الفاظ تھے:

''زید نے لیا اور وہ (لڑتے لڑتے) شہید ہو گئے' اب علم جعفر نے لیا (اور کچھ دیر بعد) وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب علم عبداللہ بن رواحہ نے لیا اور وہ بھی (لڑتے لڑتے)

Marfat.com

شہید ہوئے۔اب علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار خالد بن ولید نے پکڑا اور اس کو فتح دی گئی''۔(صحیح بخاری باب غزوہ موتہ)

اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا لقب سیف اللہ (اللہ کی تلوار) پڑ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا بیان ہے کہ معرکہ میں میرے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ آخر میں صرف ایک چھوٹی سی یمنی تلوار میرے پاس رہ گئی۔

موتہ کے خونریز معرکہ میں ۱۲ مسلمان شہید ہوئے جبکہ دشمن کے سینکڑوں آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے (ماخوذ از رحمت دارین)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے سیاسی اور فوجی تدبیروں سے کام لیتے ہوئے سارا دن رومیوں کو مصروف رکھا اور رات کو اسلامی لشکر میں صفوں کی ترتیب کو الٹ دیا۔رات کی نقل وحرکت اور صفوں کی نئی ترتیب سے رومیوں کو یہ گمان گزرا کہ مسلمانوں کے پاس تازہ ترین کمک پہنچ گئی ہے۔خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اس ترکیب سے دستوں کو لڑایا کہ لحظہ بہ لحظہ دشمن کو نئی کمک آتی دکھائی دیتی۔دشمن کو تعجب تھا کہ مسلم فوج کل سے اس وقت تک برابر لڑ رہی ہے نئی کمک کے خیال نے رومیوں کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔جن سے وہ بددل ہو گئے جب معرکہ گرم ہوا تو خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے لشکر کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانا شروع کر دیا۔دشمن یہ سمجھا کہ یہ کوئی جنگی چال ہے اور مسلمان ہمیں جنگل میں گھیر لینا چاہتے ہیں۔لہٰذا انہوں نے تعاقب نہ کیا اس طرح یہ لشکر مدینہ واپس پہنچ گیا۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کی فداکاری وجاں نثاری کی نئی تاریخ رقم ہوئی اور کفر پر خاص کر سلطنتِ روما پر اسلام کا رعب طاری ہو گیا۔اس معرکہ کا اثر جزیرۃ العرب پر بھی بہت مثبت رہا۔کیونکہ رومی اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑی قوت تھے۔عرب سمجھتے تھے کہ ان سے ٹکرانا خودکشی کے مترادف ہے۔اس لئے تین ہزار کی مختصر تعداد کا

Marfat.com

دو لاکھ لشکر کفار سے ٹکرا کر کوئی قابل ذکر نقصان اٹھائے بغیر واپس ہو جانا ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ لہٰذا دیگر قبائل عرب جو کہ رومیوں کی طاقت سے مرعوب تھے اب مسلمانوں سے مرعوب ہو گئے اور مدینہ منورہ میں آ کر اسلام قبول کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لینے لگے۔

یہی وہ معرکہ ہے جس سے رومیوں کے ساتھ خونریز ٹکراؤ کا آغاز ہوا جو بالآخر رومی ممالک کی شکست کا باعث بنا اور دُور دراز ممالک پر مسلمانوں کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

فتح مکہ (رمضان ۸ ھ)

ذیقعدہ ۶ ھ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی ان دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ قریش مکہ کا حلیف ہوگا مسلمان اور ان کے حلیف اس کو قریش کی ہی طرح سمجھیں گے اور اس کے خلاف کوئی محاذ آرائی نہ کریں گے۔ اسی طرح جو قبیلہ مسلمانوں کا حلیف ہوگا۔ قریش مکہ اور اس کے حلیف اس کو مسلمانوں کے برابر سمجھیں گے اور اس پر کوئی زیادتی نہیں کریں گے یعنی قریش کے کسی حلیف پر حملہ قریش پر حملہ متصور ہوگا جبکہ مسلمانوں کے کسی حلیف قبیلہ پر کسی قسم کی جنگی کارروائی مسلمانوں پر حملہ سمجھا جائے گا۔

صلح حدیبیہ کے وقت بنوخزاعہ نے مسلمانوں سے حلیفانہ تعلقات قائم کر لئے جبکہ بنو بکر نے قریش کا حلیف بننا قبول کر لیا۔ ان دونوں قبیلوں کی آپس میں مخاصمت صدیوں سے چلی آ رہی تھی مگر اب معاہدہ کی روح سے یہ دونوں قبائل امن و آشتی کے پابند تھے۔ مگر ابھی اس معاہدہ کو دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ بنو بکر نے بنوخزاعہ سے پرانا بدلہ چکانے کے لئے بنو بکر کی ایک شاخ بنو نفاشہ نے بنوخزاعہ کو غافل پا کر رات کی تاریکی میں ان پر حملہ کر دیا اور ان کے ۲۰ آدمی قتل کر دیئے۔ مزید برآں قریش نے اس حملے میں ہتھیاروں سے بنو بکر کی مدد بھی کی جبکہ بعض قریشیوں نے چہروں پر نقاب ڈال کر بنوخزاعہ کے قتل و غارت میں بھرپور حصہ لیا۔ بنوخزاعہ کے لوگوں نے حرم شریف میں پناہ لی مگر ان ظالموں نے کعبۃ اللہ میں بھی ان کو نہ چھوڑا۔ اس طرح قریش

Marfat.com

اور ان کے حلیف قبیلہ بنو بکر کی شاخ بنو نفاشہ نہ صرف عہد شکنی کے مرتکب ہوئے بلکہ انہوں نے بیت اللہ شریف کی حرمت کو بھی پامال کیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب حصہ لیا۔

اس سانحہ کے بعد مظلوم بنو خزاعہ نے ۴۰ آدمیوں کا ایک وفد عمرو بن سالم کی سرکردگی میں مدینہ منورہ بھیجا۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے قریش کے ظلم سے محمد (ﷺ) اور خدائے محمد (ﷺ) کی دہائی دی۔ حضور ﷺ نے اضطراب سے ان کو دیکھا اور اطمینان سے ان کی باتیں سنیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ کا رئیس عمر بن سالم آپ ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ لے کر آیا اور کہنے لگا "حضور! ہمارے حریف بنو بکر نے قریش کی شہ اور مدد پر جنگ کا آغاز کیا۔ ہم حرم میں پناہ گزیں ہو گئے۔ عرب کی قدیم روایات کے خلاف ہمارے پناہ گزینوں کو وہاں بھی ذبح کر ڈالا۔ ہم چالیس آدمی بمشکل بچ کر یہاں پہنچے ہیں۔" تمام واقعہ سنا کر آپ ﷺ سے امداد کی فریاد کی۔ آقائے رحمت ﷺ کو یہ خونیں داستان سن کر صدمہ ہوا اور ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ "مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔" (زرقانی جلد ۲)

چونکہ بنو خزاعہ کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا کہ دشمن کے حملہ کی صورت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا جائے گا' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کی جانب ایک قاصد بھیجا اور تین شرائط پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی شرط منظور کر لیں۔

۱۔ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

۲۔ قریش مکہ اپنے حلیف بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

۳۔ ورنہ معاہدہ حدیبیہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے قاصد نے مذکورہ شرائط کو جب قریش مکہ کے سامنے رکھا تو قریش کے نمائندے قرطہ بن عبد عمرو نے جواب دیا کہ ہم نہ تو قتل ہونے والوں کے خون کا معاوضہ دیں گے اور نہ ہی حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے دستبردار ہوں گے' البتہ تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور بڑے متکبرانہ انداز میں کہا کہ ہم صلح حدیبیہ کو توڑنے کا اعلان کرتے ہیں۔ قاصد نے واپس مدینہ آکر حضور ﷺ کو قریش کا جواب سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا "یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کی زیادتیاں ناقابل برداشت ہوگئی ہیں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کردی۔

قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش مکہ کو بہت جلد اپنی اس سنگین غلطی کا احساس ہوگیا اور ہوا کا رخ دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ اب ان کی خیر نہیں۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھئے کہ محمد ﷺ ہم پر حملہ کردیں گے۔ انہوں نے ابوسفیان پر دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جاکر معاہدہ کی تجدید کرائے۔ چنانچہ رؤسائے قریش کے مشورہ سے ابوسفیان تجدید معاہدہ کے لئے عازم مدینہ ہوگیا۔

ابوسفیان بڑی تیزی سے مدینہ پہنچا اور سب سے پہلے وہ اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جاکر بستر پر بیٹھنے لگا تو بیٹی نے جلدی سے بستر اٹھادیا کہ تم مشرک ہوکر خدا کے رسول (ﷺ) کے پاک بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ سن کر ابوسفیان رنجیدہ ہوا اور وہاں سے نکل کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا مقصد بیان کیا لیکن حضور ﷺ نے التفات نہ فرمائی۔ پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو جاکر ملا اور ہر ایک سے مدد حاصل کرنا چاہی۔ مگر کوئی جواب نہ پاکر خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفارش کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ "ہم اس معاملہ میں کچھ نہیں

Marfat.com

کر سکتے'' آخر مایوس ہو کر ابوسفیان مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز میں مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ یہ اعلان کر کے ابوسفیان مکہ روانہ ہو گیا۔ جب مکہ پہنچا تو قریش نے اس سے پوچھا تو اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا اور بتایا کہ اس نے آخر میں علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر امان کا اعلان کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا تو کیا محمد ﷺ نے اس امان کو نافذ کر دیا؟ اس نے کہا ''نہیں'' یہ سن کر مکہ کے لوگ بولے تیری تباہی ہو...... علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تجھ سے مذاق کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پہلے ہی تیاری کا حکم دے چکے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ راز داری کو بھی ملحوظ رکھا۔ اس کے ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ نے اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامے بھجوائے لیکن کسی کو حضور ﷺ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ جنگ کس کے ساتھ لڑی جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات معلوم نہ تھی۔ حتیٰ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی علم نہ ہو سکا جو اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ کے لئے اسلحہ نکال رہی تھیں۔

اسی اثناء میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ابن ابی بلتعہ، جو ایک معزز صحابی تھے، نے ایک رقعہ لکھ کر مشرکین مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے عزائم کی اطلاع دینے کے لئے ایک عورت کو بھیجا۔ وحی کے ذریعے آپ ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہو گیا چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کا تعاقب کریں اور اس سے خط چھین لائیں۔ ان تینوں شہسواروں نے اس عورت کو روضہ خاخ کے مقام پر جا پکڑا اور خط چھین کر واپس آئے۔ یہ خط جب آپ ﷺ کے سامنے پڑھا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت حاطب کو مخاطب ہو کر فرمایا ''حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ'' مجھے نہ کفر سے محبت ہے اور

Marfat.com

نہ ہی اسلام سے مرتد ہوا ہوں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ قریش پر احسان کر دوں تاکہ میرے بچوں کی حفاظت کا سامان ہو جائے"۔ یاد رہے کہ حضرت حاطب کے اہل خانہ ابھی تک اہلِ مکہ ہی کی تحویل میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے عمر! کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم جو چاہو کرو تم سے کوئی مواخذہ نہیں"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت حاطب کو معاف فرما دیا۔ (بخاری شریف جلد ۲)

مدینہ منورہ سے روانگی

حضور ﷺ ۱۰ رمضان المبارک ۸ ھ کو جانثاران توحید و رسالت کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ روانہ ہوئے، آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے۔ راستے میں آپ ﷺ کی اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ مسلمان ہو کر ہجرت کرتے ہوئے مدینہ چلے آرہے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہونے کی وجہ سے مدینہ سے چلتے وقت سبھی روزہ سے تھے رحمتِ عالم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ سفر کی مشقت سے مجاہدین اسلام پر روزہ گراں ہے، آپ ﷺ نے پانی نوش فرما کر روزہ افطار فرمایا جسے دیکھ کر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی روزے افطار کر لئے۔ چنانچہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔ (بخاری شریف جلد ۲، سیرت ابن ہشام جلد ۲)

لشکر اسلام نے مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر "مرالظہران" پہنچ کر پڑاؤ کیا تو حضور ﷺ نے فوج کو حکم دیا کہ مجاہدین دور دور پھیل جائیں اور جگہ جگہ آگ روشن کر دیں۔ تاکہ کفار مکہ کو مسلمانوں کی کثرتِ تعداد کا اندازہ ہو سکے اور ناحق

Marfat.com

خون ریزی نہ ہو۔ چنانچہ فوج دور دور تک پھیل گئی اور جگہ جگہ ہر سپاہی نے علیحدہ علیحدہ آگ روشن کر دی نتیجتاً تمام صحرا گلنار بن گیا۔

قریش مکہ کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہو گئے مگر انہیں منزل کا علم نہیں ہو رہا تھا۔ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا اس تلاش و جستجو میں نکلے ہوئے تھے تا کہ رسول اللہ ﷺ کا پتہ لگایا جائے۔ جب یہ تینوں رؤسائے قریش مرالظہران کے قریب پہنچے تو میلوں تک آگ کی روشنی دیکھ کر حیران رہ گئے اور پریشانی کے عالم میں ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے تو زندگی میں کبھی اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ جلتے ہوئے نہیں دیکھی۔

ابوسفیان بن حرب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی سواری پر بیٹھے لشکر کا چکر لگا رہے تھے کہ معاًان کے کانوں میں ابوسفیان کی آواز پڑی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور اسے بلایا۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر ہے اور اب قریش کی خیر نہیں ہے۔ یہ بات سن کر ابوسفیان ٹھٹھر گیا اور پریشانی کے عالم میں کہنے لگا ''اے عباس! اب کیا ترکیب کی جائے؟'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہیں پکڑ لیا گیا تو تمہاری گردن ماردی جائے گی لہٰذا میرے ساتھ بیٹھ جاؤ اور میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ پیچھے بیٹھ گیا۔جب یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو پہچان لیا اور کہا کہ کفر کا سردار اب ہمارے قبضہ میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا ﷺ کی طرف دوڑ لگائی ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خچر کو ایڑ لگائی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جلدی سے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں

Marfat.com

کی جان بخشی کی سفارش پیش کر دی اور کہا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم میں نے ان کو امان دے دی ہے۔''

اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ گئے اور عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وآلک وسلم یہ ابوسفیان ہے مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کروں۔'' لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو پناہ دے چکے تھے' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اسے اپنے خیمے میں لے جاؤ اور صبح پیش کرنا۔ جب صبح ابوسفیان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ابوسفیان! تم پر افسوس ہو کہ تم پر ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کریم ہیں۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور الہٰ ہوتا تو اب تک ضرور میری مدد کر چکا ہوتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ابوسفیان! تم پر افسوس! کیا تم پر ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم جان سکو کہ میں اللہ کا رسول ہوں'' ابوسفیان نے کہا کہ اس میں قدرے شبہ ہے'' یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''اس سے پہلے کہ تم قتل کئے جاؤ اسلام قبول کرلو'' چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور حق کی شہادت دی۔

یہ وہی ابوسفیان تھا جس نے اسلام کے خلاف بدر کے بعد سے لے کر اب تک ساری لڑائیاں کھڑی کی تھیں۔ عرب کے قبائل کو ابھارا' برانگیختہ کر کے بار بار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے لاتا رہا۔ جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی سازشیں کی تھیں اور اب وہ مسلمانوں کے پنجہ میں تھا اور اپنے ہر جرم کی سزا کا مستحق تھا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب باتوں سے درگزر کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر یہ اعلان عام کر دیا جاتا ہے کہ آج جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس سے بھی کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

Marfat.com

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو پہاڑی کی چوٹی پر لے جا کر ذرا افواج الٰہی کی شان اور جلال کا منظر دکھاؤ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں لے جا کر ایک مناسب جگہ پر کھڑا کر دیا۔

لشکر اسلام کا جاہ و جلال

اسلامی لشکر سمندر کی موجوں کی طرح سامنے سے گزرنے لگا۔ سب سے پہلے قبیلہ غفار کا پرچم تھا۔ پھر جہینہ ہذیم اور سُلیم کے قبیلے ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان ہر دفعہ ڈر جاتا تھا۔ ابوسفیان سہم کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھتا "یہ کون لوگ ہیں؟" حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے قبیلہ کا نام بتاتے۔ سب کے بعد انصار کا لشکر اس شان و شوکت سے ساتھ گزرا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے۔ پہاڑی گونج اٹھی۔ ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا "اے عباس رضی اللہ عنہ! یہ کون لوگ ہیں۔" انہوں نے جواب دیا "یہ انصار ہیں۔"

ابوسفیان نے مسلمانوں کا آہن پوش لشکر دیکھا تو بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا: کتنی عظیم بادشاہت ہے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلا تامل اسے جواب دیا: ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اتنے میں انصار کے علَم بردار حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ جھنڈا لئے ابوسفیان کے قریب سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر انہوں نے کہا: "اے ابوسفیان! آج سخت جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔"

آخر میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم ہادیء کائنات ﷺ کی سواری سادگی کی شان کے ساتھ گزری جس کے آگے آگے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن العوام علَم اٹھائے ہوئے تھے جن کے چاروں طرف جانثاروں کا ہالہ تھا۔ حضور ﷺ کو جب سعد رضی اللہ عنہ بن

Marfat.com

عباہ کے نعرہ کا علم ہوا تو فوراً ان سے علم واپس لے کر ان کے بیٹے کے سپرد کر دیا اور فرمایا آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے۔"

تاجدار دو عالم ﷺ نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ تھا:

۱۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔

۲۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کے لئے امان ہے۔

۳۔ جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے۔

اس اعلان میں اس کی شرط نہ تھی کہ جو مسلمان ہو جائے گا، بس اس کو امن دیا جائے گا بلکہ کافروں کو حالتِ کفر میں بھی امن دینے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ یہ تھیں عطر محبت کی وہ شمیم انگیزیاں جس سے عرب کی فضا معطر ہوئی۔

فتح اسلام کی نوید لیے ہوئے صبح کا سورج مسکراتا ہوا نکلا۔ ہتھیاروں سے لیس جانثاران اسلام اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مکہ کی جانب بڑھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے تمام ایسی تدابیر اختیار فرمائیں کہ کوئی خون بہے بغیر شہر فتح ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں داخلہ

۲۰ رمضان المبارک ۸ ھ بروز پیر لشکر اسلام کے تمام دستے مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے، تاجدار کائنات ﷺ نے لشکر کے مختلف حصوں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ کسی طرف سے کوئی بھی مزاحمت نہ ہوئی۔ صرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کا ٹکراؤ قریش کے ایک جتھے سے ہوا۔ جنہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیئے اور پھر اپنی تلواریں بے نیام کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں دو مسلمان شہید ہو گئے۔ اس صورت حال

Marfat.com

کو دیکھتے ہوئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ان پر جوابی حملہ کر کے قریش کے دس بارہ آدمیوں کو قتل کر دیا باقی سب بھاگ گئے۔ اس معمولی سی مڈبھیڑ کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کے جھرمٹ میں فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔

تاجدار کائنات ﷺ کا جھنڈا مقام حجون (جنت المعلی) مسجد الفتح کے قریب گاڑا گیا۔ پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت اُسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کیا۔ اس وقت بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت تھے۔ آپ ﷺ ایک چھڑی سے انہیں کچوکے لگاتے اور فرماتے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾ (سورہ بنی اسرائیل: ۸۱)

"حق آ گیا اور مٹ گیا ہے باطل یقیناً باطل مٹ جانے ہی والا تھا"

اس ضرب سے بت پاش پاش ہوتے جاتے۔ جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ اپنے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز نفل بھی ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔ (صحیح بخاری جلد ۱)

وہ نبیء رحمت جو فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو فتح مندی و نصرت کی تاریخ کا انوکھا باب رقم فرمایا۔ ۲۰ برس تک رسول خدا ﷺ اور ان کے رفقاء کو اذیتیں دینے، جنگیں لڑنے اور حضور ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھانے والے ہزاروں کی تعداد میں حرم کعبہ میں جمع تھے۔ قریش مکہ جو سر جھکائے نگاہیں نیچی کئے سہمے کھڑے تھے، ان میں وہ بد بخت بھی تھے جو بار بار آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کرتے

Marfat.com

رہے تھے۔ وہ ظالم بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کئے تھے‘ آپ ﷺ کے چہرہ انور کو لہولہان کرنے والے وہ سفاک بھی تھے جو آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ ﷺ کا گلا گھونٹنے کی ناپاک سعی کر چکے تھے۔ وہ ستم گار بھی تھے جنہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے‘ انہیں اپنا انجام صاف دکھائی دے رہا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ رحمت مجسم نے ان مجرموں پر نگاہ ڈالی اور پوچھا ”تم جانتے ہو کہ آج میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟“ اس سوال پر سب مجرم کانپ اٹھے۔ اپنی خونخواری کی پوری تاریخ اہل مکہ کی نگاہوں میں گھوم گئی۔ مگر وہ رسول اللہ ﷺ کے مزاج شناس تھے۔ انہیں حضور ﷺ کے حسن سلوک اور شان عفو و کرم پر اعتماد تھا۔ اسی لیے تو سر جھکا کر یک زبان ہو کر بولے ”آپ کریم بھائی ہیں اور کریم باپ کے بیٹے ہیں۔“

اس پر رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا ”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ“ (سورۃ یوسف: ۹۲) آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔ اچانک یہ فرمان رحمت سن کر مجرموں کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور حضور ﷺ نے اُن سے آئندہ کے لئے کسی قسم کا عہد و اقرار نہیں لیا۔ کوئی شرط پیش نہیں فرمائی۔ مہاجرین کی جو جائیدادیں کفار کے قبضہ میں تھیں وہ بھی نہ صرف واپس نہ لیں بلکہ مہاجرین سے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے مکانوں اور املاک سے دست بردار ہو جائیں۔ شان لطف و احسان کا اس سے بڑا اور مظاہرہ کیا ہوگا کہ دعوت اسلام کے ابتدائی دُور میں ایک بار جب خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کیلئے آپ نے عثمان بن طلحہ سے کہا تو اُس نے انتہائی گستاخانہ بے رخی سے انکار کر دیا تھا جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے ملائم لہجے میں فرمایا عثمان یاد رکھو ایک دن آئے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کر دوں گا۔“ عثمان بن طلحہ نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا

Marfat.com

"شاید یہ وہ دن ہوگا جب سارے اہل قریش مر چکے ہوں گے"۔ حضور ﷺ نے کمال تحمل سے فرمایا نہیں عثمان وہ تو قریش کی سچی عزت کا دن ہوگا"۔

اس واقعہ کو کئی سال گزر چکے تھے لیکن ہجوم میں کھڑے عثمان کو سب کچھ یاد تھا۔ وہ آنے والی رات کے خوف سے کپکپا رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی واقعے کی تمام جزئیات یاد تھیں، اس وقت خانہ کعبہ کی چابی حضور ﷺ کے دستِ مبارک میں تھی۔ کئی صحابہ اس کو حاصل کرنے کے آرزومند تھے۔ بنو ہاشم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے تو باضابطہ درخواست گزاری کہ چابی ان کے حوالے کر دی جائے لیکن نبی رحمت کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا عثمان بن طلحہ کہاں ہے؟ یہ سن کر عثمان لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں موت کا منظر رقص کر رہا تھا اور چہرہ دھلے کپڑے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "عثمان! وہ دن یاد ہے؟" عثمان نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "جی ہاں! بے شک آپ صلی اللہ علیک وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے کمال شفقت سے اسے قریب بلایا، خانہ کعبہ کی چابیاں اس کے حوالے کیں اور فرمایا "خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزَعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ" یہ لو چابی اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس رہے گی۔ یہ چابی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ (زرقانی جلد ۲)

عفو و درگزر کی تعلیم دینا آسان ہے، لیکن اپنے قاتلوں، ستانے والوں کو پوری طرح غلبہ پانے کے بعد کسی ملامت کے بغیر معاف کر دینا یہ محمد عربی ﷺ کی شان تھی۔ عفو و درگزر کا اس قدر روشن باب اسلام کی تاریخ کے سوا اور کہیں نہیں ملتا۔

جب نماز کا وقت آیا تو ہادئ عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ یہ اذان گویا اسلامی انقلاب کی سرفرازی کا اعلان تھا۔ وہی

Marfat.com

کعبہ جہاں خدا کے بندوں کے لئے خدا کا نام پکارنا جرم بن گیا تھا' آج اس کی بلندیوں پر سے باآواز بلند اللہ کی بڑائی پکاری جا رہی تھی۔

سرزمین مکہ کی فتح سے بڑھ کر عظیم فتح تو یہ تھی کہ حضور ﷺ مقام صفا کی بلندی پر بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ جوق در جوق آ کر اسلام قبول کر رہے تھے۔ مردوں کے بعد حضور ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے بیعت کے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ صرف کلام ہی سے بیعت فرماتے اور آخر میں فرماتے میں نے تجھ سے بیعت لے لی۔ حضور ﷺ نے تقریباً اٹھارہ روز مکہ میں قیام فرمایا۔

حضور ﷺ کی ذات عالی سے انصار کی محبت

انصار نے قریش کے ساتھ جب رسول اللہ ﷺ کا کریمانہ حسن سلوک دیکھا تو ان کو یہ خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حبیب خدا ﷺ مکہ میں اقامت فرمالیں اور ہم آپ ﷺ سے دور ہو جائیں۔ جب حضور ﷺ کو انصار کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ

اب ہماری زندگی اور وصال تمہارے ہی ساتھ ہے (سیرت ابن ہشام جلد ۲)

یہ سن کر فرطِ مسرت سے انصار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سب نے کہا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہمارے دلوں میں جو خیال گزرا یا زبان پر آیا' اس کا سبب صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبہ عشق ہے کیونکہ آپ کی جدائی کا تصور بھی ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے۔" (زرقانی جلد ۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲)

Marfat.com

غزوۂ حنین (شوال ۸ھ)

فتح مکہ نے اردگرد کے قبائل کو نفسیاتی خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ چالیس پچاس میل دور نجد کے علاقہ میں بنو ہوازن اور بنوثقیف نے یہ فیصلہ کیا کہ قبل اس کے محمد (ﷺ) اپنے لشکر سے ہم پر حملہ آور ہوں' ہمیں اُن پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اس فیصلہ کے بعد دونوں قبائل نے بھرپور معرکہ آرائی کے لئے زور و شور سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ سرور کائنات ﷺ کو اُن کی جنگی تیاریوں کا جب علم ہوا تو آپ نے اُن کی سرکوبی کا فیصلہ فرمایا اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے کا حکم فرمایا۔

بنو ہوازن اور بنوثقیف نے مالک بن عوف کو اپنا سالار مقرر کیا اور ہزارہا جنگجوؤں پر مشتمل ایک زبردست لشکر اس کے ماتحت کر دیا۔ جنگی تدبیر کے طور پر مالک بن عوف نے حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنے بیوی بچوں اور مویشیوں کو ساتھ لے کر چلے تاکہ ہر سپاہی اُن کی حفاظت کی خاطر میدان میں جم کر مقابلہ کر سکے۔ اس لشکر نے اوطاس کی وادی میں پڑاؤ ڈالا اور اپنی فوج کے تیراندازوں کو وادی حنین کی کمین گاہوں میں چھپا دیا۔

دوسری جانب اُن کی سرکوبی کے لئے آپ ﷺ کے ہمراہ بارہ ہزار کا لشکر تیار ہوا' جن میں ۲ ہزار نو مسلم مکی بھی تھے۔ جب مسلمان باہر نکلے تو اُن کے دلوں میں کثرت تعداد کے سبب اطمینان تھا اور یہ سمجھ رہے تھے کہ اس معرکہ میں کوئی خاص مزاحمت نہ ہوگی۔ مکہ سے چلتے وقت چند اصحاب کے منہ سے نکل گیا کہ آج ہم (اتنی تعداد میں ہیں کہ) ہرگز مغلوب نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کو اُن کی یہ بات پسند نہ آئی اور فرمایا: ''ہماری شکست قلتِ تعداد کی وجہ سے نہ ہوگی''۔ یعنی نصرت اور فتح کثرتِ تعداد اور عمدہ ہتھیاروں سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا دارو مدار اس جذبہ پر ہے جو فدا کاری اور قربانی پر آمادہ کرے۔

جونہی لشکر اسلام وادی میں داخل ہوا اور نشیب میں اُتر کر آگے بڑھا اُس پر مختلف اطراف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے ماہر تیر اندازوں کے اس غیر متوقع بھرپور حملے سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی۔ اس عالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چند جانثاروں کے ساتھ میدان میں جمے رہے اور اپنے خچر کو آگے بڑھنے کے لئے ایڑ لگاتے ہوئے اس نازک موقع پر عزم و استقلال کے ساتھ پُر جلال باآواز بلند فرما رہے تھے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

ترجمہ: ''میں نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

دشمن کو شکست

اسی حالت میں آپ نے دائیں اور بائیں طرف دیکھا۔ حضرت عباس جنہوں نے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور ''بہت بلند آواز والے تھے'' کو حکم فرمایا کہ انصار اور مہاجرین کو پکارو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا: ''اے بیعت رضوان میں شریک لوگو! کہاں جاتے ہو۔ مہاجرین اور انصار' حضور ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی لبیک کہتے ہوئے دائیں بائیں ہر طرف سے پلٹتے گئے اور آن کی آن میں مسلمانوں کی جمعیت مجتمع ہوگئی۔ حضور ﷺ نے میدان جنگ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو گھمسان کا رَن پڑ رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی میں

Marfat.com

مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: شَاهَتِ الْوُجُوْهُ۔ ''چہرے بگڑ جائیں''۔ یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ اس سے بھر نہ گئی ہو۔ اس کے بعد اُن کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور ایک ہی حملہ میں قبائل کے پاؤں اکھڑ گئے۔ یہاں تک کہ وہ مال مویشی اور خواتین کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور قریباً ۷۰ لاشیں میدان میں چھوڑ گئے۔ جبکہ صحابہ میں سے صرف چار شہید ہوئے۔ ۶ ہزار اسیرانِ جنگ کے علاوہ مالِ غنیمت میں ۲۳ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

محاصرہ طائف

جنگ حنین کے بعد طائف کا محاصرہ کر لیا گیا جو ۲۰ روز جاری رہا۔ ایک تجربہ کار بدو کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے اسے مزید طوالت دینے کی ضرورت نہ سمجھی گئی تو اس دعا کے ساتھ محاصرہ اٹھا لیا گیا:

''کہ اے اللہ ثقیف کو ہدایت عطا فرما اور توفیق دے کہ میرے پاس آ جائیں''۔

یہ دعا منظور ہوئی اور ثقیف بھی بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔

تقسیم مالِ غنیمت اور بنو ہوازن کی آمد

طائف کا محاصرہ ختم کرنے کے بعد جعرانہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا۔ یہاں حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق غزوہ حنین اور اوطاس کے اموالِ غنیمت جمع کر دیئے گئے تھے اور اُن کی حفاظت پر صحابہ کی ایک جماعت مامور تھی۔ قریباً دس روز تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شکست خوردہ بنو ہوازن کا انتظار فرماتے رہے کہ شاید وہ اسلام قبول

Marfat.com

کرنے یا اپنی عورتوں اور بچوں کو آزاد کرانے آپ کے پاس آئیں۔ جب ایسا نہ ہوا تو آپ نے اموالِ غنیمت تقسیم فرما دیئے۔

ان قیدیوں میں شیما بنت حارث سعدیہ بھی تھیں جو رسول اللہ کی رضاعی بہن تھیں۔ جب اُنہیں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں پہچان لیا۔ اُن کی تکریم فرمائی اور اپنی چادر مبارک پر اُنہیں بٹھایا۔ پھر آپ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ فرمایا:

''اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو میں تمہارا بھائی ہوں اور اگر تم اپنے قبیلہ میں واپس جانا چاہتی ہو تو اس کا تمہیں اختیار ہے''۔

بی بی شیما نے عرض کیا: آپ مجھے جو کچھ عطا کرنا چاہیں کر دیں اور مجھے میری قوم میں واپس بھیج دیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے منظور ہے۔ پھر آپ نے اُنہیں ایک باندی' بکریوں کا ایک ریوڑ اور تین غلام عطا فرمائے۔ وہ خوش و خرم رخصت ہوئیں۔ رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اس لئے وہ صحابیات میں شمار ہوتی ہیں۔

(رحمت دارین)

جونہی مال غنیمت تقسیم ہو چکا تھا حضرت حلیمہ سعدیہ (حضور کی رضاعی ماں) کے قبیلہ کے معززین کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا اور قبول اسلام اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں زہیر بن صرد نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! آپ نے جنہیں گرفتار کیا ہے' ان میں آپ کی رضاعی مائیں' بہنیں' پھوپھیاں اور خالائیں ہیں کیونکہ آپ نے بچپن میں اِسی قوم کی ماں کا دودھ پیا ہے' آپ اس نسبت کے صدقہ سے اِن قیدیوں کو رہا فرما دیں۔ خدا کی قسم! اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان میں دودھ پیا ہوتا تو اُن

Marfat.com

سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں آپ سے تو ہمیں اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ظہر کے وقت یہ معاملہ قوم کے سامنے رکھنا۔

جب انہوں نے نماز کے بعد اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا اور مسلمانوں سے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنا اور بنی عبدالمطلب کا سارا حصہ معاف کر دیا۔

یہ دیکھ کر تمام مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے کے قیدی رہا کر دیئے۔ اس طرح بنو ہوازن کے ۶ ہزار قیدی رہا ہو گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف سے سب قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے۔ آپ ﷺ کے اس حسن سلوک سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلے دنگ رہ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ تو ان پر اسلام لانے کی شرط لگائی' نہ اُن پر کوئی دباؤ ڈالا اور نہ اُن سے کسی قسم کا عہد لیا۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ عتاب بن اُسید کو مکہ کی امارات کا منصب سونپا اور واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم اور انصاریوں سے خطاب

جعرانہ میں بے شمار مالِ غنیمت ۲۴ ہزار اُونٹ' ۴۰ ہزار بکریاں اور ۴ ہزار اوقیہ چاندی جمع کیا گیا تھا۔ اس میں سے قرآنی احکام کے مطابق پانچواں حصہ معاشرہ کے حاجت مند طبقوں اور اجتماعی ضرورتوں کے لئے بیت المال میں جمع کر لیا گیا اور بقیہ اسلامی لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔

قرآن مجید نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ (سورہ التوبہ: ۶۰) کے تحت تالیف قلب کی جو مد ہے' اُس کے تحت حضور انور ﷺ نے مکہ کے باشندوں اور ان کے رئیسوں کو

Marfat.com

دل کھول کر بہت سامان دیا۔ جس کا مقصود یہ تھا کہ ان کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکے۔ کیونکہ اس وقت ان سے زیادہ زخم خوردہ کون ہوگا۔ فتح مکہ کے بعد جن کی قیادتوں کے تخت الٹ گئے تھے' ان کے احساسات کا عالم کیا ہوگا۔ جب وہ سرور عالم ﷺ کے قرابت دار ہوتے ہوئے بھی پچھلی صفوں میں کھڑے تھے اور انصار اور مہاجرین حضور (ﷺ) کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ اُن کے زخموں پر اگر احسان کا مرہم نہ رکھا جاتا تو اُن کے سینے میں دبی ہوئی چنگاریاں انتقامی جذبہ کو ابھارتی رہتیں اور وہ بادل نخواستہ مطیع رہ کر اسلامی مقاصد کو در پردہ غارت کرنے کا موجب بنتے۔

ذرا چشم تصور سے دیکھئے کہ وہ کیسا عجیب سماں ہوگا جب ابوسفیان' حکم بن حزام' نصر بن حارث' صفوان بن امیہ وغیرہ اور اُن جیسے دورِ جاہلیت کے اکابر اِسی ہستی کے مقدس ہاتھوں سے آج عطیات حاصل کر رہے تھے' جنہیں اُنہوں نے برسوں گالیاں دی تھیں' جھوٹا کہا تھا' مذاق اور طنز کا نشانہ بنایا تھا' بدنی اذیتیں دی تھیں' قید (شعب ابی طالب) میں ڈالا تھا' شہید کرنا چاہا تھا' گھر (مکہ) سے نکالا تھا اور جن کے خلاف تلوار اُٹھا کر اسے امن و چین کا ایک لمحہ بھی بسر کرنے کا موقع نہ دیا تھا۔ ہے انسانیت نوازی کی ایسی کوئی درخشندہ مثال۔

انصار نے جب دریائے کرم کو قریش کے حق میں اس طرح امڈتے دیکھا تو ان میں سے بعض کو یہ گمان ہوا کہ شاید حضور ﷺ نسلی اور وطنی تعلق کی بنا پر ان لوگوں کو نواز رہے ہیں اور ہمیں پس پشت ڈال دیا ہے۔ یوں گمان کرنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ حضور ﷺ نے اپنے اہل بیت پر یہ بارش نہیں کی تھی۔ قربانیاں دینے والے قرابت مند مہاجرین تک کو نہیں نوازا تھا' خود اپنے لئے کوئی امتیازی استفادہ حاصل نہیں کیا تھا۔ تو پھر اگر قریش کے ساتھ یہ خصوصی سلوک ہو رہا تھا تو اس کی بنیاد کسی عظیم مصلحت پر ہوگی۔

رئیس الانصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضور ﷺ تک

Marfat.com

پہنچائی۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے انصار کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ پھر اللہ کی حمد و ثناء کے بعد ہادی عالم ﷺ نے اُن کے سامنے دل ہلا دینے والا مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ہر جملہ اثر میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا:

کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے تو خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو سیدھی راہ دکھائی، تم بکھرے ہوئے تھے تو خدا نے میرے ذریعہ سے تمہیں ایک کر دیا، تم مفلس تھے تو خدا نے میرے ذریعہ تمہیں دولت مند بنایا۔

جیسے جیسے آپ فرماتے جاتے تھے، انصار مدینہ ہر جملہ پر کہتے جاتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول کا ہم پر احسان سب سے بڑھ کر ہے۔ آپ ﷺ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ہاں تم یہ جواب دے سکتے ہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیک و آلک وسلم) آپ کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے آپ کو سچا مانا۔ آپ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے آپ کا ساتھ دیا اور ہر طرح سے آپ کی مدد کی۔

یہ کہہ کر آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ جواب دو اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔

لیکن اے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو ساتھ لے کر جاؤ۔ انصار کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر ڈاڑھیوں کو تر کر رہے تھے۔ آخری بات سن کر وہ چیخ اٹھے کہ "ہمیں صرف محمد (ﷺ) درکار ہیں"۔ پھر آپ نے انہیں نرمی سے وہ مصلحت سمجھائی جس کے تحت قریش کی دلجوئی ضروری تھی۔ (ماخوذ از محسن انسانیت)

پھر ارشاد فرمایا کہ:

اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی دوسری وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی اور وادی میں چلوں گا۔ (بخاری شریف، جلد ۲)

Marfat.com

غزوہ تبوک

شام اور مصر جن پر غسانی خاندان حکومت کرتا تھا جو قیصر روم کے زیر اثر تھا۔ شام کی سرحدیں حجاز سے ملتی تھیں اس لئے فتح مکہ کے بعد عرب میں تیزی سے ابھرتی ہوئی اسلام کی نئی قوت کا حال سن کر رومیوں میں تشویش پیدا ہو چکی تھی۔ ملک شام اور حجاز کی سرحد پر تبوک کے مقام کے آس پاس کچھ عرب سردار جو عیسائی ہو گئے تھے رومیوں کی ماتحتی میں حکومت کر رہے تھے۔ قیصر روم نے اُن کو ساتھ ملا کر مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔

مسلمانوں کو رومیوں کے حملہ کی خبر ملک شام کے اُن سوداگروں سے ملی جو مدینہ میں زیتون بیچنے آیا کرتے تھے۔ اُن تاجروں نے بتایا کہ قیصر روم نے ملک شام میں مسلمانوں کے خلاف بہت بڑی فوج جمع کر لی ہے جس میں غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو رومیوں کی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے اُن کا انتظار کرنے کی بجائے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ لڑائی کی تیاری کریں۔ سخت گرمیوں کا موسم تھا ملک میں قحط کے آثار بھی تھے۔ منافق جو دل سے مسلمان نہ تھے اُن کے لئے بڑی آزمائش کا وقت آ گیا۔ وہ مختلف بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھ گئے۔

منافقین نہ صرف خود جہاد میں شرکت سے جی چراتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی گرمی کی شدت اور قیصر روم کی بے پناہ قوت کا رعب دے کر جہاد سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر پر جوش مسلمانوں کے لئے یہ ان کے ایمان کی تازگی کا نیا

Marfat.com

موقع تھا کیونکہ اب عرب کے چند قبیلوں کا سامنا نہیں تھا بلکہ دنیا کی ایک بڑی سلطنت کا مقابلہ تھا۔ لہٰذا منافقوں کی چالبازیوں کے باوجود تیس ہزار جانثارانِ اسلام کا بہت بڑا لشکر جمع ہوگیا۔ اتنے بڑے لشکر کو خوراک، ہتھیار اور سواریاں مہیا کرنے کے لئے کثیر سرمائے اور سامان کی ضرورت تھی۔

اس لئے حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر مال اور سامان دینے کی ترغیب دی۔ اس موقع پر ایثار و اخلاص کے حیرت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر قربانی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا مال و اسباب راہِ حق میں پیش کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار ۷۰ گھوڑے اور ایک ہزار اُونٹ پالان سمیت پیش کئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ مال و دولت کا ایک انبار لے کر حاضر ہوئے۔ خواتین نے اپنے زیور اتار کر اللہ کی راہ میں دے دیئے۔ اس طرح سبھی صحابہ اور صحابیات نے انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سب سے بازی لے گئے۔ انہوں نے اپنے گھر کا سارا سامان لا کر بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا اور گھر میں جھاڑو پھیر دیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا:

ابوبکر! اہل و عیال کے لئے کیا رکھا ہے؟

عرض کی: اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

بس اُن کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔

اسی طرح دوسرے صحابہ کرام نے بھی دل کھول کر چندہ دیا۔ حضور ﷺ نے ان سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

آخر کار حضور ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور

Marfat.com

مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آہ بھر کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

آپ کا یہ ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وہ فخر ہے جس کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

مدینہ منورہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقام ثنیتہ الوداع میں قیام فرمایا اور فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ میمنہ اور میسرہ وغیرہ ترتیب دیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ اس موقع پر بعض مخلص صحابہ جن میں کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع جیسے لوگ بھی تھے، روانہ ہونے سے رہ گئے۔

جب اسلامی لشکر تبوک کے قریب پہنچا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل ہم تبوک کے چشمے پر پہنچیں گے۔ لیکن کوئی چشمے کے پانی کو استعمال نہ کرے۔

اگلے روز دوپہر کے وقت جب اسلامی لشکر تبوک کے چشمے پر پہنچا تو دیکھا کہ اس چشمے سے بہت باریک سی پانی کی دھار بہہ رہی ہے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے تھوڑا سا پانی منگوا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرما کر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ مسلمانوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے پانی کی زوردار آبشار بہنے لگی جس سے تیس ہزار پر مشتمل لشکر نے خود بھی سیر ہو کر پانی پیا اور سواری کے جانوروں (جو ہزاروں کی تعداد میں تھے) نے بھی خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

تبوک پہنچ کر تاجدار کائنات ﷺ نے پڑاؤ کا حکم دیا لیکن رومی لشکر کا دور دور تک کوئی نشان نہ ملا۔ کیونکہ رومی جاسوسوں نے قیصر کو یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ تیس ہزار جان نثاروں کو ساتھ لے کر تبوک کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے

Marfat.com

دل پر اس قدر ہیبت طاری کی کہ وہ ہمت ہار بیٹھا۔ رومی لشکر کی بھی یہی حالت تھی اور وہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں ۲۰ دن قیام فرمایا۔ اس قیام کا یہ اثر ہوا کہ تیس ہزار مسلمانوں کی پاکیزہ جماعت جو ظاہر میں سپاہی تھے مگر حقیقت میں عاشق الٰہی تھے، آس پاس کی آبادیوں پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہی۔ اطراف و اکناف میں کفار کے دلوں پر اسلام کا دبدبہ اور رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔

تبوک کا سفر اس حیثیت سے کہ یہ عرب کے باہر کی دو سب سے بڑی طاقتوں میں سے ایک سے ٹکرانے کی سب سے پہلی کامیاب کوشش تھی، بہت اہم تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کی بخیریت و عافیت واپسی پر مسلمانوں نے بڑی خوشی منائی۔ مدینہ کے لوگ شوق کے عالم میں رسول اللہ ﷺ کو لینے کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور بچیوں نے خیر مقدم کا گیت گایا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

ہم پر چاند نکلا ہے، وداع کی گھاٹیوں سے۔ خدا کا شکر اس وقت تک
ہم پر فرض ہے جب تک دنیا میں خدا کا کوئی پکارنے والا باقی ہے۔

مدینہ واپس آ کر جب آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے تو منافقین قسمیں کھا کھا کر لشکر کے ساتھ نہ جانے کا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے اُن کی ظاہری باتوں کو قبول فرما لیا۔

دوسری طرف حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع جو نہایت مخلص مسلمان تھے، نے کوئی عذر پیش نہ کیا اور لشکر کے ساتھ نہ جاسکنے پر سچے دل سے

Marfat.com

نادم ہوئے۔ آقائے رحمت نے ان غلاموں کے ساتھ بات کرنے کی ممانعت کر دی اور ہر قسم کی لاتعلقی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور انور ﷺ کا یہ حکم سنتے ہی تمام صحابہ کرام نے ان تینوں سے قطع تعلق کر لیا۔ یہ ایک بہت بڑا امتحان تھا۔ یہ اصحاب کئی روز تک بے آب و دانہ اور بے خواب پڑے رہے۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے۔

اس حال میں ان اصحاب کی پچاس راتیں گزریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور حکم فرمایا:

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ (سورہ توبہ:۱۱۸)

''اور تینوں پر بھی نظر رحمت فرمائی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات، تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بہ کرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

جب اِن اصحاب کو ہوش میں لا کر بتایا گیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا تو انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم اپنی لغزش کے کفارہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دینا چاہتے ہیں۔ مگر آپ نے فرمایا: نہیں صرف ایک تہائی ہی کافی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت اپنا تہائی مال اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ (ضیاء النبی جلد ۶)

Marfat.com

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میری توبہ کی قبولیت کی آیت نازل ہوئی تو میں نے فرطِ محبت وشوق سے اپنے آقا کے ہاتھ مبارک چوم لیے۔

(ضیاء النبی جلد ۴، بحوالہ سبل الہدیٰ، جلد ۵، صفحہ ۶۸۵)

مسجد ضرار

منافقین نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد قبا کے مقابلے میں مسجد قبا سے مشرق کی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک مسجد بنائی۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ قیصر روم کے مقابلے کے لئے سفر تبوک کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنگ تبوک کی لئے روانہ ہونے لگے تو مکار منافقوں کے ایک گروہ نے بارگاہ اقدس (ﷺ) میں عرض کیا کہ یہ مسجد بیماروں اور ضعیفوں کی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہے۔ جو لوگ مسجد قباء سے ذرا فاصلے پر رہتے ہیں اور مسجد میں نماز کے لئے نہیں پہنچ سکتے، وہ اِس (مسجد ضرار) میں نماز پڑھ لیا کریں گے۔ تیز بارش اور سردی کی راتوں میں دوسرے لوگ بھی یہاں نماز پڑھ لیا کریں گے۔ آپ ﷺ تبرکاً ایک مرتبہ اس مسجد میں نماز پڑھادیں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت میں جہاد کے لئے گھر سے نکل چکا ہوں۔ منافقین نے مکروہ عزائم پر ریا اور منافقت کا پردہ اس خوش اسلوبی سے تانا کہ کسی کو اصل معاملے کی تحقیق و تفتیش کا خیال ہی نہ آیا۔

مسجد ضرار کا انہدام

رسول اللہ ﷺ جب سفر تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین کی چالبازیوں اور اُن کی مکاریوں، دغابازیوں کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات ۱۰۰ تا ۱۰۷ نازل ہوئیں۔ جس میں منافقین کے نفاق اور اُن کی اسلام دشمنی کے تمام رموز واسرار بے

Marfat.com

نقاب ہو کر سامنے آ گئے اور ان کی مسجد کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ۱۰۷ اور ۱۰۸ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات مقدسہ میں آیت نمبر ۱۰۷ کا یہ حصّہ "لَیَحلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلاَّ الْحُسْنٰی" (قسمیں کھا کر جتلائیں گے کہ ہمارے ارادے میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں) میں منافقین کی حیلہ سازیوں کا دوٹوک الفاظ میں پردہ فاش کیا گیا۔

ان آیات کے نزول کے بعد حضور اقدس ﷺ نے حضرت مالک بن الدخشم اور معین بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ مسجد ضرار کو منہدم کر دیں اور جلا دیں۔ چنانچہ قبل اس کے کہ آپ مدینہ پہنچتے مسجد منہدم کر دی گئی۔ (زرقانی، جلد ۳)

❀❀❀❀

Marfat.com

حج ۹ ھ

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذی قعدہ ۹ ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف بغرض حج روانہ فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے قربانی کے ۲۰ اونٹ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجے۔ حضور ﷺ نے ان جانوروں کی گردنوں میں اپنے دست مبارک سے قلادے ڈالے اور قربانی کے نشان لگائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی قربانی کے لیے پانچ جانور ساتھ لے لئے۔

اس کے بعد سورہ برأت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں مشرکین سے کئے گئے عہد و پیماں برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان احکام کے نازل ہونے کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا تاکہ وہ آپ کی طرف سے یہ اعلان حج کے دن لوگوں کے سامنے واشگاف انداز میں بیان کردیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ راستے ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ قافلہ کے امیر بنا کر بھیجے گئے ہیں یا کہ مامور بن کر آئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے حج ادا کیا اور حج کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سورہ توبہ کی مذکورہ آیات سنائیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کرا دیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرسکے گا اور نہ ہی مناسک حج

Marfat.com

میں کسی بدعت کو شامل کیا جائے گا اور نہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ کا طواف کر سکتا ہے۔ البتہ جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا کوئی معاہدہ ہے طے شدہ مدتِ معاہدہ تک اس کی پابندی کی جائے گی۔

اسلام میں امیر الحج کا یہ پہلا منصب تھا جس پر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فائز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دونوں ایک ساتھ مدینہ منورہ واپس آئے۔ مدینہ منورہ واپسی تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت ابو بکر کی امامت میں نمازیں پڑھتے رہے۔

وفود کا سال ۹ھ تا ۱۰ھ

قبیلہ قریش عرب میں تمام قبائل سے زیادہ باعزت قبیلہ تھا۔ سارے عرب کی نظریں اس پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں داعیٔ اسلام ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو عربوں کے مختلف قبیلے جوق در جوق اللہ کے دین میں شامل ہونے لگے۔ سارے عرب کے خیالات میں ایک عظیم تغیر واقع ہو چکا تھا اور سب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ اس سے قبل اسلام کی حقانیت واضح ہو جانے کے باوجود بہت سے قبائل محض قریش کے دباؤ اور اہل مکہ کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کر رہے تھے۔ فتح مکہ نے اس رکاوٹ کو دور کر دیا۔ اور لوگ پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے۔ دُور دراز سے سفر طے کر کے وفود کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں آتے اور برضا و رغبت حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے۔

حضور سید المرسلین رحمتہ اللعالمین ﷺ مختلف قبائل سے آنے والے وفود کی مہمان نوازی اور خاطر مدارت کا خاص خیال فرماتے۔ ان مہمانوں سے ملاقات کے

Marfat.com

لیے مسجد نبوی شریف میں ایک ستون (یہ جگہ اب ستون وفود کے نام سے موسوم ہے) سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے اور ہر آنے والے وفد سے آپ خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجات اور حالات کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے ان کو ضروری عقائد و احکام اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے۔ ہر وفد کو کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف کے طور پر عطا فرماتے۔

ان وفود کی تعداد میں مصنفین سیرت کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں ان کی تعداد ۶۰ بتائی ہے جبکہ علامہ قسطلانی و حافظ ابن قیم نے چودہ وفود کا ذکر کیا ہے۔ سن نو اور دس ہجری ۹ھ اور ۱۰ھ میں مختلف وفود اس کثرت سے حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے کہ اسی وجہ سے ان برسوں کو "عام الوفود" یعنی وفدوں کا سال کہا جاتا ہے۔

حجۃ الوداع (ذی الحجہ ۱۰ ہجری)

ذیقعد ۱۰ھ میں تاجدار کائنات حضور رسالت مآب ﷺ نے حج کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ خبر سارے عرب میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور مسلمانان عرب جوش و خروش کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچنا شروع ہو گئے تاکہ آپ کی معیت میں حج کا فریضہ انجام دیں۔ آپ ﷺ ۲۶ ذیقعد ۱۰ھ بروز جمعرات مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے قریباً چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ کے مقام پر رات گزاری۔ پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور دو رکعت نماز ادا کی اور حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھ کر قصوہ نامی اونٹنی پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے تلبیہ یعنی لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ...... پڑھتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں

Marfat.com

بائیں حدِ نگاہ تک غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کا سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہجوم تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے تو آپ کے ساتھ کم و بیش ایک لاکھ ۲۴ ہزار غلاموں کی زبان سے بیک وقت یہی الفاظ ادا ہوتے۔

اتوار کے روز ۴ ذی الحجہ ۱۰ھ کو آپ مکہ مکرمہ داخل ہوئے۔ اس سفر میں آپ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ ﷺ کی پیاری صاحبزادی سیدہ خاتون جنت فاطمتہ الزہرہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جو یمن گئے ہوئے تھے، وہ بھی وہاں سے مکہ مکرمہ پہنچ کر شریک ہو گئے۔

سید دو عالم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو جب کعبہ مکرمہ پر نظر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے۔ اے رب! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کی عظمت، شرف، عزت اور ہیبت کو زیادہ فرما اور جو اس گھر کا حج کرے، اُس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو زیادہ فرما''۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجر اسود کے سامنے تشریف لے گئے تو حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا۔ پھر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر صفا کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب صفا کے قریب پہنچے تو اس آیت کی تلاوت فرمائی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (البقرہ، آیت: ۱۵۷) بے شک صفا اور مروہ اللہ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ چونکہ آپ نے حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا (حج قِرآن) اس لئے عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ نے احرام نہیں کھولا۔ جبکہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احرام کھول دینے کی ہدایت فرمائی۔ اسی وقت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم یمنی

Marfat.com

حاجیوں کے ساتھ مکہ پہنچے۔

جمعرات کے روز ۸ ذی الحجہ کو آپ نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا۔ دوسرے دن نویں ذی الحجہ جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے عرفات تشریف لے گئے۔ عرفات پہنچ کر حضور ﷺ نے ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع

جب سورج ڈھل گیا تو آپ ﷺ اپنی اونٹنی "قصویٰ" پر سوار ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

"سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔" (ابوداؤد، صحیح مسلم جلد ۱)

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ اور تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے تاجدار کائنات ﷺ نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب ہے۔ (مسند امام احمد)

عرب کی زمین ہمیشہ انتقام کے خون سے رنگین رہتی تھی۔ آج عرب کی نہ ختم ہونے والی آپس کی لڑائیوں کے سلسلے کو توڑا جاتا ہے اور اس کے لئے رحمت دو عالم ﷺ سب سے پہلے اپنے خاندان کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جاہلیت کے سارے خون کے بدلے ختم کر دیئے گئے اور سب سے پہلے

Marfat.com

میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے انتقامی خون کے بدلہ لینے کا حق چھوڑتا ہوں۔"

"جاہلیت کے سود مٹا دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں مٹاتا ہوں وہ اپنے خاندان کا یعنی عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔ تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے جس طرح تمہارے لئے آج کے دن کی اس مہینہ (ذی الحجہ) کی اور موجودہ شہر (مکہ) کی حرمت ہے۔"

آج تک عورتیں ایک طرح سے شوہروں کی منقولہ جائیداد تھیں۔ جو جوئے میں ہاری اور جیتی جاتی تھیں۔ آج کے دن مظلوم عورت کو انصاف دیا جاتا ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

"عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے اُنہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اُن کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے۔ تمہاری طرف سے اُن پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ایسی مار مارو جو ظاہر نہ ہو اُن کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کی خوراک پوشاک کا انتظام کرو۔"

میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ...... ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت چھوڑ رہا ہوں۔ تم سے اللہ کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے۔

صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم کہیں گے کہ

Marfat.com

آپ نے ہم تک اللہ کا پیغام پہنچایا ہے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔

یہ جواب سن کر اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا' اے اللہ گواہ رہنا' اے اللہ گواہ رہنا۔ (صحیح مسلم، سنن ابی داؤد)

عین اُس وقت جب آپ نبوت و رسالت کا آخری فرض ادا فرما رہے تھے' خدا کی بارگاہ سے یہ بشارت آئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا' اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

عورتوں کے بعد انسانوں کا سب سے مظلوم طبقہ غلاموں کا تھا۔ ان کے متعلق حضور نبیء رحمت ﷺ نے فرمایا:

تمہارے غلام' تمہارے غلام' اُن کے حق میں انصاف کرو' جو خود کھاؤ وہ اُن کو کھلاؤ اور جو خود پہنو اُن کو پہناؤ۔

اس خطبہ کے دیگر اہم ترین نکات حسب ذیل ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا:

* آپس میں تمہاری جان اور تمہارا مال ایک دوسرے کے لئے قیامت تک اتنا ہی عزت کے قابل ہے جتنا آج کا دن اس پاک مہینے میں اور اس پاک شہر میں۔

* ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

Marfat.com

* کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی بڑائی نہیں۔
* تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنا تھا۔
* خدا نے ہر حقدار کو (وراثت کی رُو سے) اس کا حق دے دیا' اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔
* قرض دار کو قرض ادا کیا جائے۔ ادھار لیا ہوا مال واپس کیا جائے جو ضامن بنے وہ تاوان کا ذمہ دار ہو۔

خطبہ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور اقامت کہی۔ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز قصر پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت بلال نے پھر اقامت کہی۔ آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی' یہ بھی قصر پڑھی گئی۔ پھر آپ نے غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف فرمایا اور غروب کے بعد اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مزدلفہ تشریف لے گئے۔ یہاں پہلے مغرب' پھر عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔

مشعر حرام کے پاس رات بھر امت کے لئے دعا مانگتے رہے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو گئے۔ منیٰ میں جمرہ کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ ذبح فرمائے اور ۳۷ اونٹ آپ ﷺ کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے۔ اس طرح کل ایک سو اونٹوں کی قربانی آپ ﷺ کی جانب سے کی گئی۔ پھر آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ طواف زیارت فرمایا اور آب زم زم نوش فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ دوبارہ منیٰ میں تشریف لے گئے اور باقی ایام تشریق میں منیٰ میں ہی مقیم رہے اور مناسک حج ادا فرماتے رہے۔ ایام تشریق کے بعد آپ ﷺ ایک بار حرم پاک میں تشریف لائے اور فجر کی نماز بیت اللہ شریف میں ادا فرمائی اور طواف وداع کر کے انصار و مہاجرین کے جھرمٹ میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

غدیرخم کا خطبہ

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے سفر میں راستے میں مقام "غدیرخم" پر ایک تالاب ہے وہاں تمام شریک سفر اصحاب کو جمع فرما کر حمد و ثنا کے بعد آپ ﷺ نے ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں بھی ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ (ملک الموت) جلد آ جائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ (سیرت مصطفیٰ بحوالہ مسلم شریف، جلد ۱)

اس خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ)

یعنی جس کا میں رفیق ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اُس کے رفیق ہیں۔ اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے، اس سے تو بھی عداوت رکھ۔ (رحمت دارین، صفحہ ۷۸۹)

قاضی سلیمان منصور پوری اپنی تصنیف "رحمتہ اللہ العالمین" جلد اول میں لکھتے ہیں: خم غدیر پر خطبہ کے بعد رسول خدا ﷺ نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔

مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر حضور ﷺ نے مقام ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی اور صبح ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

جَیشِ اُسامہ رضی اللہ عنہ

حیاتِ ظاہری کی آخری فوجی مہم

رومی سلطنت میں رہنے والا کوئی شخص اگر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا تو اسے ہر لحاظ سے تنگ کیا جاتا اور بے محابا ظلم و جبر کا نشانہ بنایا جاتا۔ اس ظلم و ستم کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر کو بلقاء اور داروم کے فلسطینی علاقے کی طرف بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ علاقے اُس وقت قیصر روم کے زیر تسلط تھے۔ اس مہم کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ غزوہ موتہ کا بدلہ لینا تھا جس میں حضرت اُسامہ کے والد حضرت زید، حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

۲۔ شمالی سرحد شام کی طرف رومی فوجیں مملکت اسلامیہ کے خلاف مصروفِ شرارت تھیں جن کی بروقت سرکوبی ضروری تھی۔

۳۔ اس مہم کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ شام اور عرب کی سرحد کے قریب آباد عرب قبائل کا یہ اعتماد بحال کیا جائے کہ اسلامی حکومت اپنی قوت کے ساتھ اُن کی پشت پناہی کرے گی۔ اس لئے انہیں شام اور روم کے عیسائیوں سے ہرگز مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

Marfat.com

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کے ۲۰ سال کے نوجوان فرزند حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر حکم دیا کہ بلقاء اور داروم کی فلسطینی سرزمین کو اپنے گھوڑوں سے روند آؤ۔ اکابر مہاجرین وانصار میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کو اس لشکر میں شریک نہ کیا گیا ہو۔ حضرات صدیق اکبر فاروق اعظم سعد بن ابی وقاص سعد بن زید ابوعبیدہ اور قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہم یہ سارے بزرگ صحابہ کرام اس لشکر میں شریک تھے۔

حضرت اُسامہ کی نوعمری اور ناتجربہ کاری کے پیش نظر چند صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے تحفظات کا اظہار فرمایا اور کسی تجربہ کار کو امیر لشکر بنانے کی استدعا کی۔ یہ بات حضور ﷺ کو ناگوار گزری۔ آپ علالت کی حالت میں سر اقدس پر پٹی باندھے ہوئے کاشانہ نبوی سے باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما ہو کر آپ ﷺ نے مختصر خطبہ دیا' جس میں فرمایا:

''اُسامہ کی امارات پر تمہارا اعتراض کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی تم اس کے باپ زید بن حارثہ کی امارات پر اعتراض کر چکے ہو۔ اللہ کی قسم وہ (زید بن حارثہ) بھی اہل تھا اور اس کا بیٹا (اُسامہ بن زید) بھی (اسلامی لشکر کی سپہ سالاری) افسری کا اہل ہے' وہ بھی مجھ کو محبوب تھا اور یہ بھی ہر حسنِ ظن کے لائق ہے''۔

اس مبارک خطبہ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ اقدس سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو عَلَم عنایت فرمایا اور جیش کو روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کاشانہ اقدس میں واپس تشریف لے گئے۔ یہ لشکر مدینہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر مقام جُرف میں خیمہ زن ہو گیا تاکہ باقی لوگ جو آنا چاہتے ہوں' وہ سب وہاں جمع ہو جائیں۔ اسی اثناء حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی شدید علالت کی اطلاع ملی۔ چنانچہ حضرت اُسامہ لشکر میں شریک تمام صحابہ کرام کے ساتھ واپس مدینہ طیبہ آ گئے۔ اُن کے واپس آنے کے جلد ہی بعد آپ ﷺ نے اس دارفانی سے اپنے رفیق اعلیٰ (رب کریم) کی طرف

Marfat.com

رحلت فرمائی۔ (صحیح بخاری، سیرت ابن ہشام، تفسیر ابن کثیر)

خلیفتہ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا بار امانت سنبھالتے ہی سب سے پہلے اس لشکر کو حضرت اُسامہ بن زید کی قیادت میں منزل مقصود کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت اُسامہ ارض شام میں دور تک فاتحانہ یلغار کرتے ہوئے اپنی منزل (خان الزیت) تک پہنچ گئے اور چند دن دمشق کے قریب ایک مقام المزہ میں قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس مہم میں کم و بیش چالیس روز صرف ہوئے۔ یہ مہم نہ صرف سریہ موتہ کا جواب تھی بلکہ تسخیر شام کی تمہید بھی تھی۔

(طبقات ابن سعد) (ماخوذ از سیرت رحمت دارین)

❀❀❀❀

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا حیاتِ ظاہری سے وصال

رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا جو مقصد عظیم بنی نوع انسان کو دعوت دین اور تبلیغ اسلام تزکیہ نفوس کا وہ پورا ہو چکا تھا۔ جب دین حق اپنے منتہائے مقصود کو پہنچ گیا' سارے عرب پر اسلام کا اقتدار قائم ہو گیا جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ آیت ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا' اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں اپنے بعض ارشادات اور بعض اعمال کے ذریعے وصال مبارک کے اشارے کر دیئے تھے تاکہ آپ کے جان نثار صحابہ و اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کی اس دنیا سے بظاہر دائمی جدائی کے عظیم صدمہ کو بتدریج برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ فرما کر رخصت کیا تھا کہ:

۱۔ شاید اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں۔

اسی طرح ''غدیر خم'' کے خطبہ میں آپ نے اسی انداز سے کچھ اسی قسم کے الفاظ زبان اقدس سے ادا فرمائے تھے۔

Marfat.com

۲۔ عبادات اور تسبیح و تہلیل میں پہلے بھی کمی نہ تھی' اب اُن میں اور اضافہ ہوگیا۔ ہر سال رمضان میں دس روز اعتکاف آپ کا معمول تھا۔ جس سال آپ کا وصال ہوا آپ ﷺ نے ۲۰ روز اعتکاف میں گزارے۔

اسی طرح آپ ہر سال رمضان میں قرآن مجید کا ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دَور فرماتے مگر ۱۰ھ میں آپ نے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا۔

۳۔ ماہ صفر ۱۱ھ میں ایک دن آپ شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور شہدائے احد پر اسی طرح رخصت ہوئے' جس طرح اس دنیا سے جانے والا اپنے زندہ عزیزوں سے رخصت ہوتا ہے پھر پلٹ کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا پیش رَو اور تم سے پہلے وصال پانے والا ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ بخدا میں اس وقت اپنا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں' مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں ہیں اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے' بلکہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے اور آپس میں دست و گریباں ہونے لگو گے۔

۴۔ اسی طرح ایک رات آپ ﷺ جنت البقیع تشریف لے گئے اور اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد یہ فرما کر اہل قبور کو بشارت دی کہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔

علالت کی ابتداء

جنت البقیع سے واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز ہو رہا تھا۔ یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔

Marfat.com

ازواج مطہرات سے اجازت کا دن

جب مرض میں شدت ہوئی تو آپ ﷺ نے ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ آپ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام فرمائیں۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں علالت کے قیام میں حضور کے قیام فرمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب بنتے رہے تاکہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو آخری وقت میں روئے زمین کے مقدس ترین مقام جو عرش عظیم سے بھی افضل ترین ہوگا' کے مقام پر پہنچانے کے اسباب بنے۔ یہ مقدس ٹکڑا زمین روز اول ہی سے جسد اطہر کی آرام گاہ بننے کے لئے منتخب ہو چکا تھا۔

حضرت صدیق اکبر کی امامت کا حکم

ضعف کی وجہ سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سہارا دے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں لائے۔ حضور ﷺ کا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اس ضعف کے باوجود آپ نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے رہے۔ بدھ کے روز جو آخری نماز آپ ﷺ نے مسجد میں پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ جب کمزوری بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے معذرت کی کہ ابا جان (ابوبکر) بہت رقیق القلب ہیں' ان سے آپ کی جگہ کھڑا نہ ہوا جائے گا۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں۔ مگر آپ نے پھر بھی یہی حکم فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں۔

یہ ایک حقیقت تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی رقیق القلب تھے' اور اس میں بھی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے سیدنا صدیق اکبر کی محبت و شیفتگی کی کوئی حد نہ تھی۔ صرف سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نہیں' بلکہ سب کو یقین تھا کہ ابوبکر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی جگہ کھڑا ہونا ناقابل برداشت' رنج و حزن کا باعث بن جائے گا۔ بہرحال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے اس دارفانی سے وصال فرمانے تک ۱۷ نمازیں پڑھائیں۔

مسجد میں تشریف آوری

جمعرات کے دن ظہر کے وقت بیماری سے افاقہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غسل فرمایا اور حضرت عباس اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے' آہٹ پا کر وہ پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے اشارے سے روکا اور آپ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بائیں طرف بیٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور صحابہ کرام کو تکبیر سنا رہے تھے۔ یہ آپ کی مسجد میں آخری نماز تھی۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے مختصر خطبہ ارشاد فرمایا:

> ''خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرلے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے' اس کو قبول کرلے۔ لیکن اُس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں''۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ بندہ خود رحمت کائنات سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

انصار کی وفاداری کا خیال فرما کر اُن کی نسبت فرمایا

''عام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصاری اسی طرح کم ہو کر رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ مسلمانو! وہ اپنا فریضہ ادا کر چکے' اب تمہیں اپنا کام کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں۔ میرے بعد جو اسلام کے کاموں کو اپنے ہاتھوں

Marfat.com

میں لے، میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اُن کے نیکو کاروں سے اُن کی نیکیاں قبول کرنا اور اُن کے خطا کاروں سے درگزر کرنا۔

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ (ضیاء النبی جلد چہارم)

پیر کے روز صبح کے وقت ہادی کائنات ﷺ نے پردہ اٹھا کر مسجد میں دیکھا تو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نماز فجر ادا فرما رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ خوش ہوئے اور چہرہ اقدس پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لوگوں نے آہٹ پا کر خیال کیا کہ حضور حجرہ مبارک سے باہر آنا چاہتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی لوگ خوشی سے بے قابو ہونے ہی لگے تھے اور قریب تھا کہ شوق زیارت میں نمازیں ٹوٹ جائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارے سے انہیں روکا اور حجرہ کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں آپ کی زیارت کی۔

اسی روز چاشت کے وقت آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اُن کے کان میں کچھ کہا۔ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے انہیں پھر بلایا اور کچھ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعد میں ہمارے استفسار کرنے پر انہوں نے بتایا کہ پہلی بار حضور ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ آپ اسی مرض میں وصال فرما جائیں گے، اس لئے میں روئی۔ پھر دوسری بار آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی، اس پر میں ہنسی۔ (بخاری شریف، جلد ۲)

نبی کریم ﷺ نے جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت بھی دی کہ آپ (سیدہ

Marfat.com

فاطمہ الزہرا) ساری خواتین عالم کی سردار ہیں۔ آپ نے حسنین کریمین کو بلا کر چوما اور ان کے بارے میں خیر کی وصیت فرمائی۔ ازواج مطہرات کو بلایا اور وعظ و نصیحت فرمائی۔

مسواک

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وصال مبارک سے کچھ پہلے عبدالرحمٰن بن ابی بکر مزاج پرسی کے لئے آپ کے پاس آئے۔ اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر نرم کر کے آپ کو دے دی۔ آپ نے نہایت اچھی طرح مسواک کی اور کٹورے سے میں نے دونوں ہاتھ ڈال کر چہرہ اقدس کو پونچھا۔

مسواک سے فارغ ہوتے ہی آپ نے دست اقدس یا انگلی مبارک سے اوپر کی طرف اشارہ فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔

یا فرمایا:

بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔

اللہ تعالیٰ ہی سب سے اعلیٰ ساتھی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں سر رکھے رکھے حضور ﷺ کی روح پاک اپنے اللہ سے جا ملی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال شریف ہوا تو حضور ﷺ میری گود میں تھے اور جب روح مقدسہ نے پرواز کی تو ایسی خوشبو مہکی کہ میں نے اس جیسی خوشبو کبھی نہ دیکھی۔ (بیہقی)

Marfat.com

تاریخ وصال

اس وقت آپ ﷺ کی عمر پاک قمری مہینہ کے مطابق تریسٹھ ۶۳ سال ۴ دن تھی۔ جمہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ (سوموار) کو آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہو چکا تو جسم اطہر کو یمنی چادروں سے ڈھانپ دیا گیا۔

ایک قول کے مطابق جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سرور المحزون'' میں لکھا ہے کہ یہ چادریں فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ڈالی تھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ
وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا ۔

تجہیز و تکفین

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں غسل کے وقت اس بات پر اختلاف ہوا کہ حضور ﷺ کو کپڑوں سمیت ہی غسل دیا جائے یا لباس اتار کر۔ اسی اثناء میں تمام حاضرین پر اونگھ طاری ہوگئی اور کسی کہنے والے نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ کو لباس اطہر ہی میں غسل دیا جائے۔ اس کے بعد صحابہ کرام جب بیدار ہوئے تو لباس مبارک سمیت غسل دینے میں متفق تھے۔ (سرور المحزون، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

غسل دینے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور اُن کے دو بیٹے فضل اور قثم تھے۔ اُن کے علاوہ آپ ﷺ کے دو غلام شقران اور حضرت اُسامہ بن زید رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ اُس وقت اوس بن خوی انصاری رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیتے وقت یوں عرض کی: میرے ماں باپ قربان آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور آپ کا وصال مبارک بھی پاکیزہ ہے اور فرمایا کہ غسل دیتے وقت ایسی پاکیزہ خوشبو مہکی کہ اس جیسی

Marfat.com

خوشبو کبھی کسی نے بھی نہ دیکھی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲)

آپ ﷺ کی تکفین سفید رنگ کی تین یمنی چادروں میں کی گئی' ان چادروں کو سید العالمین ﷺ کے جسم اقدس معطر پر لپیٹا گیا۔ یہ چادریں نہ تو سلی ہوئی تھیں اور نہ ہی کفنی اور عمامہ بنایا گیا۔

جنازہ و تدفین

آپ ﷺ کی نماز جنازہ تمام صحابہ کرام' صحابیات اور بچوں رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حجرہ مبارک میں باری باری جا کر فرداً فرداً پڑھی اور کسی نے بھی امامت نہ کرائی۔ جنازہ کی ادائیگی کے بعد قبر انور میں حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے قطیفہ سرخ جسے حضور ﷺ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے' بچھائی اور حضرت علی' فضل بن عباس' اُسامہ بن زید' اوس بن خوی انصاری اور عبد الرحمن بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جسم اطہر کو قبر انور میں اتارا اور لحد مبارک بند کر دی گئی۔

اس طرح ۱۴ ربیع الاول ۱۱ھ بروز چہار شنبہ (بدھ) کو تدفین کا عمل مکمل ہوا۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

غم و اندوہ کا ہجوم

رسول اللہ ﷺ کا حیات ظاہری سے وصال فرما جانا اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے لئے قیامت سے کم نہ تھا۔ ذرا چشم تصور سے اندازہ کیجیے کہ یہ سانحہ کتنا بڑا ہوگا' اُن رفیقوں کے لئے' عمر بھر کے ساتھیوں کے لئے' جو حضور ﷺ کو ایک نظر دیکھنے سے بھی ہر گھڑی اور ہر ساعت نیا ولولہ اور نیا جوش حاصل کرتے تھے۔ اُن کی نگاہوں میں زمین و آسمان کو زلزلہ آ گیا ہوگا۔ حضرت عثمان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضرت علی فاتح خیبر' اللہ کی تلوار بے حرکت

Marfat.com

ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن انیس کا دل ایسا شق ہوا کہ اسی صدمہ سے انتقال کر گئے۔ اسلام قبول کرتے ہی کفار قریش کو للکارنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدمہ سے نڈھال ہو گئے۔

اُس وقت ایک طرف رومی حکومت سے جنگ کا خطرہ موجود تھا اور اس لئے جیش اُسامہ روانہ ہو رہا تھا...... دوسری طرف فتنہ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کی شورش تھی۔ تیسری طرف داخلی مشکل یہ کہ نفاق کی دبی ہوئی رَو کے ابھر آنے کا اندیشہ تھا...... مگر آپ کی تربیت کا کمال تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال کی خبر سن کر آئے تو مسجد اور حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قیامت برپا تھی۔ انتہائی رقیق القلب ہونے کے باوجود اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ استقامت و استواری کی چٹان تھے۔ کیونکہ اب اس متاع عزیز و کریم کا تحفظ اولین فریضہ تھا جو رسول اللہ ﷺ اُمت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اندر آتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی اور چہرہ مبارک کھول کر بوسہ دیا اور روئے۔ ساتھ ہی کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ خدا کی قسم آپ پر اللہ دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت آپ کے لئے لکھی جا چکی تھی، اُس کا ذائقہ آپ نے چکھ لیا، اب ابد تک موت آپ کا دامن نہ چھو سکے گی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی زندگی بھی کتنی پاکیزہ تھی اور آپ کا وصال بھی کتنا پاکیزہ ہے۔

مسجد میں خطبہ

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی تک اپنے حواس قائم نہ کر سکے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر! چپ ہو جاؤ۔ پھر منبر پر چڑھے حمد و ثناء کے بعد سب سے پہلے یہ آیت پڑھی:

Marfat.com

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ (زُمر آیت ۳۰)

پھر فرمایا:

تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ وصال پا گئے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔

اور نہیں محمد مصطفیٰ ﷺ مگر اللہ کے رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں، پھر جاؤ گے تم اُلٹے پاؤں دین اسلام سے، اور جو پھرتا ہے اُلٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی۔ اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو۔

اس مختصر سے خطبے نے سب کو رسول اللہ ﷺ کے وصال کا یقین دلا دیا۔ وہ اس خطبے کے بعد منزل یقین پر پہنچے۔ بعض صحابہ کرام نے تو اعتراف کیا کہ جب تک ابوبکر نے یہ آیت نہیں پڑھی تھی، اس وقت تک احساس نہ تھا کہ یہ آیت بھی نازل ہو چکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو کہا کہ میرے پاؤں ٹوٹ گئے اور کھڑے رہنے کی تاب مجھ میں نہ رہی۔ یقین ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (طبقات ابن سعد)

Marfat.com

شمائل ومعمولات

حلیہ اقدس

رسول اللہ ﷺ میانہ قامت اور موزوں اندام تھے۔ آپ بدرجہ غائت خوبصورت، رنگ چمکتا ہوا سرخی مائل سفید، سینہ مبارک کشادہ جس پر ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی، سر کے بالوں پر سفیدی نہ آئی تھی، سر اور ڈاڑھی مبارک میں صرف بیس بال سفید ہوئے تھے اور ان میں چمک موجود تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ آنکھیں سرمگیں، پلکیں بڑی بڑی، شانے پُرگوشت، روئے مبارک چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا تھا۔ بدن اعتدال پر تھا۔ اَبرو دراز باریک اور غیر پیوستہ تھے۔ ناک بلند، رخسار نرم، دہن کشادہ، دانت چمک دار اور فراخ تھے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

آپ بہت شیریں گفتار تھے۔ خاموش ہوتے تو ہیبت اور بزرگی ظاہر ہوتی۔ دور سے دیکھنے والا جمال ونزاکت محسوس کرتا۔ قریب سے زیارت کرتا تو شیرینی اور ملاحت پاتا۔

جب آپ خوش ہوتے تو چہرہ اقدس میں ایک خاص چمک دمک رونما ہوجاتی۔ صحابہ کرام چہرہ دیکھتے ہی آپ کی خوشی کا اندازہ کرلیتے تھے۔ پسینے میں ایک خاص خوشبو تھی۔ جب پسینہ آتا تو معلوم ہوتا چہرہ مبارک پر موتی لڑھک رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو نہیں چھوا جو

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نرم ہو اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے بہتر ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات تھی۔ رسول اللہ ﷺ سرخ حلہ اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا' کبھی آپ کو۔ آخر میں نے یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ (ماخوذ سیرۃ النبی' سید المرسلین)

اعضائے مبارک کا ذکر قرآن میں

حضور سید عالم ﷺ کے جملہ خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے قرآن کریم میں آپ ﷺ کے ایک ایک اندام مبارک کی توصیف و ستائش بیان فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور سید عالم ﷺ کے ایک ایک عضو مبارک کا محبت بھرے انداز میں یوں ذکر فرمایا:

آپ کے روئے تاباں کا یوں تذکرہ فرمایا:

☆ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (البقرہ' آیت ۱۴۴)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا آسمان کی طرف منہ کرنا۔

مقدس چشمان مبارک کی یوں مدح فرمائی:

☆ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ۔ (الحجر' آیت ۸۸)

اور اپنی آنکھیں اٹھا کر نہ دیکھیے۔

زبان حق ترجمان کی توصیف اس طرح بیان فرمائی:

☆ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ۔ (الدخان' آیت ۵۸)

پس ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن کو آپ کی زبان میں۔

دستِ اقدس اور گردن مبارک کی ستائش میں فرمایا:

Marfat.com

☆ وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ ۔ (بنی اسرائیل آیت ۲۹)

اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا۔

سینہ فیض گنجینہ کا وصف یوں بیان فرمایا:

☆ أَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝۱ (انشراح' آیت ۱)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا

امت کے غم میں بوجھ اٹھانے والی کمر اقدس کا ذکر یوں فرمایا:

☆ وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ۝۲ ٱلَّذِيٓ أَنقَضَ ظَهۡرَكَ ۝۳ (انشراح' ۲۔۳)

اور ہم نے آپ پر سے آپ کا بوجھ اتار لیا جس نے بوجھل کر دیا تھا آپ کی پیٹھ کو۔

آپ ﷺ کے قلب منور کی یوں تعریف فرمائی:

☆ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلۡبِكَ ۔ (البقرہ آیت ۹۷)

اُس (اللہ تعالیٰ) نے اتارا قرآن آپ کے قلب اطہر پر۔

خلق عظیم کی عظمت اس طرح بیان فرمائی گئی:

☆ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝۴ (القلم آیت ۴)

اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔

(ماخوذ از جواہر البحار فی فضائل النبی المختار جلد دوم)

فضائل اخلاق

رسول اللہ ﷺ عالم انسانیت کے فضائل و مکارم اخلاق کا بہترین نمونہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسوہ حسنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

۱۔ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝۴ (القلم آیت ۴)

Marfat.com

اے حبیب! بلاشبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں

۲۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (آل عمران آیت ۱۵۹)

پس (اے حبیب) اللہ کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اگر ہوتے آپ تُند مزاج، سخت دل تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔

۳۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (توبہ آیت ۱۲۸)

بے شک لائے ہیں تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول مکرم تم میں سے، گراں گزرتا ہے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہیں تمہاری بھلائی کے، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والے، بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

۱۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

۲۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کا معاملہ درجہ اتمام پر پہنچاؤں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں فرمایا:

Marfat.com

كان خُلُقه القُرآن۔

آپ کا خلق قرآن کی تفسیر تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

۱۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے وہ لے لیتے جو آسان اور سہل ہوتی۔ بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کو سزا نہ دی اور کبھی بدلہ نہ لیا۔

۳۔ ہمیشہ درگزر کرتے اور معاف فرماتے۔

۴۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی درخواست رد نہ فرمائی۔ سوائے اس کے کہ وہ ناجائز ہوتی۔

۵۔ اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے۔ اصل فعل سے منع فرماتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ کی خدمت میں گزارے۔ اس پوری مدت میں آپ میرے لئے ناپسندیدگی کا کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے، نہ کبھی یہ فرمایا فلاں کام کیوں کیا یا فلاں کام کیوں نہ کیا۔ (بخاری شریف)

آپ ﷺ بے حد سخی اور کریم تھے۔ ایسا کبھی نہ ہوا کہ کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ نے دینے سے انکار کر دیا ہو۔ آپ ﷺ درہم اور دینار گھر میں جمع کر کے نہ رکھتے تھے۔ حلم اور بردباری آپ کی طبیعت کے خاص اوصاف تھے۔ نظر ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ متواضع اس قدر تھے کہ امیر و غریب غلام و آزاد کسی کی دعوت رد نہ فرماتے۔

مخلوقِ خدا پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ بلی کو دودھ پلاتے ہوئے اس کے سیر ہو جانے تک برتن اس کے آگے بڑھائے رکھتے۔

Marfat.com

آپ ﷺ کی ذات اقدس اس قدر پاکیزہ تھی کہ لذت دنیویہ کبھی آپ کو مغلوب نہ کرسکیں۔ مجلس میں پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ آپ پہل کرتے۔ آزردہ دلوں کی دلجوئی فرماتے اور دلاسا دیتے۔

کسی کھانے سے نفرت نہ فرماتے۔ اگر رغبت ہوتی تو کھالیتے ورنہ ترک کردیتے۔

پڑوس میں بسنے والوں کا خیال رکھتے۔ مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے چہرہ مبارک ہر وقت متبسم اور شگفتہ رہتا۔

حجراتِ مقدسہ

ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سکونت کے لئے مسجد نبوی کے ساتھ جو رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں تھیں، اُن کی کیفیت کچھ اس طرح تھی کہ ہر مکان ایک کمرہ اور چھوٹے سے صحن پر مشتمل تھا۔ کمرہ کی لمبائی ۱۵ فٹ اور چوڑائی ۱۲ فٹ تھی۔ چھت کی بلندی صرف اتنی تھی کہ کھڑے ہو کر چھت کو ہاتھوں سے چھوا جاسکتا تھا۔ کمرہ کے سامنے کا صحن ۱۰ فٹ چوڑا تھا۔ مکان کی تعمیر میں نہ کہیں پختہ اینٹ استعمال ہوئی اور نہ ہی پتھر۔ سارے مکان کی تعمیر کھجور کی لمبی لمبی ٹہنیوں، گارے اور کچی اینٹوں پر مشتمل تھی۔ دروازے پر تختوں کی بجائے موٹے ٹاٹ کا پردہ لٹکا ہوا ہوتا۔ صحن کی دیواریں کھجور کی ٹہنیاں کھڑی کرکے بنائی گئیں۔ ان ٹہنیوں پر بالوں کے کمبل ڈال دیئے جاتے تاکہ ٹہنیوں کے درمیانی فاصلوں سے بے پردگی نہ ہو۔

یہ تھی اُن حجرات مقدسہ کی حیثیت جہاں امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین جلوہ افروز تھیں اور تاجدار کائنات نے اپنی ظاہری مبارک زندگی کے آخری ۱۳ سال جہاں گزارے۔ اِن حجرات مبارکہ کا اللہ کی بارگاہ میں یہ مقام تھا کہ جبرئیل بھی تشریف لاتے وقت اجازت طلب کرتے۔

Marfat.com

حقیقت تو یہ ہے کہ محبوب کبریا' سید الکونین' امت کے غمگسار آقا ﷺ نے ہمیشہ دنیوی شان وشوکت کی جگہ فقر واستغنا کو پسند فرمایا اور آپ ہمیشہ دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْناً وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْن۔

یعنی اے اللہ مجھے مسکینی والی زندگی عطا کر اور مسکینی کی حالت میں مجھے دنیا سے لے جا۔ اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر فرما۔

یہ تھی شانِ بے نیازی جنہوں نے اپنے اسوہ سے دنیا والوں کو یہ سمجھا دیا کہ مکان کی عظمت وشان مکین سے ہوتی ہے نہ کہ عالی شان عمارت سے۔

۸۸ ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسجد نبوی کی توسیع ہوئی تو بہ امر مجبوری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے اِن حجرات کو مسجد نبوی شریف کی توسیع کے پیش نظر مسمار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن ۶۳ ھ تک وصال فرما چکی تھیں اور ان میں کوئی رہائش پذیر نہ تھا۔

مگر حجرے جب گرائے گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رو پڑے' صحابی رسول ﷺ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دجلہ اور فرات کی روانی سے آنسو بہا رہی تھیں۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روایت کرنے والا آنسو بہاتا ہوا کہتا تھا:

''اے کاش! یہ پاک حجرے منہدم نہ کئے جاتے تا کہ آنے والے مسلمان اندازہ کرتے کہ اُن کے نبی مکرم ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کن حجروں میں رہا کرتی تھیں۔

ازواج مطہرات کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں

حضور اقدس ﷺ سے نسبت زوجیت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات کو اتنا بلند

Marfat.com

مرتبہ نصیب ہوا کہ کل کائنات میں کوئی بھی قیامت تک تقدس کا یہ مقام اور مرتبہ حاصل نہ کرسکے گی۔ ان کی شان میں قرآن کی بہت سی آیات نازل ہوئیں جن میں اُن کی عظمتوں کا تذکرہ اور ان کی رفعت شان کا بیان ہے۔ چنانچہ ربّ العالمین ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ۔

(سورہ احزاب: ۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ۔ (سورہ احزاب: ۶)

اور نبی ﷺ کریم کی بیویاں اُن (مومنین) کی مائیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ازواج مطہرات کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھنے کے لئے پوری امت مسلمہ کو حکم فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط (سورہ الاحزاب: ۵۳)

جب نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے تم لوگ کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

یہ احکام اُن تمام ازواج مطہرات کے لئے ہیں جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح فرمایا خواہ اُن کا وصال حضور ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہوا ہو یا بعد میں۔ یہ پاکیزہ ہستیاں ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائق تعظیم و واجب الاحترام ہیں۔ (زرقانی، ۳)

Marfat.com

ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے مگر ان میں سے محسن امت المومنین سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی ہی میں ہوگیا تھا جبکہ نو امہات ام المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے وقت حیات تھیں۔

حضور اکرم نور مجسم رحمت دو عالم ﷺ کے سب کے سب نکاح اللہ جل مجدہ کی رضا اور خوشنودی کے پیش نظر تھے۔ جس میں حضور ﷺ کی اپنی خواہش کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ جس کی گواہی رب کائنات کا یہ فرمان ہے کہ:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ (سورہ النجم ۳)

اور آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کوئی کلام نہیں فرماتے

قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ ازواج کا شرف زوجیت اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ۔ (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی مکرم! ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں حلال کر دی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام ازواج مطہرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کے وقت بیوہ تھیں جو یکے بعد دیگرے ایک، دو تین تین شوہروں کی بیویاں رہ چکی تھیں اور بعض تو ان میں بچوں والیاں تھیں اور بے سہارا رہ گئی تھیں۔

حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات نے بے ساختہ بلا تردد فقر و فاقہ کی زندگی کو جس میں حضور ﷺ کی معیت اور خوشنودی حاصل ہو اختیار فرمایا اور دینوی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی نے ازواج مطہرات کے ان

Marfat.com

جذبات و احساسات کی قدر افزائی فرماتے ہوئے ان کے درجات کو اتنا بلند فرمایا کہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی اور امت مسلمہ کو ان کی عظمت و شان سے متعلق یہ کہہ کر آگاہی بخشی:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔ (الاحزاب:۳۲)

''اے پیغمبر کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو''

ازواجِ مطہرات کا یہ اعزاز عارضی اور وقتی نہیں، غیر معتبر غیر مستقل نہیں۔ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی وہ قابل احترام مائیں قرار دی جا چکی ہیں۔ یہ اعزاز عطا کرنے والا ربّ کریم ہے جو وسیع کائنات کا خالق و مالک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فیضان تربیت سے ازواج مطہرات کا جذبہ جود و سخا بھی مثالی تھا وہ ناداروں اور محتاجوں کی اعانت فرماتیں اور خود حضور ﷺ کے نقش قدم پر گامزن ہو کر فقر و فاقہ سے گزر بسر کرتیں اور روحانی حلاوت حاصل کرتیں۔ احادیث اور سیرت کی کتب اُن کی فیاضی، فراخدلی، سخاوت اور ایثار کے واقعات سے معمور ہیں۔

❀❀❀❀

Marfat.com

اُمہات المومنین کا مختصر تعارف

حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی شریک حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی پاک دامنی اور پارسائی کی بناء پر آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ اخلاق وعادات اور جمال صورت وکمال سیرت کو دیکھ کر نکاح کا پیغام بھجوایا تھا۔

آپ بیوہ تھیں اور نکاح کے وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ جبکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۵ برس کے تھے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نکاح کے بعد اپنا سب کچھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دیا۔ خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے کا اعزاز آپ کو ملا۔ آپ نے شعب ابی طالب میں بھی تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ وہ تاریخ انسانی میں ایک روشن مثال ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جذبہء جانثاری نے انہیں جس مقام پر فائز کیا وہ صحیح بخاری کی اس روایت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) برتن میں کچھ لا رہی ہیں۔ آپ اُن کو اللہ کا اور میرا اسلام پہنچا دیجیے۔ بخاری شریف کی اس حدیث کے آخری حصے کے الفاظ یہ ہیں:

''وَ بَشِّرْهَا بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ'' (بخاری)

Marfat.com

اور انہیں جنت میں خالص مرداریدکے ایک محل کی بشارت دیں جس میں کسی قسم کا رنج والم نہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور علیہ السلام کی ساری اولاد آپ ہی کے بطن سے ہوئی۔ حضور ﷺ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ نے سن ۱۰ بعثت نبوی میں وفات پائی جس کا حضور ﷺ کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی پچیس سال پر محیط ہے۔ آپ کی زندگی میں حضور اقدس ﷺ نے کسی اور خاتون سے نکاح نہیں فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آتا تھا حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ بہت زیادہ اُن کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری جلد ا)

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

آپ کا پہلا نکاح حضرت سکران بن عمرو سے ہوا۔ دونوں میاں بیوی ابتداء ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ کئی سال غریب الوطنی کی زندگی گزارنے کے بعد مکہ واپس آ گئے۔ جہاں کچھ دنوں کے بعد ان کے خاوند سکران نے وفات پائی۔ اسی زمانہ میں سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں اور گھر بار کی نگہداشت کے بارے میں بہت پریشان اور غمگین رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی سفارش پر حضرت سودہ کی عدت پوری ہونے کے بعد حضور نے ۱۰ بعثت نبوی میں ان سے نکاح کر لیا۔ اس وقت حضرت سودہ کی عمر پچاس سال تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ اطاعت مثالی تھا۔ اطاعت اور فرمانبرداری میں وہ

Marfat.com

تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں۔آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر بیٹھنا۔

چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے بھی نہ نکلیں۔فرماتی تھیں کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب حضور ﷺ کے حکم کے مطابق گھر بیٹھوں گی۔حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے حصول کی کوشش فرماتیں۔آپ میں ظرافت کا وصف اس قدر تھا کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ﷺ دیکھ کر تبسم فرماتے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی سیرت' دین سے وابستگی اور بھلائی کے جذبات سعادت کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

> ''سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی'' (طبقات الکبریٰ)

حضرت سودہ بڑی دریادل اور نہایت پاکیزہ اخلاق کی حامل تھیں۔آپ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔حضرت سکران سے ایک صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن تھے۔انہوں نے عہد فاروقی میں جنگ جلولا میں شہادت پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ازواج مطہرات میں یہ اکلوتی کنواری بیوی تھیں۔آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر تھیں۔مکہ مکرمہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن ۱۰ بعثت نبوی میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد ۲ھ میں ہوئی۔آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزیز اور محبوب اہلیہ تھیں۔آپ نہایت ذہین وفطین تھیں۔فقہ وحدیث کے علوم میں بہت بلند مقام حاصل تھا۔دو ہزار دو سو دس احادیث کی راویہ ہیں جن میں سے ۱۲۹۶ احادیث

Marfat.com

بخاری اور مسلم میں روایت ہوئی ہیں۔ آپ عبادت میں بلند مقام رکھتی تھیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک سبز ریشمی ٹکڑے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لے کر آئے اور عرض کیا کہ یہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اُس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۹ سال تھی۔

(شرح صحیح مسلم، جلد ۳ صفحہ ۸۳۱)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار فضیلتوں سے نوازا جو دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں۔ ان میں چند فضائل بطور تبرک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

۲۔ میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے میری برأت' طہارت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن کی سورہ النور میں پورا دوسرا رکوع (آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰) میں نازل فرمایا۔

۴۔ نکاح سے قبل حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لاکر حضور ﷺ کو دکھادی تھی۔

۵۔ وصال اقدس کے وقت میں حضور ﷺ کو اپنی گود میں لئے بیٹھی تھی اور آپ کا سرانور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور ﷺ کا وصال ہوا۔

۶۔ حضور ﷺ نے میری باری کے دن وصال فرمایا۔

۷۔ حضور اقدس ﷺ کا روضہ انور خاص میرے گھر میں بنا۔ (زرقانی' جلد ۳)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سب سے نمایاں وصف جود و سخا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اُن سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ابن زبیر نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ اتفاق سے اس دن روزہ تھا۔ لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لئے کچھ نہیں ہے فرمایا! پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکثرین صحابہ میں داخل ہیں اُن سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی علمی شان کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو حکم فرمایا تھا: (خُذُوْا نِصْفَ دِیْنِکُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُمَیْرَا) ''اپنے دین کا نصف علم اس حمیراء یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سیکھو''

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی و ادبی فضائل۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری ؒ)

آپ کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ آپ نے ۱۷ رمضان ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کو جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ حضرت زینب مطعون رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حنیس بن خزافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ حضرت حنیس غزوہ اُحد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے۔ ۳ھ میں حضور ﷺ نے حفصہ سے عقد فرمایا۔ آپ بڑی خدا ترس اور عبادت گزار تھیں اور کثرت سے نفلی

Marfat.com

روزے بھی رکھتی تھیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

فَاِنَّهَا قَوَّامَةٌ صَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ۔

(شرح زرقانی جلد ۴)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عبادت میں مشغول رہنے والی اور روزے کی پابند ہیں۔ وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہونگی۔

آپ نے ۴۵ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام ہند اور کنیت ام سلمہ ہے۔ آپ اپنی کنیت کے نام ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے باپ کا نام ابی امیہ (سہیل یا حذیفہ) ہے۔ حضرت ام سلمہ کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ کی۔ غزوہ احد میں شوہر نے جام شہادت نوش فرمایا تو اُس وقت ابوسلمہ کے چار یتیم بچوں کی کفالت اُن کے سر آ گئی۔ رسول خدا ﷺ نے اُن سے نکاح فرمایا۔

ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں سن ۶۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ آپ کی وفات کے بعد دنیا امہات المومنین سے خالی ہوگئی۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ یہ حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور غزوہ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے قرابت داری کا لحاظ فرماتے ہوئے حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح فرمالیا تا کہ اُن کے اہل و

Marfat.com

عیال بے سہارا نہ رہیں۔ مگر نکاح کے صرف دو یا تین مہینے بعد ربیع الآخر ۴ ہجری میں آپ وفات پا گئیں اور جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ دفن ہوئیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہایت فیاض اور کشادہ دست تھیں۔ فقیروں اور مسکینوں کو بڑی فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لئے اُم المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ باقی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضور ﷺ کے اس دار فانی سے وصال کے بعد وفات پائی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ اُن کا نکاح حضور ﷺ نے خود حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیا۔ لیکن حضرت زینب بنت جحش، زید کے ساتھ نباہ نہ کر سکیں۔ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر حضور ﷺ کے قلب نازک پر صدمہ گزرا۔ مناسب مدت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

(سورہ الاحزاب: ۳۷)

پھر جب پوری کرلی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس کا

Marfat.com

آپ سے نکاح کر دیا تاکہ اس عملی سنت کے بعد ایمان والوں پر کوئی ہرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ پورا کر لیں اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور اس کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح اس کے ساتھ فرما دیا ہے۔ یہ سن کر آپ کی ایک خادمہ دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اور یہ آیت سنا کر خوشخبری دی۔ حضرت زینب اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر اس خادمہ کو انعام میں دے دیا اور خود سجدہ میں گر پڑیں اور اس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزہ دار رہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب ازواج مطہرات سے فخریہ کہا کرتی تھیں: تمہارا نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر کیا۔ (صحیح بخاری)

آپ طبیعت کی بڑی فیاض تھیں۔ کثرت سے صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے پہلے وہ عورت مجھ سے آ کر ملے گی جو لمبے ہاتھ والی ہوگی۔ (صحیح مسلم)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ جب حضور ﷺ کے وصال کے بعد کسی گھر میں اکٹھا ہوتی تھیں تو دیواروں پر ہاتھ اٹھا کر ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے مگر جب زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو یہ عقدہ کھلا کہ حضور ﷺ نے لمبے ہاتھ والی سے کثرت سخاوت و صدقہ مراد لیا تھا۔

آپ بڑی ماہر دستکار عورت تھیں۔ چمڑا رنگتیں اور اس کی سلائی کرتیں اور اس سے حاصل شدہ آمدن اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے ۲۰ ہجری میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ

Marfat.com

پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام رملہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حبشہ چلی گئیں۔ وہیں آپ کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ کفار قریش کی اذیتوں سے بھاگ کر دین اور ایمان کی حفاظت کی خاطر غریب الوطن ہوئیں۔ شوہر کی وفات کے بعد حالات ناگفتہ بہ ہوگئے مگر ان حالات میں بھی آپ استقامت کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اُم حبیبہ فرماتی ہیں کہ جب عبیداللہ بن جحش کا حبشہ میں انتقال ہوگیا تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ انہیں کوئی اُم المومنین کہہ رہا ہے۔ جس کی یہ تعبیر سمجھ میں آئی کہ حضور ﷺ اُن سے نکاح فرمائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سہارا دیا اور اپنی زوجیت میں داخل فرما کر اُن کو عزت بخشی۔

آپ بہت ہی پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات' نیک فطرت' دین دار اور غیرت مند خاتون تھیں۔ ان کے کمالِ ایمان اور رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھا' صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ آیا تو اسے آتا دیکھ کر اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ کر الگ رکھ دیا اور ابوسفیان سے کہا کہ تو ابھی مشرک ہے اور تو اس قابل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھ سکے۔ آپ نے ۴۴ ہجری میں ۷۳ یا ۷۴ سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ اُن کی پہلی شادی

Marfat.com

مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی جو غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس غزوہ میں بہت سے کفار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بنے۔ ان میں جویریہ بھی تھیں۔ مال غنیمت تقسیم ہوا تو یہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ آپ قبیلہ کے سردار عظیم حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ غلامی کو غیرت نے گوارا نہ کیا اور ثابت سے یہ معاہدہ کیا کہ ایک طے شدہ رقم کی ادائیگی کے بعد اُن کو آزاد کر دیا جائے۔ لیکن ان کے پاس ادا کرنے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مدد کی طالب ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلوبہ رقم ثابت کو ادا کر کے اُن کو آزاد کر دیا۔ حضرت جویریہ نے آزاد ہونے کے بعد اپنی خوشی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرما لیا اور وہ ام المومنین کے اعزاز سے سرفراز ہوئیں۔ اس رشتہ کا یہ اثر ہوا کہ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو تمام مجاہدین نے فیصلہ کیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرما لیا' اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی اور غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ۶۰۰ قیدی رہا کر دیئے گئے۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں نے کسی عورت کو جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت نہیں دیکھا۔ (زرقانی' جلد ۳) چنانچہ بنو مصطلق پر اس اخلاقی رواداری کا ایسا اچھا اثر ہوا کہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

آپ نے ۵۰ ہجری میں ۶۵ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ یہودی سردار حُیی بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی

Marfat.com

تھیں۔ ۷ ہجری میں غزوہ خیبر میں کنانہ مارا گیا تو اموالِ غنیمت کے ساتھ حضرت صفیہ بھی قید ہو کر آئیں۔ صحابہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! بنو نضیر کے سردار کی بیٹی ہے یہ آپ ہی کے لائق ہیں۔ آپ نے اُن کے حال پر شفقت فرماتے ہوئے انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد کر دیا جائے اور اپنے قبیلہ میں لوٹ جائیں یا اسلام قبول کر لیں تو خود رسول اللہ ﷺ اپنے پاس رکھ لیں۔ حضرت صفیہ نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا اور شادی کر کے عزت بخشی۔ آپ بڑی عقلمند اور ہونہار خاتون تھیں۔ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ آپ نے سن ۵۰ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ عبداللہ بن عباس اور خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔ آپ کا شوہر ابو رہم بن عبدالعزیٰ جب فوت ہو گیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے ان کی بے کسی کا ذکر فرمایا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبیلہ بنو ہلال کو قریب کرنے کی غرض سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر نکاح کر لیا۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔

(الاحزاب آیت ۵۰)

اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نظر کر دے اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں

کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَمْرَاَةً مُّؤْمِنَةً (مومن عورت) سے یہی میمونہ بنت الحارثہ مراد ہیں۔ (ابن کثیر) اور انہی کی شان میں یہ آیت

Marfat.com

نازل ہوئی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ وطہارت اور زہد وعبادت کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میمونہ خدا سے بہت ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں'' (الطبقات الکبریٰ)

۱۵ ہجری میں مقام سرف (سرف مکہ سے ۶ میل دور تنعیم سے قریب ایک مقام کا نام ہے) میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا رسول کریم ﷺ کی آخری زوجہ محترمہ تھیں۔ ان سے نکاح کے بعد حضور ﷺ نے اپنے وصال تک کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ان تحائف میں شامل تھیں جو مقوقس مصر نے ۶ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔

۶ ہجری میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرات ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال فرما گئے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت پاکباز اور نیک سیرت تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان سے محبت تھی۔ آپ نے ۱۶۔ ہجری میں وفات پائی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد)

اولادِ اطہار

حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

Marfat.com

صاحبزادگان

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ قبل از نبوت مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر مبارک پا کر وصال فرمایا۔

انہی کے نام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے صاحبزادے تھے جو زمانہ نبوت میں پیدا ہونے کی وجہ سے طیب وطاہر کے لقب سے ملقب تھے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے صاحبزادے ہیں جو ۸ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وصال فرما گئے۔

یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صاحبزادگان بحکم وحکمت الٰہی بچپن ہی میں وصال فرما گئے۔

صاحبزادیاں

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

یہ سب سے چھوٹی مگر سب سے پیاری اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ میری بیٹی سیدۃ النساء العالمین، سیدہ النساء اہل الجنتہ ہیں۔ ارشاد نبوی ہے کہ یہ میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (مشکوٰۃ شریف زرقانی)

تمام صاجزادے (ماسوائے حضرت ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں) اور صاجزادیاں سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں۔ تمام صاجزادیوں نے اسلام کی دولت پائی۔

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی باقی تمام صاجزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں ہی وصال فرما گئی تھیں۔ جبکہ سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد تک بقیدِ حیات رہیں۔

بناتِ رسول اللہ ﷺ کا اجمالی تذکرہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاجزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اعلان نبوت سے دس سال قبل جب حضور انور ﷺ کی عمر ۳۰ سال کی تھی مکہ مکرمہ میں ان کی ولادت ہوئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کمسنی میں (بعثتِ نبوی سے قبل) ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوگئی تھی۔ ابوالعاص حضرت سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ جب رسول کریم ﷺ منصبِ رسالت پر فائز ہوئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوراً ایمان لے آئیں مگر آپ رضی اللہ عنہا کا خاوند شرک وکفر پر ہی رہا۔ بعثتِ نبوی کے بعد قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور دعوتِ اسلام قبول

Marfat.com

کرنے والوں پر بے پناہ ظلم کرنا شروع کر دیئے۔ اسی ضمن میں کفارِ مکہ نے ابو العاص پر بہت دباؤ ڈالا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں۔ مگر انہوں نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نہایت اچھا سلوک کرتے رہے۔ ابو العاص کے اس طرزِ عمل کی حضور پاک ﷺ ہمیشہ تعریف فرماتے رہے۔

جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے ان دنوں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے سسرال میں تھیں۔ جنگِ بدر میں ابو العاص گرفتار ہو کر مدینہ پہنچ گئے۔ زر فدیہ کے طور پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا یمنی عقیق کا وہ ہار جو حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا' اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا۔ جب یہ ہار حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو محسن انسانیت ﷺ کو سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی اور چشمانِ اقدس آبدیدہ ہو گئیں۔ اس منظر کو دیکھتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار واپس کر دیا اور ابو العاص سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دینے کا وعدہ لے کر رہا کر دیا۔ چنانچہ حسب وعدہ ابو العاص نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ قریش مکہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ہادیٔ کونین ﷺ کی صاحبزادی مدینہ جا رہی ہے تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور مقام ذی طویٰ میں انہیں جا گھیرا۔ کفار میں ایک بد بخت ہبار بن اسود نے نیزہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو زمین پر گرا دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہا زخمی ہوئیں اور حمل ساقط ہو گیا۔ کفارِ قریش کی یہ ذلیل حرکت دیکھ کر کنانہ بن ربیع نے غضبناک ہو کر اپنے تیروں کو ترکش سے باہر نکال کر قریش کو للکارا کہ جو شخص بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا پیچھا کرے گا وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ یہ سن کر کفار سہم گئے اور سردار مکہ ابو سفیان جو قریش مکہ کے ساتھ تھا' نے طرفین کو سمجھا بجھا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے مدینہ منورہ کی روانگی کے لئے راستہ صاف کروا دیا۔ حضرت

Marfat.com

زینب رضی اللہ عنہا کو دوران ہجرت پریشان کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے فضائل میں ارشاد فرمایا:

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ۔

یعنی یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت زیادہ فضیلت والی ہے کہ اس نے میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

ابوالعاص کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مدینہ چلے جانے کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگا اور ان کے فراق میں پر درد شعر پڑھا کرتا تھا۔ سن ۷ ھ میں ابوالعاص مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔ (زرقانی جلد ۳)

۸ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی حضرت ام ایمن، حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق غسل دیا اور اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اتارا۔ جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد مغموم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: "زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی"۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اولاد میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی امامہ چھوڑی۔ لڑکا سن بلوغ میں پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا جبکہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد نکاح میں آئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوی سے سات سال قبل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

ابتداءِ اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور حضور پاک ﷺ کی مسلسل ایذ رسانی پر سورہ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوگئی۔ قرآن مجید میں اپنی اس دائمی رسوائی کا بیان سن کر ابولہب غصہ سے آگ بگولہ ہوگیا۔ عتبہ نے اپنے باپ کے حکم پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ چند دن بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 'سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت صالح، متمول اور مخیر نوجوان تھے۔ حضور ﷺ نے مکہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

مکہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو بے حد ستایا تو حضور ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 'حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ چلے گئے۔ اس ہجرت پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

''ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔''

کئی سال حبشہ میں قیام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول عربی ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں چنانچہ کچھ دوسرے مسلمانوں اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ انہوں نے مکہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ چند روز بعد حضور ﷺ کی اجازت سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے چونکہ وہ پہلے مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے بعد ازاں مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اس طرح دونوں میاں بیوی نے دو ہجرتیں کیں لہٰذا ''صاحب الہجرتین'' (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔

غزوہ بدر کی تیاری کے دنوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید علیل تھیں۔ بدر کی

Marfat.com

طرف روانگی سے پہلے حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں ہی ٹھہریں۔ اس خدمت کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا بھی اجر عطا فرمائے گا اور مال غنیمت سے بھی حصہ ملے گا۔

رسول کریم ﷺ ابھی بدر ہی میں موجود تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف بڑھ گئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ جس دن غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پاچکی تھیں اور ان کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۱ سال تھی اور رحمتِ دو عالم ﷺ غزوہ بدر کی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ تھا یہ بھی ۴ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ (زرقانی جلد ۳)

سرور عالم ﷺ اپنی لختِ جگر کی وفات کی خبر سن کر مغموم ہوگئے اور آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو جاری ہوگئے۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت سیدہ فاطمتہ الزہرہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن کی قبر پر تشریف لائیں اور قبر کے قریب بیٹھ کر رونے لگیں۔ حضور ﷺ اپنی چادر مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے رہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں باہم بے حد محبت تھی اور ان کے تعلقات اتنے خوشگوار تھے کہ لوگ اکثر کہا کرتے تھے:

اَحْسَنُ الزَّوْجَیْنِ رَاٰھُمَا الْاِنْسَانُ رُقَیَّۃٌ وَّزَوْجُھَا عُثْمَانُ۔

یعنی رقیہ اور عثمان سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔

Marfat.com

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاجزادی تھیں اوران کی والدہ اُم المومنین سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا بعثِ نبوی سے چھ سال قبل پیدا ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت نبوی سے پہلے ابوالہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ بعثت نبوی ﷺ کے بعد ابولہب اسلام دشمنی میں بہت آگے نکل چکا تھا۔ابولہب نے اسی دشمنی کی بنا پر اپنے دونوں بیٹوں سے حضور ﷺ کی صاجزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دلوائی تھی۔ بدبخت عتیبہ نے نہ صرف طلاق دی بلکہ اس ظالم نے بارگاہ نبوت میں انتہائی گستاخی بھی کی۔یہاں تک کہ بدزبانی کرتے ہوئے حضور ﷺ پر جھپٹ پڑا اور آپ ﷺ کے مقدس پیراہن کو پھاڑ ڈالا۔اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر انتہائی رنج وصدمہ ہوااور آپ ﷺ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے:

''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے''۔زبان نبوی ﷺ سے نکلے ہوئے الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہب اور عتیبہ دونوں تجارت کے لئے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام روانہ ہوئے مقام زرقا پر رات کا قیام ہوا تو ابولہب کے کہنے پر قافلہ والوں نے عتیبہ کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا لیکن رات کو اچانک ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتے ہوئے کود کر عتیبہ کے بستر پر جا پہنچا اور اس کا سر چبا ڈالا۔

(زرقانی جلد ۳)

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۳ ہجری میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کردیا۔نکاح کے وقت حضور

Marfat.com

ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ نے جبرائیل امین علیہ السلام کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اُسی حق مہر پر جو رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا' تمہارے عقد میں دے دوں۔ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یکے بعد دیگرے حضور نبی مکرم ﷺ کی دو صاجزادیوں سے عقد نکاح کا شرف حاصل ہے' اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین (دونوروں والا) کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس نکاح کے بعد چھ سال تک زندہ رہیں اور شعبان 9 ہجری میں وفات پائی۔ حضور اقدس ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ جس وقت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا گیا تو حضور ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہ تھی۔ (تذکار صحابیات)

سیدہ خاتون جنت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا سید الکونین ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاجزادی ہیں۔ آپ کی بھی والدہ اُم المومنین حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ سیدۃ النساء العالمین' سیدۃ النساء اہل الجنتہ' زہرا' بتول' طاہرہ آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور لقب ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی کے پہلے سال ہوئی۔

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے تنہائی پسند تھیں۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس وقت گزارتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیتی تھیں۔ 10 بعثت میں حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو سیدہ خاتون جنت آپ کی جدائی میں غمگین اور اداس رہنے لگیں۔ حضور سید کون ومکان ﷺ کو جب بھی دعوتِ حق سے فرصت ملتی' آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور انہیں دلاسہ

Marfat.com

دیتے اور آپ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت فرماتے۔

تبلیغ توحید و رسالت کی مخالفت میں مشرکین مکہ رسول پاک ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے، کبھی سرِ اقدس پر خاک ڈالتے کبھی راستے میں کانٹے بچھاتے۔ جب حضور ﷺ کاشانہ اقدس پر تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو تسلی دیا کرتیں، کبھی وہ خود بھی ان تکلیفوں اور مصائب کو دیکھ کر اشکبار ہو جاتیں۔ اس وقت حضور ﷺ اپنی پیاری معصوم بیٹی کو تسلی دیتے اور فرماتے:

''میری بیٹی گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔''

ایک دفعہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط اور چند بد بخت قریشیوں نے اونٹ کی اوجھ لا کر سجدہ کی حالت میں حضور انور ﷺ کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ کسی نے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی۔ آپ رضی اللہ عنہا بے چین ہو گئیں اور دوڑتی ہوئی کعبہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اوجھ ہٹا دی۔ کفار مکہ ارد گرد کھڑے مذاق اڑا رہے تھے۔ سرور کائنات ﷺ کی معصوم بیٹی نے ایک نظر ان پر ڈالی اور فرمایا: ''ظالمو! احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا'' چنانچہ چند سال بعد یہ سب بد بخت جنگِ بدر میں ذلت و رسوائی سے واصل جہنم ہو گئے۔

ہجرت مدینہ کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچ گئی تھیں۔ ۲ یا ۳ ہجری کو جب حضور ﷺ نے خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ کے حکم سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ جاؤ ابو بکر، عمر، عبدالرحمٰن ابن عوف اور دیگر مہاجرین و انصار کو بلاؤ۔ جب سب دربارِ رسالت ﷺ میں جمع ہو گئے تو حضور ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''اے گروہ مہاجرین و انصار! ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس یہ اطلاع لے کر آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ کا نکاح اپنے

Marfat.com

بندہ خاص علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے کر دیا اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس عقدِ نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب و قبول کراؤں۔"

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا اور سب نے دعائے خیر و برکت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق چھوہارے حاضرین میں تقسیم کروائے۔ رخصتی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اپنے سینہ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر اپنی لختِ جگر کا ہاتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: "اے علی! پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔" اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا ہے"۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رفتار و گفتار اور عادات و خصائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین نمونہ تھیں۔ وہ نہایت متقی، صابرہ، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا تمام کام خود کرتیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے۔ کئی کئی وقت فاقے سے گزر جاتے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو دو وقت کے فاقے ہوتے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتی تھیں۔ ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب فتوحاتِ اسلام روز بروز وسعت پذیر تھیں اور مدینہ منورہ میں مال غنیمت کی بہتات ہوتی۔ ایک روز حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں بھی آئی ہیں تو انہوں نے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی لے آؤ۔ آپ رضی اللہ عنہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر شرم کی وجہ سے حرفِ مدعا زبان پر نہ لا سکیں اور واپس چلی گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پھر دونوں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا: ''میں تمہیں لونڈی نہیں دے سکتا' ابھی تو اصحاب صفہ کی خورد و نوش کا مجھے تسلی بخش انتظام کرنا ہے جنہوں نے اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔'' دونوں خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔ رات کو حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا ''ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔ یہ عمل تمہارے لئے بہترین خادم ثابت ہوگا۔'' اب یہ عمل تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور ہے۔

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حکم سے ایک نُو مسلم بوڑھے اعرابی کو لے کر اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی کہ ''اے اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی! اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔''

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا ''اے سلمان! خدا کی قسم آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے' دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی۔ جاؤ میری یہ چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد (ﷺ) کی یہ چادر رکھ لو اور اس غریب کو تھوڑا سا اناج دے دو۔''

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے' اس سے تمام کیفیت بیان کی وہ حیران رہ گیا اور پھر پکار اُٹھا:

''اے سلمان! خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے' گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پر ایمان لایا''۔ اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دی۔

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے غلہ پیسا اور روٹی پکا کر انہیں دی۔ حضرت سلمان

Marfat.com

نے کہا' اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ''سلمان! جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی' وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔'' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور خود فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا' آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی:

''بارالٰہ! فاطمہ تیری کنیز ہے' اس سے راضی رہنا''۔

ایک دفعہ کسی نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہِ خدا میں دے دوں۔''

ایک دفعہ سرورِ کائنات ﷺ سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کا حال پوچھا۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''ابا جان! شدتِ درد سے بے چین ہوں اور بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''اے میری بیٹی صبر کر' میں بھی آج تین دن سے فاقہ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جو کچھ مانگتا ہوں وہ ضرور مجھے عطا کرتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔''

پھر آپ ﷺ نے اپنا دستِ شفقت حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا پر پھیر اور فرمایا:
''اے لختِ جگر! دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔''

سیدۃ النساء العالمین سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس فقر وعنا کے ساتھ کمال درجہ کی عابدہ تھیں۔ شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے گزر جاتے مگر اپنی دعاؤں میں کبھی اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔

Marfat.com

سرورِ عالم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غورا بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا آزردہ ہوئیں۔ جب رسول پاک ﷺ گھر تشریف لے گئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! علی رضی اللہ عنہ مجھ پر سوت (سوکن) لانا چاہتے ہیں۔'' حضور ﷺ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ دوسری طرف غورا کے سرپرست بھی حضور ﷺ سے اس نکاح کی اجازت لینے آئے۔

سرورِ کائنات ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا:

''آلِ ہشام علی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن میں اجازت نہ دوں گا البتہ علی رضی اللہ عنہ میری لڑکی کو طلاق دے کر دوسری لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو اذیت دی اور اس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے اس کو دکھ پہنچایا اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

چنانچہ اس فرمانِ عالی کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارادہ نکاح ترک کر دیا اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی تک پھر دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

حضور نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے!

''اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو''۔ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو حضور اپنے جگر کے ٹکڑے سمجھتے تھے۔ نہایت محبت سے انہیں بوسے دیتے اور اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتے تھے۔ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ رسول کریم ﷺ کی جدائی کا سب سے زیادہ صدمہ سیدہ فاطمۃ

Marfat.com

الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہوا اور وہ ہر وقت غمگین رہنے لگیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان کا دل ٹوٹ چکا تھا۔ آپ نے حضور ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہی ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ۲۹ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ وفات سے پہلے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ عمیس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

''میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا اور سوائے اپنے اور میرے شوہر کے اور کسی سے میرے غسل میں مدد نہ لینا' تدفین کے وقت زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا''۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اے بنت رسول اللہ! میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنا لیتے ہیں اور اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور انہیں جوڑ کر ان پر کپڑا تان کر سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کو دکھایا۔ انہوں نے اسے پسند فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وصیت کے مطابق آپ کو رات کے وقت دفن کیا۔ نماز جنازہ حضرت عباس نے پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس نے قبر میں اتارا اور جنتہ البقیع میں مدفون ہوئیں۔

سیدۃ النساء فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ' حضرت حسین رضی اللہ عنہ' حضرت محسن رضی اللہ عنہ' حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا تاریخ اسلام کی نامور شخصیات ہیں۔

حضور ﷺ کی نسل پاک سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے صاحبزادگان سیدنا امام

Marfat.com

حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما ہی سے آگے چلی۔ (ماخوذ از تذکار صحابیات و سیرت مصطفیٰ ﷺ)

نبی کریم ﷺ کے حج و عمرے

بخاری و مسلم شریف کی روایت کے مطابق ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے چار مرتبہ عمرہ ادا فرمایا اور ہجرت کے بعد ۱۰ ہجری میں صرف ایک مرتبہ حج ادا فرمایا، جو تاریخ میں حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ یعنی حج جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو الوداع فرمایا تھا۔

اسی حج میں نبی اکرم ﷺ نے مشہور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے ایسے اصول پیش فرمائے تھے جو بنی نوع انسانی کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنہیں اپنا کر منزل ہدایت، فلاح و کامرانی تک بآسانی رسائی ہو سکتی ہے۔

کتب احادیث و سیرت میں آپ ﷺ کا وہ خطبہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار)

❀❀❀❀

Marfat.com

نبی اکرم ﷺ کے غزوات

مشہور قول کے مطابق حضور سید عالم ﷺ نے بنفس نفیس پچیس غزوات میں شرکت فرمائی۔ لیکن وہ جنگیں جن میں بذاتِ خود سرکار دو عالم شریک ہوئے اور ان میں قتال بھی ہوا کل ۹ ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ غزوہ بدر ۲۔ غزوہ احد

۳۔ غزوہ خندق ۴۔ غزوہ خیبر

۵۔ غزوہ بنی مصطلق ۶۔ غزوہ خیبر

۷۔ غزوہ فتح مکہ ۸۔ غزوہ حنین

۹۔ غزوہ طائف۔ (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار)

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین

دورِ خلافتِ راشدہ ۱۱ تا ۴۰ھ (۶۳۲ تا ۶۶۱ء)

خلفائے راشدہ کا دورانیہ خلافت

۱۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۲، ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ (۶۳۲ تا ۶۳۴ء)

۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۲، جمادی الثانی ۱۳ھ تا یکم محرم الحرام ۲۴ھ (۶۳۴ تا ۶۴۴ء)

۳۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ۴ محرم الحرام ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ (۶۴۴ تا

Marfat.com

۶۵۶ء)

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۱۹، ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ (۶۵۶ تا ۶۶۱ء)

عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضور نبی مکرم ﷺ نے جن کبار صحابہ کرام کو ان کی زندگیوں میں جنتی ہونے کی بشارت دی، ان کی تعداد دس ہے۔

مبشر بالجنۃ کا اعزاز حاصل کرنے والے ان نفوس قدسیہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

یہ دس نفوس قدسیہ وہ ہیں جن کا جنتی ہونا قطعی الثبوت ہے۔

(بحوالہ سید المرسلین ﷺ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

Marfat.com

خصوصی مئوذنین

آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں جن صحابہ کرام کو اذان دینے کے منصب پر فائز ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہما (موذن مسجد نبوی)

۲۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما (موذن مسجد نبوی)

۳۔ حضرت سعد بن عائذ رضی اللہ عنہما جو "سعد قرظی" کے لقب سے مشہور ہیں (موذن مسجد قبا)

۴۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہما (یہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں اذان دیا کرتے تھے)۔ رضوان اللہ علیہ اجمعین (زرقانی جلد ۳)

خُدام

یوں تو سارے صحابہ کرام کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے کہ جنہیں حضور نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں رہ کر سعادتیں اور برکات سمیٹنے کا موقع ملا لیکن وہ سعید بخت افراد جو بطور خاص آپ ﷺ کے خادم کہلانے کے شرف سے مشرف ہوئے ان کی تعداد بھی دس ہے اور ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سعد بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت ذومخمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۸۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

۹۔ اسلع بن شریک (بن عوف) تمیمی رضی اللہ عنہ

۱۰۔ معیقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(زرقانی جلد ۳)

نزولِ قرآن و کاتبینِ وحی

حضور ﷺ پر پورے کا پورا قرآن مجید مکمل صورت میں ایک بار ہی نازل نہیں ہوا بلکہ قریباً تئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ چنانچہ جس وقت جتنا حصہ نازل ہوتا تھا' اُسی وقت اتنا لکھ لیا جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ جب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صرف اسے لکھوانے پر ہی اکتفا نہ فرماتے بلکہ کاتب وحی کو یہ بھی ہدایت فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھو۔ چنانچہ اُن آیات کو آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا۔

قرآن کریم کی کتابت کے لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام بھی مامور تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی۔ ان میں مشہور و ممتاز حضرات یہ تھے:

اسمائے کاتبین وحی

۱۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

۵۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

۶۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۷۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ۔

۸۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

۹۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۰۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۱۱۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

۱۲۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

۱۳۔ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حنظلہ رضی اللہ عنہ

۱۵۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(مدارج النبوۃ جلد دوم ۴۲۱)

❁❁❁❁

Marfat.com

سید عالم ﷺ کے فضائل و مناقب

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق مبارکہ کی بابت پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآن" یعنی نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ آپ ﷺ کی ناراضگی قرآن کے ساتھ اور آپ ﷺ کی خوشنودی قرآن مجید کی خوشنودی کے ساتھ تھی۔

اپنی ذات کے لئے نہ تو کبھی کسی سے انتقام لیا اور نہ ہی غصہ کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ سب سے بڑھ کر سخی تھے۔ آپ ﷺ کی زبان اقدس پر کبھی کسی سائل کے لئے لفظ لا (نہیں) نہ آیا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ درہم و دینار آپ ﷺ کے پاس غریبوں میں تقسیم ہونے سے بچ رہے ہوں۔ اگر کبھی کچھ بچ رہتا تو آپ ﷺ اس وقت تک گھر تشریف نہ لے جاتے جب تک وہ بچا ہوا مال کسی محتاج کو نہ دے دیا جاتا۔ اس قدر جود و سخا اور ایثار کے باوجود اپنی زندگی ہمیشہ زاہدانہ گزارتے اور اکثر اوقات گھر میں چولہا نہ جلتا۔

حضور ﷺ غایت درجہ راست گو، سب سے بڑھ کر مہربان اور حسنِ وفا و عہد میں سب سے برتر، حلیم، حیا اور حسن معاشرت میں سب سے اعلیٰ ہیں، نگاہ اقدس ہمیشہ نیچی رکھتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا بھرپور دیکھنا بھی آنکھ کے کونے سے ہی ہوتا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ

Marfat.com

حیادار تھے۔(صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھے۔آپ ﷺ جوامع الکلم (جامع باتوں) سے نوازے گئے تھے۔آپ ﷺ کو تمام زبانوں کا علم عطا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر قبیلے سے انہی کی زبان اور لہجہ میں گفتگو فرماتے۔آپ ﷺ میں بدویوں کا زورِ بیاں اور رقتِ تخاطب اور شہریوں جیسی شائستگی الفاظ جمع تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی حریر اور دیبا نہیں چھوا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کبھی کوئی عنبر یا مشک یا کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی خوشبو سے بہتر ہو۔(صحیح بخاری)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔(صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ جو ابھی بچے تھے فرماتے ہیں آپ ﷺ نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی گویا آپ ﷺ نے اسے عطار کے عطردان سے نکالا ہو۔(صحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا پسینہ گویا موتی ہوتا تھا اور ام سلیم کہتی ہیں کہ یہ پسینہ ہی سب سے عمدہ خوشبو ہوا کرتا تھا۔(صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جس راستے سے تشریف لے جاتے آپ ﷺ کے بعد کوئی اور گزرتا تو آپ ﷺ کے جسم یا پسینہ کی خوشبو کی وجہ سے جان جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے گئے ہیں۔(المصابیح)

مخلوقِ خدا میں شان عالی سے ممتاز ہونے کے باوجود آپ ﷺ سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔آپ ﷺ بلا امتیاز ہر ایک کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے۔ صبر، بردباری اور درگزر کرنا آپ ﷺ کا وصف تھا۔آپ ﷺ مجلس میں اپنے

Marfat.com

زانوے اقدس ہرگز نہ پھیلاتے۔

جو بھی آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا' مرعوب ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ مجلس میں گفتگو کی ابتدا السلام علیکم سے فرماتے۔ ہر ایک سے خندہ روی سے پیش آتے۔ مریض کی عیادت فرماتے' مسافر کو اپنی دعا میں یاد فرماتے اور کسی لغزش پر عذر خواہ کا عذر قبول فرماتے۔

آپ ﷺ اپنے خدام کا خصوصی خیال رکھتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی گھریلو اور مسافرانہ زندگی میں دس سال خادم کی حیثیت سے مصاحبت اختیار کی' اس دوران آپ ﷺ نے ہمیشہ میرا خیال فرمایا۔ دس سالہ دور میں آپ ﷺ نے کبھی مجھے اُف تک نہ فرمائی اور نہ کبھی یوں فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ (باب الادب صحیح بخاری شریف) اسی طرح آپ ﷺ اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے اپنے کھانا پینے اور لباس میں کوئی امتیاز نہ برتتے۔

ایک سفر میں اصحاب رضی اللہ عنہ نے کھانے پکانے کے لئے اپنے اپنے ذمہ مختلف کام لے لئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! یہ کام بھی ہم خود ہی کر لیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو' مگر میں نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو تم سے ممتاز کروں کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے رفقا سے ممتاز بنتا پھرے''۔ چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجلس

نبی اکرم ﷺ جب کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے تو جو جگہ خالی پاتے وہیں

Marfat.com

بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی ارشاد فرماتے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ حضور ﷺ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی معزز نہیں۔ بیمار کی عیادت فرماتے' نادار لوگوں کے ساتھ محبت فرمایا کرتے' ان کی دلجوئی کے لئے ان کے پاس بیٹھ جاتے۔ اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے جنازہ میں شرکت فرماتے۔ آپ ﷺ نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں بتایا' اگر چاہا تو تناول فرمالیا ورنہ ترک فرمادیا۔ نبی کریم ﷺ اپنے پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت فرماتے اور مہمان کی عزت افزائی کرتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو میں سے ایک کے اپنانے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے جو زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح بخاری)

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے نعلین مبارک خود مرمت کر لیتے تھے۔ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اس طرح کا کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی آدمی اپنے گھر کے کام کاج کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

آپ ﷺ کا معمول مبارک یہ بھی تھا کہ جب آپ ﷺ کو کوئی اچھی خبر ملتی تو آپ ﷺ فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور جب کوئی ناپسندیدہ بات ہوتی تو اس طرح ارشاد فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ہر حال میں سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں)

کیفیتِ مزاج

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ اصحاب رضی اللہ عنہم کی دلجوئی کے لئے کبھی کبھار خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے مگر وہ حقیقتِ حال کے خلاف نہ ہوتی بلکہ آپ ﷺ کے مزاج

Marfat.com

کا مفہوم بھی حق اور سچ ہی ہوتا تھا۔

ا۔ ایک روز ایک عورت نے درخواست کی کہ مجھے سواری کے لئے اونٹ چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ بولی "میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گی"، آپ نے متبسم لہجہ مبارکہ سے پھر ارشاد فرمایا "میں تجھے اونٹنی کا بچہ ہی دوں گا"۔ عورت پریشان ہوگئی اور کہنے لگی "میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گی"۔ اس پر حاضرین نے اس سے کہا کہ اونٹ اونٹنی کا ہی بچہ تو ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ عورت خوش ہوگئی۔

۲۔ اسی طرح ایک بڑھیا عورت بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ "دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے"۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا "کوئی بھی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی"۔ یہ سن کر وہ بڑھیا رونے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا "اسے بتا دو کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی بلکہ اللہ کے حکم سے جوان ہو کر جنت میں داخل ہوگی"۔

حضور ﷺ کے امتیازی خصائص

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مجھے سب انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ وجہ سے برتری حاصل ہے"۔

ا۔ مجھے جامع کلمات دیئے گئے۔

۲۔ رعب سے میری مدد کی گئی۔

۳۔ میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔

۴۔ تمام زمین میری لئے مسجد اور ذریعہ پاکیزگی بنادی گئی۔

Marfat.com

۵۔ مجھے ساری کائنات کا رسول بنا کر بھیجا۔

۶۔ مجھ ﷺ پر بابِ نبوت ختم کر دیا گیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ' امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کی ہے اس میں مزید لکھا ہے کہ

۱۔ مجھے تمام زمین کی چابیاں دی گئیں۔

۲۔ میرا نام احمد (ﷺ) رکھا گیا۔

۳۔ اور میری امت سب امتوں سے بہتر ہے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے مخلوق خدا کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے لاتعداد انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ان کی نبوت اور رسالت کے ثبوت کے لئے ان کو معجزات عطا فرمائے۔ کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو۔

حضور اقدس نورِ مجسم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے انہوں نے جو معجزات دکھائے ان معجزات کا وجود ان کی حیاتِ دینوی تک رہا۔ چونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام سابقین کی بعثت ایک مخصوص قوم یا قبیلہ کی اصلاح کے لئے محدود وقت تک کے لئے ہوا کرتی تھی' اس لئے انہیں جو معجزات دیئے گئے وہ وقتی تھے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو کسی ایک قوم یا قبیلہ کی رہنمائی کے لئے یا محدود وقت کے لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ ﷺ کو تو مخلوق خدا کے تمام افراد کے لئے خواہ وہ کرہ ارض کے کسی گوشہ میں بھی آباد ہوں' کے لئے تا قیام قیامت ہادی اور راہنما بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ کے معجزات کا احاطہ اور شمار ممکن ہی نہیں اگر صرف ان ہی معجزات پر اکتفا کیا جائے جو احادیث کی کتب میں بیان ہوئے ہیں تو امام بیہقی قدس سرہ کے ایک قول کے مطابق ان معجزات کی تعداد تین ہزار ہے جن میں سے ایک ہزار معجزات امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے

Marfat.com

کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں جبکہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی محترم میں یہ خصوصیت نہیں تھی"۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نشر الطیب کے صفحہ ۱۹۸۔۱۹۹ میں لکھتے ہیں:

"اگر نظر صحیح سے کام لیا جائے تو آپ ﷺ کے معجزات ضبط و احصاء سے متجاوز ہیں۔ آپ ﷺ کا ہر قول ہر فعل خارق عادت ہے چونکہ اس کا ادراک عوام کا حصہ نہیں ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے اگر ان ہی خوارق پر اکتفا کیا جائے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں تو وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں"۔

معجزہ اسراء اور معراج

حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات اور روشن ترین معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ اسراء اور معراج ہے۔ اس عدیم النظیر اور محیر العقول معجزہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو وہ افضلیت، خصوصیت اور شرافت عطا فرمائی جس سے کسی دوسرے نبی علیہ السلام اور رسول علیہ السلام کو مشرف و مکرم نہیں فرمایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ
اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① (سورہ بنی اسرائیل:۱)

ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندہ خاص کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بابرکت بنا دیا ہے ہم نے جس کے گرد و نواح کو تا کہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔ اِس کی تفصیل ہجرت سے پہلے مکی زندگی

Marfat.com

میں آ چکی ہے لہٰذا یہاں تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیر و عروج یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں اور لامکاں تک تشریف لے جانے کو معراج کہا جاتا ہے۔ لیکن محدثین و مفسرین کی اصطلاح میں حضور ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا اسرا کہلاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس کو لفظ اسرا سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف حضور حضور ﷺ کا عروج فرمانا' معراج کہلاتا ہے کیونکہ یہ الفاظ احادیث صحیحہ میں ایسے ہی منقول ہوئے ہیں۔ جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ اسراء اور معراج دونوں بحالت بیداری اور جسمانی ہیں اور اس معجزہ کا وقوع ۲۷ رجب ۱۲ بعثت نبوی کو ہوا۔

معجزہ شق القمر

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا۔ یہ معجزہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے عظیم الشان معجزات میں سے ایک ہے۔ کسی دوسرے جلیل القدر نبی اور ولوالعزم رسول علیہم السلام کو یہ معجزہ عطا نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل بھی ہجرت سے پہلے مکی زندگی کے بیان میں آ چکی ہے۔

غروب کے بعد طلوع آفتاب کا معجزہ (ردّ الشمس)

سرورِ عالم ﷺ کے معجزات میں غروب آفتاب کے بعد اس کا پھر واپس لوٹ آنا ایک عظیم معجزہ ہے۔ جو نبوت کی آیات بینات میں سے ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رفیقہ حیات تھیں' وہ روایت فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی گود میں سر اقدس رکھ کر استراحت فرما رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز عصر ادا فرما چکے تھے۔ اسی اثناء

Marfat.com

میں نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس وجہ سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ آپ بیدار ہوئے تو جناب علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کیا یارسول اللہ! نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! علی تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، تو اس کے لئے سورج کو واپس لا تاکہ تیرا یہ بندہ علی نمازِ عصر ادا کرسکے۔

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا جو غروب ہوگیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہوگیا اور اس کی شعاعیں پہاڑوں اور زمین پر پڑیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھے، آپ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی۔ پھر سورج غرب ہوا۔ یہ واقعہ اس وقت رو پذیر ہوا جبکہ سرکار دو عالم ﷺ خیبر فتح کرنے کے بعد صہباء کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ (ضیاء النبی، جلد پنجم)

معجزات نزول باراں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا روز تھا۔ حضور اکرم ﷺ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی مسجد نبوی شریف میں داخل ہوا اور منبر شریف کے بالمقابل پہنچ کر اس نے گزارش کی: خشک سالی کی وجہ سے مویشی بھوک کی وجہ سے ہلاک ہورہے ہیں، قحط سالی کا دور دورہ ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بارانِ رحمت کے لئے دعا فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت بخدا آسمان پر بادل تو کجا کوئی بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ بدو کی التجا پر رحمت دو عالم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور

Marfat.com

عرض کی۔

''اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ! ہم پر رحمت کی بارش فرما۔ اے اللہ ہم پر رحمت کی بارش فرما۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعا کرنے کی دیر تھی' ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ چاروں طرف پھیل گیا اور گرج کر برسنا شروع ہو گیا۔ حضور ﷺ ابھی منبر شریف سے نیچے اترے بھی نہ تھے کہ بارش کے قطرے حضور ﷺ کی ریش مبارک پر آ کر ٹپکنے لگے اور اس وقت سے آئندہ جمعہ تک لگاتار بارش ہوتی رہی اور سارا علاقہ مدینہ شریف سمیت جل تھل ہو گیا آئندہ جمعہ وہی دیہاتی یا کوئی اور شخص کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ ﷺ مسلسل بارش کی وجہ سے راستے مسدود ہو چکے ہیں' مکانات کر رہے ہیں' مویشی گھروں میں بند ہیں اور بھوک سے مر رہے ہیں۔ دعا فرمائیے کہ بارش تھم جائے۔

اس سائل کی عرض سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

''اے اللہ! اب ہم پر بارش نہ برسا بلکہ ٹیلوں پر' چھوٹی پہاڑیوں پر' وادیوں پر اور جہاں درخت اگتے ہیں' اُن پر بارش برسا۔ الٰہی یہ بارش مدینہ کے آس پاس برسا، ہم پر نہ برسا اور ساتھ ہی انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے رہے''۔

چنانچہ جس طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلی کا اشارہ ہوتا' بادل پھٹتا جاتا اور چند لمحوں میں مطلع صاف ہو گیا۔ (شمائل الرسول)

امام بیہقیؒ ایک دوسرے واقع کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے اپنے علاقہ کی خشک سالی کے بارے میں بڑے پُرسوز انداز میں بیان کیا اور عرض کیا:

Marfat.com

ہمارے لیے حضور ﷺ کے بغیر کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کے لئے مصیبت کے دنوں میں اللہ کے رسولوں کے بغیر اور کہاں پناہ ملتی ہے۔

اُس اعرابی کی اِس درد بھری فریاد کو سن کر حضور ﷺ اپنی چادر مبارک کو سمیٹتے ہوئے جلدی سے اٹھے اور منبر شریف پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد بارگاہ رب العالمین میں التجا کی: ''اے اللہ! ہمیں ایسے بادل سے سراب کر جو خوشگوار سرسبز و شاداب کرنے والا' تیز برسنے والا' سیراب کرنے والا' یکساں برسنے والا' جلدی برسنے والا اور نفع بخش ہو''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک جب اپنے چہرے پر پھیرے تو آسمان سے گھڑوں پانی برسنے لگا''۔

ایک روز مدینہ طیبہ سے باہر کسی گاؤں سے چند لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فریاد کی: اے اللہ کے پیارے رسول! ہم تو غرق ہو گئے۔

حضور ﷺ نے دونوں دست مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے اور عرض کی: ''الٰہی ہم پر بارش نہ برسا بلکہ ہمارے ارد گرد کے علاقہ میں برسا''۔

اسی وقت مدینہ طیبہ سے بادل چھٹ گئے اور مطلع صاف ہو گیا۔

اور ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کی سندیں صحیح ہیں کہ اِدھر حضور ﷺ نے دعا کے لئے دست طلب دراز فرمائے' اُدھر بادل گھر کر آ جاتے اور موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو جاتی۔

قلیل پانی کے کثیر ہو جانے کا معجزہ

وہ معجزات جن کا تعلق پانی سے ہے کہ پانی بہت قلیل تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اس میں کثرت اور فراوانی پیدا ہو گئی' ایسے معجزات کی تعداد بھی کثیر ہے۔

Marfat.com

انگشت ہائے دست اقدس سے پانی کا جاری ہونا حضور کے خصوصی معجزات میں سے ایک ہے۔اس ضمن میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے پانی صرف ایک دفعہ جاری نہیں ہوا بلکہ بہت سے مقامات پر یہ معجزہ لوگوں نے دیکھا اور ان کی روایت کثیر سندوں سے ہوئی ہیں جس کا انکار کرنا ممکن نہیں۔یہ حضور ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ہیں جو کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں ہوئے۔قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کی ضرب سے پتھر بارہ چشموں کے جاری ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن پتھروں سے پانی کا جاری ہونا ایک فطری بات ہے جبکہ انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا یہ اللہ کے پیارے محبوب کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ ۳۰ ہزار مجاہدین کی میت میں تبوک پہنچے تو وہاں ایک چشمے سے پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا تھا۔اس ایک ایک قطرہ کو جو ٹپک رہا تھا' ایک برتن میں جمع کر کے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا گیا۔سید دو عالم ﷺ نے اس چشمہ پر آ کر اس پانی سے اپنے رُخِ انور اور مبارک ہاتھوں کو دھویا اور مستعمل پانی اس چشمے میں ڈالتے گئے۔اس کی برکت سے وہ چشمہ جس سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا تھا' فوراً ہی ایک سبک رفتار چشمے کی طرح اُبلنے لگا۔جس سے ہم سب لوگ سیراب ہو گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ پانی اتنی تیزی سے بہنے لگا کہ اس کی آواز گرج کی طرح معلوم ہوتی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو اس جگہ باغ ہی باغ دیکھے گا۔(کتاب الشفائ صفحہ ۴۵۳)

حضور کا یہ فرمانا سچ ہوا اور چند سال کے پانی سے وہاں ارد گرد کا ماحول باغ و بہار ہو گیا۔

غزوہ تبوک کے سفر میں حضور ﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے وضو کے

Marfat.com

برتن سے وضو فرمایا اور اس میں کچھ پانی باقی رہ گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! اس برتن کی حفاظت کرنا' اس کی بڑی شان ہوگی۔ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ حضور ﷺ نے ابوقتادہ کا وہی برتن منگوایا اور پیالہ میں پانی ڈال کر سب کو پلاتے رہے' تمام صحابہ نے پانی پیا۔ لشکر کے تمام جانوروں کو بھی پانی پلایا گیا اور صحابہ کرام نے اپنے مشکیزے بھی بھر لئے۔

ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ اس وقت صرف اور صرف حضور ﷺ نے ابھی پینا تھا۔ حضور ﷺ نے پیالہ میں پانی ڈالا اور مجھے حکم دیا کہ اے قتادہ! پانی پیو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب تک آپ نہیں پئیں گے' میں اس پیالے کو لبوں سے نہیں لگاؤں گا۔ معلم کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ سَاقِی الْقَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْبًا۔

''جو ساقی ہوتا ہے وہ سب کو پلانے کے بعد خود پیتا ہے''۔

آپ ﷺ کے اس ایک ارشاد نے قیامت تک آنے والے امتیوں کو قربانی اور ایثار کا نا قابل فراموش درس دیا ہے۔

ابوقتادہ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے پہلے پیا تو آخر میں کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پیالہ اپنے لبوں سے لگایا اور پانی پیا۔ (سیرۃ النبویہ' جلد ۳' ماخوذ از ضیاء النبی' جلد پنجم)

ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت دوعالم ﷺ نے ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہمارے گھر میں کنواں تھا جس کا پانی ختم ہوجایا کرتا تھا۔ اس کنویں سے پانی نکال کر ہم نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ہمارے کنویں میں لعاب دہن ڈالا۔ اس کی ایسی برکت ہوئی کہ پھر اس کا پانی کبھی ختم نہ ہوا۔

Marfat.com

قلیل دودھ لاتعداد لوگوں کے لئے پورا ہو جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب صفہ (رضی اللہ عنہم) اکثر بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتے تھے۔ ایک روز میں بھوک سے نڈھال ہو کر اُس راستے پر اس خیال سے بیٹھ گیا جہاں لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت رہتی تھی کہ شاید کوئی گزرتے ہوئے میرا حال دریافت کر کے میرے فاقے کا درماں کر دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے ابو بکر صدیق گزرے میں نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کیا جس سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ اس اثناء میں میرے چہرے کی زردی کو دیکھیں گے اور میرا حال دریافت کریں گے۔ لیکن انہوں نے کوئی استفسار نہ فرمایا اور چل دیئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق دریافت فرمایا۔ لیکن انہوں نے بھی میرے مقصد کو نہ بھانپا اور تشریف لے گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد رحمت دو عالم بیکسوں کے غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے چہرے کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری حالت کو پہچان لیا اور پوچھا: اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کیا بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے بھی اندر آنے کا حکم فرمایا۔ میں اندر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ کے لئے کسی نے ہدیہ بھیجا ہوا ہے۔ حضور نے فرمایا: جاؤ اور تمام اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ یہ حکم سنتے ہی میری پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ کیونکہ میری توقع تھی کہ یہ دودھ کا پیالہ پینے کے لئے مجھے مل جائے گا اور میں سیر ہو کر پیئوں گا تو میرا دن

Marfat.com

رات سکون سے گزر جائے گا۔ مگر اب تو میں صرف پیغام رساں ہی ہوں گا' دودھ دوسرے ساتھی پی جائیں گے تو میرے لئے کیا بچے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کریم کے حکم کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے تمام اصحاب صفہ کو کاشانہ اقدس پر حاضر ہونے کی اطلاع دی۔ سبھی حاضر ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ دودھ کا پیالہ لو اور انہیں باری باری پلاتے جاؤ۔ سبھی نے اپنی اپنی باری میں دودھ کا پیالہ خوب سیر ہو کر پیا۔ آخری آدمی نے حسب خواہش دودھ پی کر وہ دودھ کا پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ میں نے وہ پیالہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ پیالہ پکڑ کر دست مبارک پر رکھا' اس میں ابھی دودھ تھا۔ حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور میری طرف نگاہ کرم ڈالی اور مسکراتے ہوئے فرمایا: اے ابوہریرہ! اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! آپ نے سچ فرمایا۔ حضور انور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کر دیا۔ جب میں نے سیر ہو کر پی لیا اور پیالہ منہ سے الگ کیا تو حکم ہوا کہ اور پیو۔ پھر میں نے جتنا میرے اندر سما سکتا تھا' پیا۔ پھر جب پیالہ کو لبوں سے الگ کیا تو حکم دیا اور پیو۔ بار بار آقا کریم ﷺ کے حکم سے میں پیتا رہا۔

آخری بار رحمت عالم ﷺ نے جب فرمایا: ابوہریرہ اور پیو تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اب تو میرے اندر ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا پیالہ مجھے دے دو۔ میں نے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے جو سب کا پس انداز تھا' وہ نوش جاں فرمایا۔ (شمائل الرسول' جلد ۳، سیرۃ النبویہ جلد ۳)

امام احمد ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عقبہ بن ابی معیط کا ریوڑ

Marfat.com

چرایا کرتے تھے۔ ایک روز نبی اکرم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُن کے پاس سے گزرے تو حضور ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ اے جوان کچھ دودھ ہے۔ میں نے بتایا کہ دودھ تو ہے مگر میں مالک کی مرضی کے بغیر نہیں دے سکتا۔ پھر حضور ﷺ نے استفسار فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو ابھی جوان نہ ہوئی ہو۔ میں ایسی بکری لے آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے اس کی کھیری پر دست مبارک پھیرا۔ چشم زدن میں وہ دودھ سے بھرگئی۔ پھر اس کو دوہا گیا حضور ﷺ نے خود پیا' صدیق اکبر کو پلایا اور پھر اس کی کھیری کو حکم دیا' سکڑ جا۔ چنانچہ کھیری سکڑ گئی۔

ام معبد کی لاغر بکری سے دودھ دوھنا اور گھر کے تمام برتنوں کا دودھ سے بھر جانے کا واقعہ سفر ہجرت کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے' یہاں اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک بکری پالی ہوئی تھی اور اس کا جو گھی ہوتا تھا' وہ ایک کُپی میں جمع کرتی رہتی تھیں۔ جب وہ گھی سے بھرگئی تو اسے حضور ﷺ کی خدمت میں ربیعہ کے ہاتھ بطور ہدیہ بھجوادیا تاکہ آپ بطور سالن استعمال کرلیا کریں۔ حضور ﷺ نے وہ کُپی لے کر اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ اس کو خالی کر کے دے دیں۔ وہ خالی کُپی واپس بھیج دی۔ اس وقت ام سلیم اپنے گھر میں نہیں تھی چنانچہ ربیعہ نے کُپی کو ایک میخ کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیم واپس گھر آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کُپی بھری ہوئی ہے اور گھی نیچے ٹپک رہا ہے۔ ام سلیم ربیعہ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے تو گھی کی ایک کُپی آپ کی طرف بھیجی تھی تاکہ آپ بطور سالن استعمال فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ کُپی ربیعہ نے مجھے پہنچادی ہے۔ ام سلیم نے عرض کی: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' وہ تو بھری

Marfat.com

ہوئی ہے اور اس سے گھی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلیم! جس طرح تو نے اللہ تعالیٰ کے نبی کے لئے سالن کا انتظام کیا تھا' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کے بدلے میں اپنی جناب سے سالن کا انتظام فرما دیا ہے' تم اسے کھاؤ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے دو واقعات اوس بن خالد کی والدہ ام اویس البیزیہ اور قبیلہ اوس کی ایک خاتون ام شریک کے بھی سند صحیح کے ساتھ روایت فرمائے ہیں۔

قلیل کھانے کا زیادہ ہو جانا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی رفیقہ حیات ام سلیم کو کہا کہ میں نے سرور کائنات ﷺ کی آواز سنی ہے' مجھے اس میں نقاہت اور کمزوری محسوس ہوئی' میرا خیال ہے فاقہ کی وجہ سے یہ کمزوری ہے' کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس نے چند جو کی روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس کو دیں کہ جا کر بارگاہِ رسالت میں پیش کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ مسجد میں رونق افروز تھے اور بہت سے لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ میں وہاں جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جتنے لوگ وہاں بیٹھے تھے' سب کو فرمایا اٹھو اور اپنے بھائی کی دعوت قبول کرو۔ حضور ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے آگے جا کر ابوطلحہ کو سارا ماجرا سنایا۔ وہ دوڑتے ہوئے ام سلیم کے پاس گئے اور صورتحال سے آگاہ کیا کہ حضور ﷺ لوگوں کے ہمراہ تشریف

Marfat.com

لا رہے ہیں۔ ہمارے پاس کھلانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ اس کی بیوی ام سلیم نے بڑے اعتماد سے جواب دیا' تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ (اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں)

حضور ﷺ نے جب ان کے گھر میں قدم رنجہ فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے ام سلیم جو تمہارے پاس ہے' وہ لے آؤ۔ اس نے جو کی روٹی جو ان کے پاس تھی' خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ ام سلیم نے اپنے گھی کا کپا اس روٹی پر انڈیل کر آپ کے سامنے رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے کچھ پڑھا اور دم کر دیا اور فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ چنانچہ دس آدمیوں نے اسے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر دوسرے دس آئے' کھانا کھا کر چلے گئے۔ اس طرح دس دس آدمی آتے رہے اور سیر ہو کر کھاتے رہے۔ قریباً ستر آدمیوں نے اس ایک روٹی کو کھایا مگر پھر بھی وہ جوں کی توں رہی۔ (شمائل الرسول)

اسی طرح جنگ خندق کے وقت حضرت جابر بن عبداللہ کی دعوت پر بھی چند آدمیوں کا کھانا کئی ہزار مجاہدین نے سیر ہو کر کھایا جس کی تفصیل غزوہ خندق میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں کہ انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا' حضور ﷺ کی دعا سے کنوؤں' چشموں سے پانی نکلنا اور تھوڑے طعام کا کثیر تعداد میں کفایت کرنا' ان کی اکثر روایات ان احادیث سے ہیں' جن کو محدثین کرام نے صحیح تسلیم کیا ہے' ان روایات کو پندرہ صحابہ نے روایات کیا ہے جبکہ تابعین کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس لئے ان کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں۔

(ضیاء النبی جلد پنجم بحوالہ السیرۃ النبویہ جلد ۳)

ابن سعد طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی زین العابدین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے روایت فرمائی: ایک روز سیدۃ النساء فاطمتہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے صبح کے کھانے کے لئے سالن پکایا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ عرض کریں کہ آج صبح کا کھانا ہمارے ہاں تناول فرمائیں۔

حضور تشریف لے گئے اور اپنی نورِ نظر کو حکم دیا کہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے ایک ایک بڑا پیالہ سالن سے بھرا ہوا بھیجیں۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تعمیل حکم فرمائی۔ پھر ایک پیالہ حضور ﷺ کے لئے ایک پیالہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ایک اپنے لئے بھرا۔ بعد ازاں ہانڈی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو وہ ہانڈی لبالب بھری ہوئی تھی جیسے کسی نے ہنڈیا سے کچھ نکالا ہی نہ ہو۔

امام ابو داؤ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے بالا خانہ میں جو کھجوریں رکھی ہیں ان میں سے احمس قبیلہ کے چار سو سواروں کو زادِ راہ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم وہ کھجوریں تو چند صاع ہیں یہ اتنے آدمیوں کو کس طرح کفایت کریں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور جو میں نے حکم دیا ہے اسے بجالاؤ اور فکر مت کرو کہ کھجوریں بہت کم ہیں۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تعمیل حکم کے لئے گئے اور تمام لوگوں میں زادِ راہ تقسیم کیا اور پھر بھی کھجوروں کا ڈھیر یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں سے ایک دانہ بھی کھجور کا کسی نے لیا ہو۔

امام بیہقی اور ترمذی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں ایک دفعہ سامان خورد ونوش کی از حد قلت ہوگئی۔ رسول اکرم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی چیز ہے۔ میں نے عرض کی توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ان کھجوروں سے مٹھی بھر کر لاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا تو میری مٹھی میں دس پندرہ کھجوریں تھیں۔ کریم آقا ﷺ نے ان کو دستر خوان پر بچھا دیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا

Marfat.com

دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ۔ حسب حکم لوگ آتے‘ کھاتے جاتے اور اُٹھتے جاتے۔ یہاں تک کہ سارا لشکر کھا کر سیر ہو گیا۔ آقائے رحمت ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جتنی کھجوریں تم لائے تھے‘ یہاں سے اٹھالو۔ میں جتنی لایا تھا‘ اس سے زیادہ کھجوریں اٹھالیں۔ ان میں سے خود بھی کھاتا‘ اہل وعیال کو بھی کھلاتا اور جو مہمان آتے تھے‘ انہیں بھی کھلاتا رہا۔ مٹھی بھر کھجوریں سرکار دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کی انتہا تک کھاتا رہا‘ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اس افراتفری میں وہ توشہ دان چھین لیا گیا اور میں اس برکت سے محروم ہو گیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اُس درخت سے جا کر کہہ دو کہ تجھے اللہ کا رسول بلاتا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درخت یہ حکم سنتے ہی آگے پیچھے اور دائیں بائیں کو جھکا جس سے اس کی جڑیں اکھڑ گئیں۔ پھر وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی جڑیں گھسیٹتا اور مٹی اڑاتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا اور عرض گزار ہوا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے کہا کہ اب اس درخت کو اپنی اصل جگہ پر لوٹ جانے کا حکم دیجئے۔ آپ ﷺ نے واپس لوٹ جانے کا حکم فرمایا۔ درخت اپنی جگہ لوٹ گیا‘ جڑیں جم گئیں اور وہ بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔

وہ اعرابی عرض گزار ہوا کہ مجھے آپ سجدہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مخلوق میں سے کسی کے لئے سجدہ کرنے کا میں حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کریں۔ اس کے بعد اعرابی نے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اس کی اجازت فرمائی۔

(الشفا‘ صفحہ ۴۶۶)

Marfat.com

ستونِ حنانہ کا آہ و بکا کرنا

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد آپ ﷺ کھجور کے خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ایک انصاری صحابیہ نے اپنے غلام سے لکڑی کا منبر بنوا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ فرمانے لگے تو خشک تنے سے رونے اور سسکیاں لینے کی آواز آنے لگی، جیسے بچہ جننے والی اونٹنی واویلا کرتی ہے۔ تمام موجود صحابہ کرام اس کا حال دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ستون اتنے دردناک انداز میں رویا کہ پھٹ گیا۔

رحمت دو عالم ﷺ نے منبر سے اتر کر اپنا دست شفقت اس خشک تنے پر پھیرا اور اسے ساتھ لگا لیا۔ اب وہ تنا اس طرح رو رہا تھا جس طرح روتے ہوئے بچے کو خاموش کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ روتا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ خاموش ہو گیا۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو زار و قطار رونے لگتے اور کہتے: خدا کے بندو! جب خشک لکڑی منصب رسالت کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کے فراق میں روئی تو ہمیں آپ کی زیارت کا اشتیاق بدرجہا زیادہ ہونا چاہیے۔

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس لئے رو رہا تھا کہ پہلے وہ ذکر سنتا تھا اور اب اس عظمت سے محروم ہو گیا۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو "حنین الجزع" (کھجور کے خشک تنے کے رونا) کا معجزہ عطا کیا، حتیٰ کہ لوگوں نے اس کے رونے کی آواز سنی۔ یہ معجزہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیاءِ موتیٰ سے بڑھ کر ہے۔ (فتح الباری)

Marfat.com

یہ واقعہ تمام مستند محدثین اور مورخین نے بیان کیا ہے۔ دارمی میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے کھجور کے تنے! اپنے لئے دو باتوں میں سے ایک کا انتخاب کر لے' اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی مکان میں تر و تازہ کر دیتا ہوں اور جنت کی خواہش رکھتا ہے تو تجھے وہاں لگا دیتا ہوں۔ اُس نے جنت میں جانے کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے اس کی یہ خواہش قبول فرمائی اور آپ کے حکم سے اس ستون کو منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس ستون کے نزدیک اکثر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ لکڑی کا خشک تنا حضور ﷺ کے جسم اطہر سے مس ہونے سے ذی حس اور ذی شعور ہو گیا۔ (آداب حج و زیارت' کتاب الشفاء)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے تو آپ جس طرف تشریف لے جاتے تو جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا' وہ سلام عرض کرتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: میں اُس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر سلام عرض کیا کرتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے' وہی آپ کے لئے سجدہ کرتا۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جب سے جبرئیل علیہ السلام میرے پاس پیغام رسالت لے کر آئے' اس کے بعد سے میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا ہوں' وہ مجھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ (کتاب الشفا' صفحہ ۴۷۷)

Marfat.com

اُحد پہاڑ کانپنے لگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب رب العالمین ﷺ اُحد پہاڑ پر جلوہ افروز ہوئے' اس وقت آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ علیہم اجمعین تھے۔ پہاڑ مارے ہیبت کے تھرتھرانے لگا۔ سید العالمین ﷺ نے فرمایا: "اے پہاڑ! ٹھہر جا اس وقت تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں" اور پہاڑ ٹھہر گیا۔ (کتاب الشفاء)

بھیڑیئے کا گفتگو کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا بکریاں چَرا رہا تھا کہ بھیڑیئے نے آ کر ایک بکری دبوچ لی چرواہے نے اس سے بکری چھڑا لی۔ بھڑیئے نے ذرا ہٹ کر چرواہے سے کہا کہ اللہ سے ڈرو آپ میری خوراک اور میرے درمیان حائل ہوئے ہو۔ چرواہے نے حیرت سے کہا کہ کیا بھیڑیا بھی انسانوں کی طرح گفتگو کرتا ہے۔ یہ سن کر بھیڑیئے نے جواب دیا: "کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب بات نہ بتاؤں کہ اللہ کا رسول اللہ ﷺ جو دو پہاڑیوں کے درمیان رہتا ہے' وہ لوگوں کو ماضی کی ساری باتیں بتا رہا ہے"۔

یہ سن کر چرواہا نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر یہ سارا واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کرو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بھیڑیئے نے سچ کہا۔ (کتاب الشفاء' صفحہ ۲۸۴)

ہرنی کی ضمانت

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ جنگل میں تشریف فرما تھے کہ ایک بندھی ہوئی ہرنی نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے اس

Marfat.com

اعرابی نے شکار کر کے پکڑ لیا ہے۔ اس سامنے والے پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں اگر آپ اس اعرابی سے فرما دیں کہ مجھے تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ آپ نے اعرابی سے ہرنی کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑنے کے لئے کہا۔ اس نے ہرنی کو چھوڑ دیا اور وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس لوٹ آئی اور اسے باندھ دیا۔

اس کے بعد آپ نے اعرابی کو ہرنی آزاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اعرابی نے ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ اپنے بچوں کے پاس جانے کے لئے خوشی سے دوڑتی جارہی تھی اور بلند آواز سے کہہ رہی تھی: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ یعنی میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (کتاب الشفاء)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شریک ہوئے۔ جنگ میں آپ کو تیر لگا جس سے آپ کی ایک آنکھ کا ڈھیلا بہہ نکلا۔ آپ نے اس ڈھیلے کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی: میری آنکھ پر نظر کرم فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہتے تو تو صبر کرو اور اس کے عوض تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہتے ہو تو اس آنکھ کو درست کر دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بے شک جنت بڑی خوبصورت جزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گراں قدر عطیہ ہے لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ میری بیوی جس سے مجھے بڑی محبت ہے وہ مجھے کانا کہے گی۔ حضور! مہربانی فرما کر میری آنکھ درست فرما دیں اور اللہ تعالیٰ سے مجھے جنت بھی لے دیجئے۔

حضور ﷺ نے اس ڈھیلے کو لیا اور آنکھ میں اس کے مقام پر اسے رکھ دیا۔ پھر دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَكْسِهٖ جَمَالًا یا اللہ اس کے چہرے کو حسین و جمیل بنا دے۔ حضور کی برکت سے ان کی وہ ضائع شدہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ

Marfat.com

حسین ہوگئی اور اس کی بینائی درست آنکھ سے بھی تیز تر ہوگئی۔ اور پھر ساری زندگی اس آنکھ کو آشوب چشم نہیں ہوا۔ (ضیاء النبی جلد ۵)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ٹوٹے ہوئے پاؤں پر اپنا دستِ مبارک پھیرنا اور اس کا اسی وقت صحیح ہو جانا بھی آپ ﷺ کا اہم معجزہ ہے۔

جنگِ بدر کے دن مشرکین کے مرنے کی جگہوں کی نشاندہی فرمانا اور بتا دینا کہ فلاں مشرک کے مرنے کی جگہ یہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے مقامات سے سر موتجاوز نہ ہوا۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے بیان میں تفصیل سے آچکا ہے۔

سراقہ بن مالک بن جعشم ہجرت مدینہ کے دوران جب آپ ﷺ کے تعاقب میں آپ کے قریب پہنچ گیا تو آپ کی دعا کی برکت سے سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ اس کے بعد سراقہ نے امان طلب کی اور مصیبت سے نجات کی درخواست کی۔ سید عالم ﷺ نے نہ صرف اسے معاف فرما دیا بلکہ سراقہ کی درخواست پر اسے امن کا فرمان بھی لکھ دیا بلکہ فرمایا کہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ بادشاہ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔

آپ کا یہ فرمان اس وقت پورا ہوا جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا تو مال غنیمت میں کسریٰ بادشاہ کے کنگن بھی تھے۔ جو سیدنا فاروق اعظم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ' جو اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے' کو بلا کر ان کے ہاتھوں میں پہنائے۔ اس طرح تقریباً ۲۰ سال بعد آپ کا فرمان پورا ہوا۔ اس کی تفصیل ہجرت کے بیان میں تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔

حضور ﷺ کو تمام زبانوں کا علم دیا گیا

نبی کریم ﷺ ہر شخص کے ساتھ اس کی زبان میں کلام فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کمال قدرت الٰہیہ اور عطیہ ربانیہ کا آئینہ دار ہے کیونکہ آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زبانوں کا علم بھی عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط (سورہ ابراہیم: ۴)

اور ہم نے انہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اُس قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ کھول کر بیان کرے ان کے لئے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے لہٰذا آپ کو تمام زبانوں پر مکمل دسترس اور عبور حاصل تھا تاکہ آپ اپنی ساری امت سے انہی کی زبان اور لہجہ میں گفتگو کر سکیں۔ معلم کائنات ﷺ جس زبان میں بھی گفتگو فرماتے، وہ اہل زبان کی گفتگو سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہوتی۔ یہ وصف آپ کی شایانِ شان بھی تھا اور بلاشبہ یہ نبی کریم رؤف رحیم کا زبردست معجزہ بھی ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، جلد دوم صفحہ ۳۳۰)

تاریک رات میں دن کی طرح دیکھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ اندھیری شب میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے، جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے تھے۔ (بیہقی)

رومال کا آگ میں نہ جلنا

عباد بن عبد الصمد کا بیان ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے اپنی خادمہ سے فرمایا: دستر خوان لگاؤ ہم کھانا کھانا چاہتے ہیں۔ جب وہ کھانا لے کر آئی تو اسے فرمایا کہ اب رومال بھی لے آؤ۔ وہ ایک میلا رومال لے آئی۔ پھر فرمایا کہ تنور گرم کر کے یہ میلا رومال اس میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ رومال تنور میں ڈال

Marfat.com

دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب اسے تنور سے نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح صاف اور سفید تھا۔

ہم نے حیرانگی سے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا رومال ہے، آپ اس سے چہرہ اقدس پونچھا کرتے تھے۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسی طرح اس کو صاف کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آگ اس چیز کو نہیں جلاتی جو نبی اکرم نور مجسم ﷺ کے بدن اطہر سے چھو جاتی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، بحوالہ ابونعیم)

حضرت عتبہ بن فرقہ سلمی رضی اللہ فرماتے ہیں: مجھے شرا یعنی پت نکل آئی تھی جو کہ بہت تکلیف دیتی تھی۔ میں دربار رسالت میں حاضر ہوا اور شکایت کی۔ میری شکایت سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: کرتا اتار کر بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا تو نبی رحمت ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پھونک لگا کر میرے جسم پر پھیر دیں۔ اس وقت سے میرے جسم سے خوشبو مہکتی رہتی ہے۔ (البرھان، صفحہ ۳۸۸)

سیدنا اُسید بن ابی ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر رکھا اور میرے چہرے پر پھیر دیا۔ اس کے بعد میں جس تاریک گھر میں داخل ہوتا، وہ گھر روشن ہو جاتا۔ (البرہان، صفحہ ۴۲۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیدالضحیٰ پر پانچ یا چھ اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور ہاتھ مبارک میں چھری پکڑی تو وہ اونٹ ایک دوسرے پر سبقت لینے کے ارادہ سے حضور ﷺ کی طرف آنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ سب سے پہلے اس کے گلے پر چھری چلے۔ (البرہان، بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

قبل از وقوع واقعات سے مطلع فرمایا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مجلس

Marfat.com

میں روزِ ازل سے قیامت تک جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا تھا' حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک سب بیان فرما دیئے' جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گئے' وہ بھول گئے۔ بعض اوقات ہم کسی واقعہ کو بھول گئے ہوتے ہیں مگر جب کسی واقعہ کو وقوع پذیر ہوتے دیکھتے' تب یاد آ جاتا۔ یعنی بعد وقوع خبر کے پہچان جاتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔

(ماخوذ نشر الطیب' بحوالہ بخاری ومسلم)

امام بخاری نے انس بن مالک سے روایت فرمائی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ کے لئے لشکر اسلام کو روانہ کرنے سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ حصرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دے دی تھی اور میدان جنگ سے اطلاع آنے سے پہلے لڑائی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے مطلع کرتے ہوئے حضور فرماتے جاتے کہ زید بن حارثہ نے علَم لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ اب جعفر نے علَم کو لیا اور لڑتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے علَم اٹھایا اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان واقعات کا آنکھوں دیکھا حال بتاتے ہوئے آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو جاری تھے اور فرمایا کہ آخر کار اللہ کی تلوار (یعنی حضرت خالد بن ولید) نے علَم سنبھالا اور فتح حاصل ہوئی۔ بیہقی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا' جہاز ٹوٹ گیا۔ میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ بہتے بہتے ایک جنگل میں پہنچا۔ وہاں مجھے ایک شیر ملا جو میری طرف بڑھا۔ میں نے اس شیر کو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ یہ سن کر وہ شیر میری طرف آیا اور اس نے اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میرے ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ مجھے ایک راستہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر آہستہ آہستہ کچھ آواز نکالتا رہا اور میرے ہاتھ پر اپنی دم لگائی جیسے

Marfat.com

مصافحہ کیا جاتا ہے اور خاموشی سے چلا گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب وہ مجھے راستہ بتا کر رخصت کر رہا ہے۔

لکڑی اور کھجور کی ٹہنی کا تلوار بن جانا

غزوہ بدر میں دوران لڑائی حضرت عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور تلوار کے ٹوٹ جانے کا بتایا۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ساتھ جہاد کرو۔ وہ لکڑی حضرت عکاشہ کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی جو چمکدار، لمبی، مضبوط اور خوب کاٹ کرنے والی تھی۔ چنانچہ عکاشہ اس کے ساتھ میدان جنگ میں جہاد کرتے رہے۔ اس کے بعد تمام لڑائیوں میں وہ اسی تلوار کے ساتھ لڑتے رہے یہاں تک کہ مرتدین سے قتال کرتے ہوئے خلافت صدیق اکبر میں وہ خود بھی شہید ہو گئے۔ اس تلوار کا نام انہوں نے عون (مدد) رکھا تھا۔

اسی طرح غزوہ اُحد میں جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک کھجور کی ٹہنی مرحمت فرمائی۔ یہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی جس کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحش لڑتے رہے۔

نسیان کا ختم ہو جانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے نسیان (بھول جانے) کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا چادر بچھاؤ پھر اپنے دست مبارک سے ایک مٹھی اس میں ڈالی اور فرمایا کہ اسے لپیٹ کر سینے سے لگا لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت اتنی قوی ہو گئی کہ انہوں نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں احادیث کی سب سے زیادہ روایات کرنے کا اعزاز پایا۔

Marfat.com

سید عالم ﷺ کے اُخروی خصائص

شفاعت اور مقام محمود

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عِنْدَ الْأَرْضِ وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہی قیامت کے دن جمیع اولاد آدم (علیہ السلام) کا سردار ہوں گا اور میں ہی ہوں جس کے لئے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں ہی وہ ہوں جس کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو میں ہی سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب لوگ قبروں سے اٹھائیں جائیں گے تو سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی

Marfat.com

اور سب سے پہلے میں روضہ اقدس سے اٹھوں گا۔ میرے بعد ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) اٹھیں گے، پھر اہل البقیع آئیں گے اور میرے پاس جمع ہوں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا اور حرمین شریفین کے درمیان سب کو اکٹھا کروں گا۔

امام طبری، امام حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ الْاَنْبِيَاءُ عَلَى الدَّوَابِ وَ اُبْعَثُ عَلَى الْبُرَاقِ۔

یعنی سب انبیاء کرام علیہم السلام جانوروں پر سوار ہو کر میدان حشر میں تشریف لائیں گے جب کہ میں براق پر سوار ہو کر تشریف فرما ہوں گا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے ہاتھ میں (قیامت کے روز) لواء الحمد ہو گا اور جتنے نبی ہیں، آدم بھی اور ان کے علاوہ اور بھی، وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے ہوں گے۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جائے گا، سب رسولوں سے پہلے میں اپنی اُمت کو لے کر گزروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب لوگ حشر کے میدان میں جمع ہوں گے، اُن کا سانس گھٹنے لگے گا، پسینہ بہہ رہا ہو گا، سورج بالکل قریب ہو گا، کھڑے کھڑے بہت دیر ہو جائے گی، یہاں تک کہ پریشانی کی انتہاء ہو جائے گی۔ اس دن کی تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے سبھی کہیں گے، کاش ہم اپنے پروردگار کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تاکہ وہ ہمیں اُن تکالیف سے، جن میں ہم مبتلا ہیں نجات دلا دیتا۔ (بخاری و مسلم)

Marfat.com

آخری پناہ گاہ

نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا: پھر ساری مخلوق میرے پاس آئے گی اور عرض کرے گی: یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! فیصلہ کے لئے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ہماری سفارش فرما دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا یعنی ہاں ہاں یہ میرا ہی کام ہے۔ پھر رب کریم کی بارگاہ میں آپ اُن کی سفارش فرمائیں گے۔

پل صراط قائم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پل صراط سے گزریں گے اور پل صراط کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر رَبِّ سَلِّمْ، رَبِّ سَلِّمْ (اے رب بچا، اے رب بچا) پکار رہے ہوں گے۔

بعد ازاں آپ ﷺ ذاتِ الٰہ کے سامنے آ کر تشریف فرما ہو جائیں گے۔ آپ سجدہ کی اجازت مانگیں گے۔ سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ آپ ﷺ سجدہ میں گر پڑیں گے۔ پھر رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

اے محبوب مکرم صلی اللہ علیک وآلک وسلم! اپنا سر اقدس اٹھائیے، مانگیئے، دیا جائے گا۔ سفارش فرمائیے، آپ کی سفارش قبول ہوگی۔ دعا فرمائیے، مقبول ہوگی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر توصیف وستائش اور بزرگی کے وہ باب کھول دے گا جو مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی نہیں کھلے تھے۔

چنانچہ آپ ﷺ سر انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ اپنی امت کی مغفرت کے لئے ''یارب امتی، یارب امتی'' فرمائیں گے اور ہر وہ شخص جس کے دل میں گیہوں کے

Marfat.com

دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا یا دانہ جو کی مقدار یا رائی بھر ایمان ہوگا' آپ اُن کی بھی سفارش فرمائیں گے۔ اس وقت اپنے اور پرائے سب جان جائیں گے کہ بارگاہ الٰہی میں جو وجاہت ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے' کسی کی نہیں۔ (کتاب الشفاء)

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے امت کی شفاعت کرنے یا آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے کا اختیار دیا تھا تو میں نے امت کے لئے شفاعت کو اختیار کیا۔ اس لئے کہ مجھے معلوم تھا کہ سفارش میں سبھی سما جائیں گے۔ (اوسط)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں پرہیزگاروں کی شفاعت کروں گا؟ شفاعت تو گنہگاروں اور خطا کاروں کی ہوگی۔ ایک روایت میں فرمایا: میری شفاعت ہر اس آدمی کے لئے ہوگی جس نے سچے دل سے کہا ہوگا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور اُس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کرتی ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ مجھے کچھ لوگوں کے اعمال نامے دکھائے جائیں گے جس پر اُن کا دوزخی ہونا مرقوم ہوگا۔ جب میں اُن کی شفاعت کر رہا ہوں گا تو دوزخ کا داروغہ کہے گا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو اپنی امت پر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی ناراضگی نہیں رہنے دی۔ (ماخوذ از جواہر البحار جلد اول)

مقام محمود

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاعت و مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿٧٩﴾ (سورہ بنی اسرائیل: ۷۹)

Marfat.com

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا' جہاں سب تمہاری حمد کریں گے۔

بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روز قیامت تمام لوگ مایوسی کی حالت میں بیٹھے ہوں گے۔ ہر اُمت اپنے نبی کی بارگاہ میں عرض گزار ہوگی کہ حضور! ہماری شفاعت فرمائیے۔ یا نبی اللہ! ہماری شفاعت کیجئے۔ آخر کار معاملہ ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے گا۔ اُس روز اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔ یعنی ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جس کو دیکھ کر سب چھوٹے بڑے انسان اُن کی تعریف و توصیف میں رطب للسان ہو جائیں گے۔

ایک دوسری روایت میں مسند امام احمد میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب سارے انسان جمع ہوں گے تو میں اپنی امت سمیت ایک بلند ٹیلے پر ہوں گا۔ مجھے سبز رنگ کا جنتی حُلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کرنے کا اذن مل جائے گا اور میں کچھ کہوں گا یعنی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی کہوں گا اور اسی جگہ کا نام مقام محمود ہے۔

عالم برزخ میں آپ کے احوال و فضائل

ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابولدارداسے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجساد کو کھا سکے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

Marfat.com

اس سے آپ کا قبر شریف میں زندہ رہنا ثابت ہوا اور یہ رزق عالم اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور رزق دیا جانا وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان سے افضل اور بہتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سردار ہوں گا اولاد آدم کا (یعنی تمام انسانوں کا) قیامت کے روز میں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا) اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا تو حضرت کعب نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کو احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح اتر آتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب قیامت کے دن قبر شریف کی زمین شق ہوگی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لائیں گے اور وہ آپ کو لے چلیں گے۔

(دارمی) (ماخوذ از نشر الطیب صفحہ ۲۴۷۔۲۴۸)

❀❀❀❀

Marfat.com

مآخذ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ ضیاء النبی (ﷺ) — پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ نورمبین — ڈاکٹر حامد حسین بلگرامی

۴۔ رحمت دارین (ﷺ) — طالب ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ سیرۃ نبوی قرآنی — مولانا عبدالماجد دریابادی

۶۔ سیرت رسول عربی — علامہ نور بخش تو کلی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ محسن انسانیت — نعیم صدیقی

۸۔ سیرت النبی ﷺ — شبلی نعمانی

۹۔ نبی کریم ﷺ — سلیم یزدانی

۱۰۔ اللہ کے آخری رسول — ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

۱۱۔ محبوب خدا — چوہدری افضل حق

۱۲۔ نشر الطیب — مولانا اشرف علی تھانوی

۱۳۔ تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل — سید عزیز الرحمن

۱۴۔ ذکر رسول ﷺ — مولانا کوثر نیازی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ رحمت عالم — سید سلیمان ندوی

۱۶۔ رحمتہ اللعالمین — قاضی سلیمان منصور پوری

۱۷۔ الرحیق المختوم — مولانا صفی الرحمن مبارک پوری

Marfat.com

۱۸۔ سیرت نبوی ﷺ	ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۔ سیرت مصطفیٰ ﷺ	علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰۔ نجم الہدیٰ	مرزا ریاض احمد
۲۱۔ الروح والریحان	محمد وقاص
۲۲۔ عہد نبوی کے میدانِ جنگ	ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۳۔ حضور ﷺ کی رضاعی مائیں	مفتی محمد خان قادری
۲۴۔ مسجد نبوی کے پاس صحابہ کے مکانات	ڈاکٹر الیاس عبدالغنی
۲۵۔ سرور المحزون (سید المرسلین)	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔ رسول رحمت	مولانا ابولکلام آزاد
۲۷۔ تذکار صحابیات	طالب الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸۔ محسن اعظم ومحسنین	فقیر سید وحید الدین
۲۹۔ خلفائے راشدین	شاہ معین الدین احمد ندوی
۳۰۔ مدارج النبوت	شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۱۔ جواہر البحار فضائل النبی المختار (اُردو)	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۔ مقالات کاظمی	علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۔ البرھان	مفتی محمد امین
۳۴۔ الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۳۵۔ حجۃ اللہ علی العالمین	امام محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۔ کتاب الشفاء (اردو)	قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
۳۷۔ منہاج البخاری	شیخ الحدیث علامہ معراج الاسلام
۳۸۔ شواہد النبوۃ	حضرت نورالدین عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

رخِ مصطفیٰ ﷺ

سیرت النبی ﷺ

پر خوبصورت جامع اور منفرد تحریر

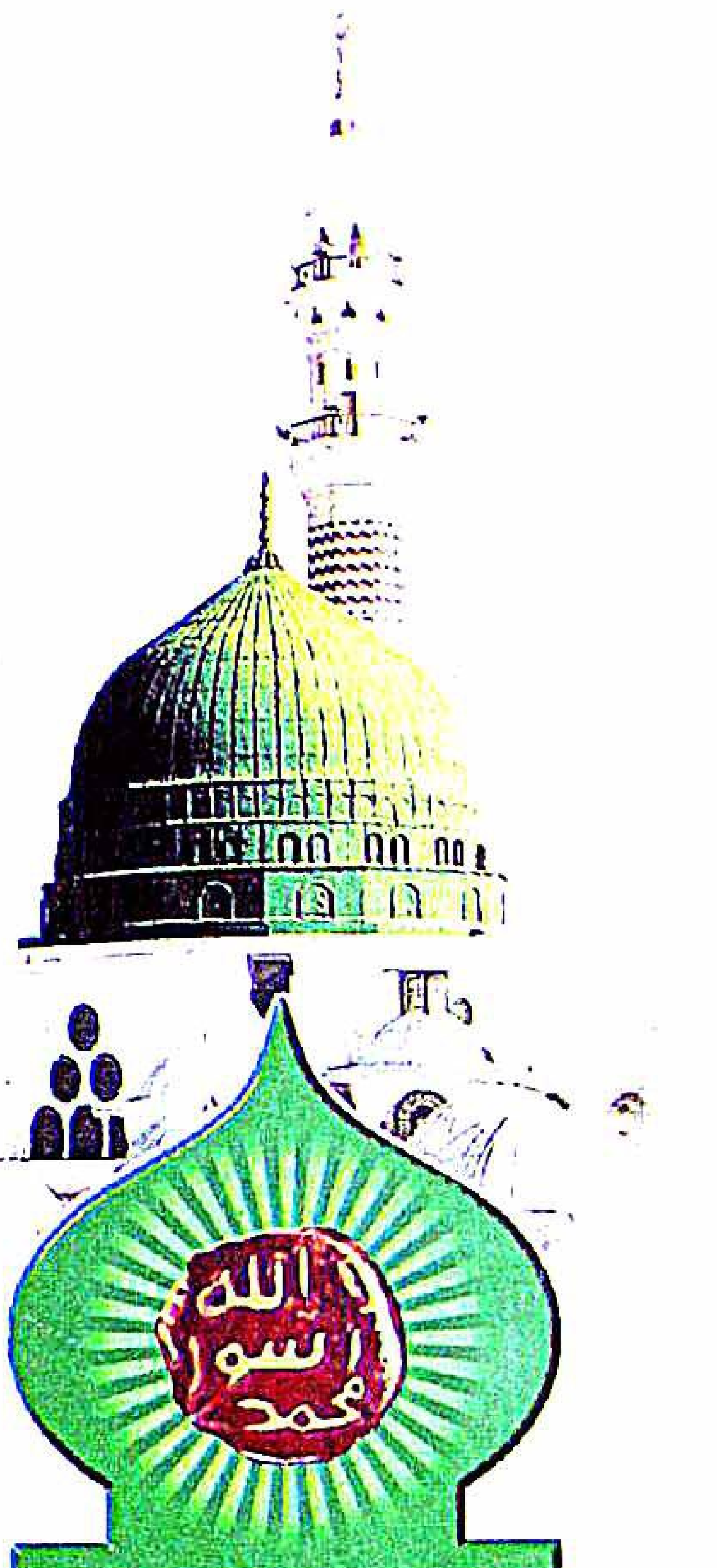

وما ارسلنک
رحمة
لمین

مصنف: مرزا ریاض احمد

زاویہ پبلشرز
زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ، لاہور

Marfat.com